یزید کی شخصیت

اہلِ سنت کی نظر میں

ناصبیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات

از

محقق العصر شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالرشید نعمانی قدس سرہٗ

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر
مؤسس و مدیر
الرحیم اکیڈمی
اے ۷/۱۷، اکرام آباد، عظیم نگر، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰
فون: ۴۹۱۳۹۱۶

یزید کی شخصیت

اہلِ سنّت کی نظر میں

ناصبیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات

از

محقق العصر شیخ الحدیث مولانا محمد عبد الرشید نعمانی قدس سرہٗ

ناشر
ڈاکٹر محمد عبد الرحمن غضنفر
[illegible]
الرحیم اکیڈمی
۵/۵ ، اے ایریا ، [illegible] ، لیاقت آباد کراچی ۷۵۹۰۰
فون: ۴۹۲۳۹۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ن والقلم وما یسطرون

محرم
ز کلک سیہ کار عبد الرحیم
۱۳۵۹ھ

جملہ حقوق طباعت واشاعت بتمام وکمال بنام الرحیم اکیڈیمی محفوظ ہیں
اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، ٹائپنگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت ادارہ کی
تحریری اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی ہے۔

نام کتاب: یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں
تالیف : محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر : ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غضنفر
مؤسس و مدیر: الرحیم اکیڈیمی، A7/7، اکرام آباد، اعظم نگر لیاقت آباد کراچی 75900
ٹیلیفون: 4913916
مطبع : قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی
اشاعت بار اول : ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء ؛ اشاعت بار ہشتم : ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء
تعداد : ۱۰۰۰ = قیمت : -/۲۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبۂ اہل سنت و جماعت، کراچی ۱۹
۲۔ زمزم پبلشرز، اردو بازار کراچی
۳۔ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۴۔ ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۵۔ مکتبۂ قاسمیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۶۔ علمی کتاب گھر، اردو بازار، کراچی
۷۔ مکتبہ بنوریہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۸۔ ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور
۹۔ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
۱۰۔ مکتبہ مجیدیہ ملتان
۱۱۔ مکتبۂ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اردو بازار، لاہور
۱۲۔ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، بلوچستان
۱۳۔ عباسی کتب خانہ جونا مارکیٹ کراچی
۱۴۔ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، بلوچستان
۱۵۔ امداد اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ
۱۶۔ مکتبہ تبلیغ و اصلاح حیدرآباد سندھ
۱۷۔ بیت الکتب گلشن اقبال کراچی
۱۸۔ دار الاشاعت اردو بازار کراچی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
اہل سنت کے لیے لمحۂ فکریہ	۱۱
دیباچہ	۱۶
استفسار کے سوالات عباسی کی کتاب سے منقول ہیں	
استفسار	۲۰
استفسار کا اجمالی جواب	۲۶
اہل عدل سے محبت رکھنا اور اہل جور سے بغض رکھنا اہل سنت کا طریقہ ہے	۲۶
حضور علیہ السلام کے اصحاب، ازواج اور ذریت کے بارے میں اچھی رائے رکھنے والا نفاق سے بری ہے	۲۶
حضرت فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حضرات حسنین جوانانِ جنت کے	۲۷
یزید سے نفرت کرنا ایمان کا مقتضی ہے	۲۸
یزید کے بُرے کرتوتوں کی تفصیل شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے قلم سے	۲۸
شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصریح کہ یزید داعی ضلال تھا اور منافق تھا یا فاسق	۲۹
ناصبیوں کے شبہات کے تفصیلی جوابات	۳۰
پہلے شبہ کا تفصیلی جواب	۳۰
غزوۂ قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت کی بابت دو حدیثیں۔	۳۰
مستفتی اگر دوسری حدیث پر غور کرتے تو سرے سے شبہ ہی پیدا نہ ہوتا	۳۱
کسی اہل خیر پر بشارت کا یہ مطلب نہیں کہ اس عمل کے بعد اب ظلم کی کھلی چھٹی ہے	۳۱
کسی شخص کا نام لے کر اسے جنتی کہنا اور بات ہے اور کسی عمل خیر پر مغفرت کی بشارت دینا الگ چیز ہے	۳۱
یزید کا نام لے کر اس کو جنت کی بشارت نہیں دی گئی۔	۳۲
حافظ ابن کثیر کی تصریح کہ یزید کا اعتقاد مرجیہ کا سا تھا جو ایک گمراہ فرقہ ہے۔	۳۲
شیعانِ امویہ کا مذہب	۳۳
یزید جہادِ قسطنطنیہ میں شرکت کے لئے تیار نہ تھا۔	۳۴

عنوان	صفحہ
یزید کا مجاہدین روم کا مذاق اڑانا	۳۴
حضرت معاویہ کا بالجبر اس کو جہاد پر روانہ کرنا	۳۴
یزید نے زمامِ خلافت سنبھالتے ہی بحری اور سرمائی جہاد کو ختم کرنے کا حکم دے دیا	۳۶
"سیدنا یزید" کے مؤلف کی شرمناک حاشیہ آرائی۔	۳۶
بالفرض یزید جہادِ قسطنطنیہ میں دل سے شریک ہوا تو اس غزوہ تک جو گناہ اس نے کیے تھے ان کی مغفرت کی امید تو کی جا سکتی ہے نہ کہ آئندہ ہونے والے جرائم کی بخشش بھی	۳۷
شاہ ولی اللہؒ کی تصریح اس باب میں	۳۸
یزید نے بعد کو ایسے کام کیے جو لعنت کے موجب تھے۔	۳۹
حدیث میں جن چھ افراد کو لعنتی بتایا گیا ہے، ان میں یزید شامل تھا۔	۳۹
جہادِ قسطنطنیہ میں شرکت کے بعد یزید کے مظالم کی تفصیل امام ابن حزمؒ کی زبانی	۴۱
خلاصۂ بحث	۴۵
یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں بھی جہاد ہو سکتا ہے	۴۶
"مدینۂ قیصر" سے حدیث میں قسطنطنیہ نہیں بلکہ "حمص" مراد ہے	۴۶
"صحیح بخاری" میں یزید کی مذمت میں حدیثیں۔	۴۷
پہلی حدیث	
حضرت ابوہریرہؓ کا دورِ یزید سے پناہ مانگنا	۴۹
یزید کی مذمت میں "صحیح بخاری" کی دوسری حدیث	۴۹
امت کی تباہی قریش کے چند بے وقوف لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی	۵۱
لونڈوں کی حکومت کی کیفیت	۵۱
شمر کا اطاعتِ یزید کے سلسلہ میں غلو	۵۲
امت کو تباہ کرنے والے لونڈوں میں یزید سرِ فہرست ہے۔	۵۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کہ ان لونڈوں سے دور رہا جائے	۵۳
صحابہ و تابعین کا اس ہدایت پر عمل	۵۳
مروان کا ان مفسد لونڈوں پر لعنت کرنا	۵۴
یزید کے عہد میں صحابہؓ و تابعینؒ پر مظالم	۵۵

عنوان	صفحہ
تیسری روایت	۵۴
یزید کی ولی عہدی کے سلسلے میں مروان کی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی جناب میں گستاخی و افترا پردازی۔	۵۶
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا مروان کو برسرِ منبر ٹوکنا۔	۵۷
حضرت عائشہ کا مروان کو جھوٹا کہنا	۵۸
مروان کی حضرت عائشہؓ سے سخت کلامی	۵۸
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، حضرت معاویہ و ابوسفیان سے افضل ہیں۔	۵۸
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا حضرت معاویہؓ کی رقم کو واپس کر دینا۔	۵۹
یزید کا گورنرِ مدینہ کو اس لیے معزول کر دینا کہ اس نے حضرت حسینؓ و حضرت ابن زبیرؓ پر سختی کیوں نہیں کی۔	۶۰
مروان کا گورنرِ مدینہ کو مشورہ دینا کہ حضرت حسین و ابن زبیر و ابن عمر اگر بیعت نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔	۶۰
حضرت ابوشریحؓ کا گورنرِ مدینہ کو حرمِ الٰہی پر فوج کشی سے منع کرنا۔	۶۰
چوتھی حدیث	۶۱
یزیدی گورنر کا حضرت ابوشریحؓ کے سامنے اپنی علمیت بگھارنا۔	۶۳
اس گورنر کے بارے میں ابن حزم کا فیصلہ	۶۳
حضرت ابن زبیر کے خلاف گورنرِ مدینہ عمرو اشدق کی ہرزہ سرائی قابلِ قبول نہیں۔	۶۳
حضرت ابن زبیر کے فضائل حضرت ابن عباسؓ کی زبانی۔	۶۵
حضرت عثمانؓ نے جن حضرات کو کتابتِ قرآن پر مامور کیا ان میں ابن زبیرؓ بھی ہیں۔	۶۶
حضرت ابن زبیر کے فضائل احادیث کی روشنی میں۔	۶۶
یزیدی گورنر عمرو اشدق کی مذمت حدیث میں	۶۹
کربلا کے دن بنی امیہ نے اپنے دین کو ذبح کر کے رکھ دیا۔	۶۹
پانچویں حدیث۔	۶۹
قرابتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس و لحاظ۔	۷۰
ابن زیاد بدنہاد کی حضرت حسینؓ کے سرِ اقدس کے ساتھ گستاخی۔	۷۲

عنوان	صفحہ
یزید کی شقاوت	۷۴
ابن زیاد بدنہاد کا صحابہ کے ساتھ گستاخانہ طرزِ عمل۔	۷۵
حضرت معقل بن یسار کا اس کو نصیحت فرمانا۔	۷۵
ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن مغفل کے ساتھ گستاخی۔	۷۷
ابن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو کے ساتھ بدتمیزی۔	۷۸
ابن زیاد کا حضرت ابوبرزہ کا مذاق اڑانا	۷۹
ابن زیاد بدنہاد تھا۔	۸۰
یزید کی مدینہ نبوی پر فوج کشی۔	۸۱
واقعہ حرہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی	۸۲
چھٹی حدیث۔	
حرہ کے مظالم کی تفصیل۔	۸۳
حرم مکہ کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری	۸۵
یزید کا انجام بد۔	۸۶
خود فیصلہ کیجئے۔	۸۷
امام سیوطی اور علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا۔	۸۸
ناصبیوں کا یہ عقیدہ کہ خلفاء حساب و عتاب سے بری ہیں	۸۸
دوسرا شبہ اور اس کا جواب	۹۰
صحابہ یزید کے درباری نہ تھے۔	۹۱
یہ رافضیوں کی طرح کا شبہ ہے	۹۳
کیا یزید کے ظلم و ستم میں کبھی کوئی صحابی شریک ہوا ہے ؟	۹۴
تیسرا شبہ	۹۸
یزید کی برأت کے بارے میں محمد بن حنفیہ کی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے	۹۸
"منتقی" کا غلط حوالہ	۹۸
یہ جاہل گردوں کا عقیدہ ہے کہ یزید خلیفۂ راشد تھا۔	۹۸
خلافت نبوت جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے تیس برس ہی پر ملوکیت آگئی	۹۸
ائمہ مسلمین میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ یزید عادل تھا اور حق تعالیٰ کا مطیع	۹۹
حافظ ابن کثیر کی تصریحات یزید کے فسق کے بارے میں	۹۹
محمد بن حنفیہ کی طرف منسوب اس افسانہ کا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں	۱۰۲

عنوان	صفحہ
فنِ رجال کا متفقہ فیصلہ "یزید اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے"۔	۱۰۱
چوتھا شبہ	۱۰۲
کیا حضرت ابن عباس نے یزید کو اپنے خاندان کا نیک فرد بتلایا تھا؟	۱۰۲
اغانی کی روایت میں یہ بات مذکور نہیں	۱۰۲
"الامامۃ والسیاسۃ" قابلِ استناد کتاب نہیں۔	۱۰۳
بلاذری کی سند صحیح نہیں۔	۱۰۳
بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو حضرت ابن عباسؓ کی آخری رائے کا اعتبار ہوگا	۱۰۳
یزید اور حضرت ابن عباسؓ کی خط و کتابت	۱۰۴
یزید کا خط حضرت ابن عباسؓ کے نام	۱۰۵
حضرت ابن عباسؓ کا سرزنش نامہ یزید کے نام	۱۰۵
پانچواں شبہ اور اس کا جواب	۱۰۸
قاضی ابن العربی کی رائے غزالیؒ کے بارے میں	۱۰۹
قاضی ابن العربی کا فتویٰ کہ حسینؓ کا قتل جائز تھا	۱۰۹
قاضی ابوبکر ابن العربی ناصبی ہیں۔	۱۱۰
"کتاب الزہد" میں جس یزید کا ذکر ہے وہ یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں۔	۱۱۱
ناصبیوں کا امام ابن حجرؒ کو رافضی بتانا محض جھوٹ ہے۔	۱۱۲
مطبوعہ "کتاب الزہد" اصل نہیں اس کا انتخاب ہے۔	۱۱۳
یزید کے بارے میں امام احمدؒ کی تصریح کہ اس سے کوئی روایت نہ کی جائے۔	۱۱۳
حافظ ابن حجرؒ کی لسان المیزان سے یزید کا مکمل ترجمہ۔	۱۱۵
امام احمدؒ کی تصریح کہ یزید ملعون ہے	۱۱۹
قاضی ابوبکر ابن العربی کی ہجو۔	۱۲۲
چھٹا شبہ اور اس کا جواب	۱۲۳
یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔	۱۲۳
غزالیؒ کے فتویٰ کی تنقیح۔	۱۲۳
حضرت حسینؓ کا میدان کربلا میں آخری خطبہ۔	۱۲۷
امام کیا ہراسی کا فتویٰ کہ یزید ملعون ہے۔	۱۲۸
حافظ ابن الوزیر یمانی نے غزالیؒ کے فتویٰ کا تفصیلی رد لکھا ہے۔	۱۳۰
یزید پر لعنت کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق	۱۳۰
یزید پر لعنت کے بارے میں علماء کے اختلاف کی بابت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحقیق۔	۱۳۲

عنوان	صفحہ
یزید پر جب لوگوں نے پھٹکار کی تو اس نے اظہار ندامت کیا۔	۱۳۴
یزید پر لعنت کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فیصلہ	۱۳۵
بعض علماء یزید پر لعنت اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں اس کے گناہوں کا بوجھ کم نہ ہو جائے۔	۱۳۷
بعض حضرات کے پیش نظر اس سلسلہ میں یہ مصلحت کہ لعنت کا سلسلہ آگے نہ بڑھے	۱۳۸
یزید پر لعن کے بارے میں امام احمدؒ کی تصریح۔	۱۳۹
یزید پر لعنت کے بارے میں امام اعظمؒ اور دوسرے ائمہ حنفیہ کی تصریحات۔	۱۴۰
امام ابوبکر جصاص کا فتویٰ۔	۱۴۰
ائمہ بخارا کا فتویٰ	۱۴۰
امام کردری کا فتویٰ	۱۴۲
"خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ بزازیہ" کا شمار فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں ہے۔	۱۴۲
لعن کے بارے میں "کتاب العالم والمتعلم" کی عبارت۔	۱۴۳
مسلمان پر لعنت کرنے کا مطلب۔	۱۴۴
ساتویں اور آٹھویں شبہے اور ان کے جوابات	۱۴۵
یزید نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی بیٹی اور حضرت عمرؓ کی پوتی سے نکاح کیا تھا	۱۴۵
ان شبہوں کا منشا کیا ہے۔	۱۴۵
نواں شبہ	۱۴۶
حضرت زین العابدین کی یزید سے بیعت اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنا	۱۴۶
اس شبہ کا جواب	۱۴۶
طبقات ابن سعدؒ اور بلاذری کا غلط حوالہ	۱۴۶
یزید کے کارندوں کی حضرت زین العابدین کے ساتھ بدتمیزی۔	۱۴۷
اہل شام کا حضرت زین العابدین کو ستانا	۱۴۹
اہل بیت کی حق تلفی	۱۴۹
دسواں شبہ	
سادات کی رشتہ داریاں امویوں سے	۱۵۱
اس شبہ کا جواب۔	۱۵۱
واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد میں کوئی رشتہ مناکحت قائم نہیں ہوا	۱۵۱
عبدالملک کا یزید کے زوال سے عبرت پکڑنا	۱۵۱
گیارہواں شبہ	۱۵۲
شریر النفس لوگوں نے حضرت حسین کو یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا اور جب آپ نے	۱۵۲

عنوان	صفحہ
جان لیا کہ تمام امت یزید کی بیعت پر متفق ہے تو آپ اپنے ارادے سے دستبردار ہوگئے۔	۱۵۲
اس شبہ کا جواب	۱۵۲
سائل کی لغو بیانی و دروغ گوئی۔	۱۵۲
حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت میں کسی کوفی کا ہاتھ نہ تھا۔	۱۵۳
بقیہ غلط باتوں کی تفصیل۔	۱۵۳
حضرت حسینؓ کا اقدام محض شرعی امر بغرض اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔	۱۵۳
جن حضرات نے یزید و حجاج کے خلاف اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا۔	۱۵۴
حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے حضرت حسینؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔	۱۵۵
جن حضرات نے بھی حضرت حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکا بربنائے شفقت روکا۔	۱۵۵
کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے۔	۱۵۵
کوفہ کی گورنری پر ابن زیاد کا تقرر اور حضرت حسینؓ کی شہادت۔	۱۵۶
حضرت حسینؓ کے سر مبارک کے ساتھ ابن زیاد کی گستاخی۔	۱۵۷
عمر بن سعد کا حشر	۱۵۸
ابن زیاد کے سر کا عبرتناک انجام	۱۵۸
یزید کا دنیا سے ناکام و نامراد جانا	۱۵۹
یزید کی نسل کا منقطع ہو جانا	۱۶۰
یہ صحیح نہیں کہ آخر وقت میں حضرت حسینؓ یزید کی بیعت پر راضی ہوگئے تھے	۱۶۱
اس روایت پر درایت کے اعتبار سے تفصیلی بحث	۱۶۱
حضرت حسینؓ کا شمار کبار صحابہ میں ہے	۱۶۳
اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی اور حضرت حسینؓ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے۔	۱۶۴
حضرت حسینؓ اگر یزید کی بیعت پر راضی تھے تو پھر بیعت کیوں نہ کی؟	۱۶۵
اس روایت کے برخلاف عقبہ بن سمعان کی روایت بھی موجود ہے۔	۱۶۵
خضری کی تحقیق اس باب میں۔	۱۶۶
بارہواں شبہ	۱۶۸
حضرت حسین کی اجتہادی غلطی جس کا اصل سبب سبائی کوفیوں کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا۔	۱۶۷

عنوان	صفحہ
اس شبہ کا جواب	۱۶۷
بقول مستفتی جب حضرت حسینؓ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا تو پھر ان کو شہید کرنے کا کیا جواز تھا؟	۱۶۷
سبائی کون تھے؟	۱۶۷
یہ افترا ہے کہ حضرت حسینؓ کے ساتھی کوفی سبائیوں نے لڑائی میں پہل کر کے صلح نہ ہونے دی۔	۱۶۸
صحابہؓ کی بھاری اکثریت حضرت حسینؓ کے موقف کی حامی تھی۔	۱۶۹
صحابی رسول کا معرکۂ کربلا میں شہید ہونا	۱۷۱
احادیث کی رو سے حضرت حسینؓ کے موقف کا ...	۱۷۲
اہل بیت سے جنگ کرنا باجماع امت مذموم ہے	۱۷۲
یزید کے بارے میں خود اس کے بیٹے کی شہادت	
یزید کے بارے میں ابن زیاد کی شہادت۔	۱۷۳
یزید کا فسق اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے	۱۷۳
شہادت حسینؓ پر حضور علیہ السلام کا قلق۔	۱۷۶
شہادت حسینؓ کے بارے میں ابن تیمیہؒ کا بیان	۱۷۹
حضرت حسینؓ سے حضور علیہ السلام کا محبت فرمانا	۱۷۹
اور خلفاء ثلاثہ کا ان کا اکرام کرنا۔	۱۷۹
مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف فتویٰ کا انتساب مشکوک ہے۔	۱۸۲
یزید کے بارے میں عثمانی صاحب کے اکابر کی تصریحات	۱۸۱
لعین یزید کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تصریحات	۱۸۲
بحر العلوم کی تصریح یزید کے بارے میں	۱۸۳
سید احمد شہیدؒ کی تصریح یزید کے بارے میں	
مولانا تھانویؒ کا فتویٰ۔	۱۸۳
غیر مقلد [illegible] کے فتویٰ کی تصحیح۔	۱۸۴
نواب صدیق حسن خاں کا فیصلہ یزید کے بارے میں۔	۱۸۵
علامہ مقبل کی رائے۔	۱۸۸
یزید کی طہارت و مغفرت کی بحث۔	۱۹۱
یزید کا جزیرہ روڈس اور جزیرہ اروادس سے بیچ میں ہی واپس بلانا۔	۱۹۲
مدینہ قیصر سے کیا مراد ہے۔	۱۹۳
حدیث مدینہ قیصر کا مصداق سلطان محمد فاتح	۱۹۳
یزید قسطنطنیہ کی پہلی مہم میں شریک نہ تھا	۱۹۳
یزید کا عقیدہ اور عمل دونوں خراب تھے۔	۱۹۹
حافظ ابن تیمیہ کا فتویٰ یزید سے محبت رکھنے کے بارے میں۔	۱۹۹
روافض و نواصب دونوں راہ ہدایت سے دور ہیں	۲۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل سنت کیلئے لمحہ فکریہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً، اما بعد

حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۴۵۶ھ نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حادثہ کربلا، واقعہ حرہ، حصار کعبہ و قتل ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان چاروں جاں گسل واقعات کو اسلام کے چار رخنوں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرکز کا احترام ختم ہوا، اور خلافت کا رعب داب اٹھ گیا، حادثہ کربلا سے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت خاک میں ملی، واقعہ حرہ سے مدینۃ الرسول کی بے حرمتی ہوئی، قتل ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کعبہ کی عزت کو داغ لگا۔ غرض ان چاروں ہنگاموں میں ناحق کوشوں نے وہ قیامت برپا کی کہ خدا کی پناہ، خلیفۃ الرسول، عترت پیغمبر اور اصحاب نبی سب کا بے دریغ خون بہایا۔ اور حرم نبی، خانہ کعبہ جملہ شعائر اسلام کی عظمت کا ذرہ برابر پاس و لحاظ نہیں کیا۔

ان چاروں حادثات کے بارے میں ناصبیوں کا موقف یہ ہے کہ وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں اور حادثہ کربلا کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اور واقعہ حرہ کا ان صحابہ کرام کو جنہوں نے یزید کی اطاعت سے انحراف کیا تھا اور حصار کعبہ کا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اعلان خلافت کو، شیعہ مروانیہ کا ایمان و عقیدہ یہی ہے۔ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد نہیں بلکہ خلافت کے غاصب تھے اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے۔ حضرت حسینؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ وغیرہ

وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو حادثۂ حرہ اور حصارِ کعبہ کے خونی ہنگاموں میں یزید اور عبد الملک بن مروان کی تیغِ ستم کا نشانہ بنے شہید نہیں۔ بلکہ خلافت کے باغی تھے جو اپنی بغاوت کی پاداش میں کیفرِ کردار کو پہنچے۔ شیعۂ مروانیہ کا یہ نظریہ مروانیوں کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن محمود احمد عباسی نے کتاب "خلافت معاویہ و یزید" لکھ کر اس فتنہ کو پھر نئے سرے سے زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کتاب کے شائع ہونے سے ملک میں ایک تازہ فتنہ "ناصبیت" کا پیدا ہو گیا ہے جس سے ابتک ہند و پاک کی سرزمین یکسر پاک تھی، اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ملک کا اچھا خاصہ سنجیدہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس فتنہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا، اور اب تو بعض حلقوں میں اس کو ایک تاریخی ریسرچ کا درجہ حاصل ہے۔

یہ کتاب سر تا سر فریب، خداع، تلبیس اور کذب و افترا کا مرقع ہے۔

اس تمام نادر تازگی لٹریچر کے چار مآخذ ہیں۔

(۱) مستشرقین کی تصریحات، جن کو مؤلف جا بجا آزاد اور بے لاگ محققین کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، اور ہر باب میں ان کے اقوال کو قولِ فیصل سمجھتے ہیں۔

(۲) شیعہ مؤرخین جن کے کذب و افترا کا جا بجا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود مؤلف ہر جگہ ان سے اپنے مطلب کی بات کہیں ان کی عبارت میں قطع و برید کر کے اور کہیں بغیر اس کے ہی لے لیتے ہیں۔

(۳) بعض وہ مصنفین جن پر ناصبیت کا الزام ہے اور وہ اہلِ بیت سے انحراف رکھتے ہیں۔

(۴) خود اپنی دماغی اُپج جس میں مؤلف بڑی دور دور کی کوڑی لاتے ہیں اور ایسی ایسی بات اپنے دل سے گڑھتے ہیں کہ پڑھنے والا حیران و ششدر رہ جائے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اہلِ سنت میں سے کسی محقق عالم کے قول کو کہیں بھی اثباتِ مدعا کے لئے مؤلف نے اپنے اصل رنگ میں پیش نہیں کیا بلکہ ہر جگہ ابلہ فریبی سے کام لے کر "ناصبیت" کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اس ملک میں رفض کا فتنہ قدیم سے تھا۔ باطنیہ اسماعیلیہ اور امامیہ سب پہلے سے موجود تھے البتہ خوارج و نواصب کا ڈھونڈے سے بھی پتہ نہ تھا، لیکن عباسی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر اہلِ سنت میں ناصبیت کا تازہ فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اب بہت سے لوگ ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خاطی و غلط کار سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب سے سوائے ضرر کے فائدہ کوئی مرتب نہ ہوا۔ روافض تو اپنی جگہ اور سخت ہو گئے لیکن اہلِ سنت کے اعتدال میں فرق آ گیا بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شک کرنے لگے۔ آج تک کسی ایک رافضی کے متعلق بھی یہ نہیں بتلایا جا سکتا کہ وہ عباسی صاحب کی کتاب پڑھ کر تائب ہو گیا ہو، لیکن اس کے برخلاف اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی نکلے گی جو اس جھوٹ کے پلندہ کو صحیح سمجھ کر حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے اپنے دلوں کو صاف نہ رکھ سکے۔ اس کتاب نے سادہ لوح عوام نہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے طبقہ کو متاثر کیا ہے جن میں عربی مدارس کے بھی بہت سے فارغ التحصیل شامل ہیں، جن لوگوں کی دسترس موضوعِ کتاب کے اصل ماخذ تک نہیں وہ اس کو تحقیق اور ریسرچ کا ایک نادر شاہکار سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس بات کا کہ اب مسلمان من حیث القوم علومِ اسلامیہ سے نابلد ہو گئے ہیں۔ لہذا جو کوئی شخص بھی اپنے کسی غلط نظریے کو ذرا نئے انداز سے بنا سجا کر پیش کر دیتا ہے یہ اس کے ہو جاتے ہیں۔

سوچنے کی بات ہے جو شخص عربی، فارسی کی معمولی عبارتوں کے صحیح ترجمے نہ کر سکے، کتابوں کے غلط حوالے دے، مصنفین کی عبارتوں کو اپنے مفید مطلب بنانے کے لئے غلط معنے پہنائے اور ان میں قطع و برید سے کام لے، ایسے شخص کا پیش کردہ کوئی نظریہ کس درجہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ روافض کے سب و شتم سے لوگ تنگ آئے ہوئے تھے ایسے میں یہ کتاب شائع ہوئی جس میں حضرت علی اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے موقف پر اس سے کہیں زیادہ سلجھے ہوئے اور سنجیدہ انداز میں جرح کی گئی تھی جو روافض کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے موقف کو مجروح کرنے میں عام روش ہے۔ اس لئے ردِ عمل کے طور پر بہت سے لوگ عباسی صاحب کے اس طرزِ عمل سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حالانکہ تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور جو لوگ ان سے برسرِ جنگ رہے وہ خطا پر تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کر کے غلطی کی اور وہ خلیفۂ راشد نہ تھے، ان کا بیٹا یزید ظالم و جابر حکمران تھا اور حضرت حسین رضؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور وہ تمام صحابہ کرام جو جنگ حرہ میں شہید ہوئے اور جنہوں نے یزید کے تسلط و اقتدار کو برہم کرنے کی کوشش کی وہ سب حق کے داعی اور خیر کے علمبردار تھے۔ مگر اس کتاب کی تصنیف صرف ان ہی امور کی تردید کے لئے عمل میں آئی ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے اہل سنت کا نقطۂ نظر صریح طور پر غلط معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی ناصبیت کا منشا ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ناصبیت کے پرچارک شیعہ مروانیہ نے تو اپنی بدعت کی اشاعت کے لئے کراچی اور لاہور میں مستقل ادارے بنا رکھے ہیں اور سارے ذخیرہ احادیث اور تاریخ اسلام کے اثرات کو

ملیامیٹ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں مگر اہل سنت و جماعت کہ صحابہ اور خاندانِ رسالت دونوں کی تعظیم و توقیر ان کا جزو ایمان ہے وہ اس فتنہ کے سدِ باب کے لئے کیا کر رہے ہیں۔

محمد عبدالرشید نعمانی
سہ شنبہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

آفتابی تو و منم ذرّہ
از رہ تربیت مہر بردار
آنکہ از ذرہ پروری ہرگز
نکند آفتاب تابان عار

مشق حافظ عبدالکریم صاحب جے پوری مرحوم المتوفی [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد

"یزید بھلا آدمی تھا یا برا، وہ خلیفہ عادل تھا یا ظالم و جابر فرمانروا، اس کا ایمان پر خاتمہ ہوا یا کفر پر، اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا اس نے حکم دیا یا نہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے خلاف خروج کر کے بغاوت کی تھی یا ان کا یہ اقدام سراسر شرع کے حکم کے مطابق تھا۔ یزید نے مدینہ نبوی اور حرم الٰہی کی حرمت کو پامال کیا یا نہیں، صحابہ و تابعین کی ایک خلقت کا اس کے ہاتھوں قتل عام ہوا یا نہیں، یہ اور اس قسم کے دیگر مباحث ظاہر ہے کہ ان کو عملی زندگی سے دور کا بھی تعلق نہیں، یہ خالص نظریاتی مسائل ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض لوگ ہماری اس کوشش کو تحسین کی نظر سے نہ دیکھیں اور اس کو مفت کا ضیاع وقت خیال کریں۔

لیکن ایک دوسری حیثیت سے اگر اس کو دیکھا جائے تو ہمارے اس کام کی اہمیت بہت ہی بڑھ جاتی ہے وہ یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ "یزید ایک صالح مسلمان اور خلیفہ عادل بھی تھا" تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی تاریخ کو محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ الٹا اس کو مسخ کر دیا، یزید جیسے صالح مسلمان اور خلیفۂ عادل کے کردار کو ایسا گھناؤنا کر کے پیش کیا کہ وہ شیطان مجسم نظر آنے لگا۔

یاد رہے یزید کا دور صحابہ و تابعین کا دور ہے۔ اس لئے اس دور کی تاریخ کا ایک ایک واقعہ بسند قلمبند کیا گیا ہے، وہ عام تاریخ کی طرح نہیں کہ جس میں سند کا التزام نہیں ہوتا۔ بلکہ محض وقائع نگاروں کے قلم کی مرہون منت ہوتی ہے۔ طبقات صحابہ و تابعین پر بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں، سارے علم اسماء الرجال کا دارو مدار ان ہی کتب طبقات پر ہے۔ اگر یہی کتابیں بے اعتبار ٹھیریں تو پھر حدیث کی ساری کتابوں کو دریا برد کرنا پڑیگا۔ کیونکہ ان کی صحت و ضعف کا دارو مدار ان ہی کتب طبقات پر ہے کہ ان ہی کتب میں راویوں کے احوال مذکور ہیں اگر یہی بے اعتبار قرار پائیں تو پھر یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص صحابی ہے اور فلاں نہیں، اور فلاں تابعی ہے اور فلاں نہیں، اور فلاں سچا اور لائق اعتبار تھا اور فلاں کذاب اور دجال، جبکہ یزید جیسے خلیفہ عادل کا ان کتابوں میں حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا اور فیصلہ کر دیا گیا کہ "وہ اس کا اہل ہی نہیں کہ اس کی کوئی روایت قبول کی جائے"۔ چنانچہ حدیث کی تمام کتابیں اس کی روایت سے یکسر خالی ہیں اور اگر کہیں ایک آدھ روایت کسی نے درج بھی کی تو علم اسماء الرجال نے یزید کی نااہلی کا فیصلہ کر کے اس کی روایت کو مردود کر دیا۔ غرض سارے محدثین نے اس غریب سے بالکلیہ قطع تعلق کر لیا اور نہ صرف محدثین بلکہ علمائے ملت کے تمام طبقوں میں خواہ وہ مفسرین ہوں یا متکلمین، فقہا ہوں یا صوفیا اس خلیفہ عادل اور صالح مسلمان کو بار نہیں۔ اور یہ تو صرف ایک بیچارے یزید کے ساتھ ہوا معلوم نہیں اور اس جیسے کتنے صالحین ہوں گے جو اس ظلم کی چکی میں پس چکے ہوں گے اور ہم ان کو صالحین کی فہرست سے خارج کر کے زمرۂ شیاطین میں شمار کرتے ہوں گے اور جس طرح یزید کا تاریخ اسلام نے حلیہ بگاڑا ہے اور اسے ایک ظالم سفاک فاسق و فاجر کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ مسلمانوں کے اسماء الرجال، ان کی تاریخ اور کتب حدیث و طبقات نے کسی شیطان مجسم کو اس کا

نقش و نگار ٹھیک کرکے ہمارے سامنے اس کو ولی اللہ کے روپ میں پیش کردیا ہوا ہے صحابی، تابعی اور خلیفہ راشد بنادیا ہو کیونکہ جب یزید کے ساتھ ایسا ظلم و ستم تاریخ کے ہاتھوں ہوا تو پھر دوسروں پر کیوں نہیں ہوسکتا۔ اور یہ مان لینے کے بعد پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی تاریخ سے ہاتھ دھو کر خود اسلام کے اثر پر کلام کیا جائے اور اس کی ساری تعلیم کو غیر محفوظ قرار دیا جائے، یہی منکرین حدیث کی اصل غرض و غایت اور ملحدین کا اصل مشغلہ ہے۔ کمیونسٹ اس کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں افتراق اور اشتعال پیدا ہو کر قتل و قتال کا بازار گرم ہو۔ افسوس ہے کہ بعض نادان مولوی جن کو تاریخ کا سرے سے ذوق نہیں ان بے دینوں کی اس سازش کا شکار ہو کر یزید کی حمایت میں سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ اور اس طرح گویا خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

محمود احمد عباسی اس فتنہ کا سربراہ ایک ناخدا ترس اور دین بیزار آدمی تھا جس زمانہ میں وہ چینی سفارت خانہ میں ملازم تھا اس نے اس فتنہ کی داغ بیل ڈالی۔ اور اب رفتہ رفتہ یہ فتنہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس فتنہ میں مبتلا لوگوں کی جرأت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ آئے دن عباسی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" سے کچھ شبہات نقل کرکے اہل علم کو استفتاء کی صورت میں بھیجتے رہتے ہیں چنانچہ یہ بارہ شبہات بھی اس کی کتاب سے نقل کرکے "بشارت مغفرت کے امین حضرت یزید بن معاویہؓ سے متعلق ایک اہم استفتاء اور اس کا جواب" کے نام سے ایک کتابچہ کی شکل میں پہلے مجلس عثمان غنیؓ کراچی نے شائع کیے اور بعد کو "انجمن تحفظ ناموس صحابہ لاہور" نے پھر کسی صاحب نے اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کرکے "مدرسہ عربیہ علامہ بنوری ٹاؤن" کے "دارالافتاء" میں استفتاء کی شکل میں پیش کردیے اور جواب کے طالب ہوئے۔

حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان شبہات کا تحقیقی جواب لکھنے کی توفیق بخشی۔ ہماری اس کاوش سے اگر کسی ایک مسلمان کا بھی ذہن ان شبہات کے خس و خاشاک سے پاک ہوگیا تو ہماری دلی مراد بر آئی اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

یزید کی شخصیت کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ علماء اہل سنت میں اس پر تو اتفاق ہے کہ وہ فاسق و ظالم تھا، البتہ اختلاف ہے تو اس بارے میں ہے کہ اس کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں اور اس پر لعنت کرنا روا ہے یا اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ اب ایسے شخص کو جنتی بتانا اور اس کی تعریف کے گن گانا ضلالت نہیں تو اور کیا ہے۔

اب پہلے قلمی استفتاء کی پوری عبارت ملاحظہ فرمایئے اور اس کے بعد بالتفصیل نمبروار ہر سوال کا جواب پڑھتے جایئے۔ واللہ الہادی۔

محمد عبدالرشید نعمانی
۶ صفر المظفر [illegible] شب جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مندرجہ ذیل حقائق پر مبنی نظریات رکھتا ہے۔

اوّل:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ مدینۃ الروم قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والے لشکر کے لئے مغفرت ہے اور امیر یزید مرحوم اس لشکر کے کمانڈر تھے لہٰذا اس مغفرت میں وہ بھی شریک ہیں۔

(الف) قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلُ جیشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مغفور لھم۔[1]

(ب) قال محمود بن الربیع فحدثتھا قوما فیھم ابو اَیُّوب الانصاری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوتہ التی تُوُفِّیَ فیھا ویزید بن مُعَاوِیَۃَ عَلَیْھِمْ بِاَرْضِ الرُّوْمِ۔[2]

دوم:۔ بہت سے صحابہ کرام نے امیر یزید مرحوم سے بیعت خلافت کی اور اس پر قائم رہے منجملہ اُن کے (۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۳) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ (۴) حضرت نعمان بن بشیرؓ (۵) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۶) وغیرہم۔ اگر امیر یزید کافر یا فاسق و فاجر اور شرابی و زانی اور دشمن دین ہوتے تو یہ حضرات صحابہ کرامؓ اُن کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے۔

---

[1] (بخاری شریف جلد ۱۔ ص ۴۱۰) [2] (بخاری شریف۔ ج ۱۔ ص ۱۵۸)

اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہؓ پر کفر و فسق نوازی اور فجور و بددینی کی سرپرستی و تعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا۔ اور یہ سراسر قرآن کریم کے بیان کردہ اس وصف کے خلاف ہے۔ جو جماعت صحابہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ۚ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ۔[1]

(ج) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے امیر یزید کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کی ہے۔ انا قد بایعنا ھذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ۔[2]

سوم:۔ حضرت محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی نے نہ صرف امیر موصوف کی بیعت کی۔ بلکہ اُن پر عائد کردہ الزامات شراب نوشی، ترک نماز، حدود الٰہی سے تجاوز کرنا وغیرہ الزامات کی پُرزور تردید فرمائی۔ کہ میں خود امیر یزید کے پاس رہا ہوں۔ لیکن میں نے ہمیشہ انھیں پابند نماز اور سنت رسول پر مضبوطی سے کاربند بھلائی اور مسائل فقہ کا جویاں پایا۔

(د) وَقَدْ حَضَرْتُہٗ وَاَقَمْتُ عِنْدَہٗ فَرَاَیْتُہٗ مُوَاظِبًا عَلَی الصَّلٰوۃِ مُتَحَرِّیًا لِلْخَیْرِ یَسْأَلُ عَنِ الْفِقْہِ مُلَازِمًا لِلسُّنَّۃِ۔[3] بلکہ آپ نے الزام لگانے والوں سے بحث و مناظرہ کیا۔

(ھ) لقد سئل محمد بن الحنفیۃ فی ذالک فامتنع من ذالک اشد الامتناع وناظرھم فی یزید ورد علیھم ما اتھموہ من شرب الخمر وترکہ بعض الصلوات۔[4]

چہارم:۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی۔ اول تو ان کے لئے دعا کی اور پھر امیر یزید کو آپ کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اس کے ساتھ ہی امیر یزید کی

---

[1] سورۃ حجرات، پارہ ۲۶ [illegible] [2] بخاری شریف، جلد ۲، صفحہ ۱۰۵۳

[3] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ صفحہ ۲۳۳۔ بحوالہ المنتقی۔ صفحہ ۲۸۱

[4] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ صفحہ ۲۱۸

بیعت و اطاعت کا حکم فرمایا۔ اور خود بھی بیعت میں داخل ہو گئے۔

(و) وان ابنه یزید لمن صالحی امته فالزموا مجالسکم واعطوا اطاعتکم وبیعتکم یعنی فبایع[1]

پنجم: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں امیر یزید مرحوم و مغفور کا ذکر زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرے میں بیان فرمایا ہے۔ جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور امیر یزید کے خطبے کے چند جملے بھی نقل کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان لوگوں کو شرم دلائی ہے جو آپ پر شراب نوشی اور فسق و فجور وغیرہ کا اتہام لگاتے ہیں

(ز) وهذا یدل علی عظیم منزلته عنده حتی یدخله فی جملة الزهاد من بعد الصحابة وان تابعین یقتدی بقولهم ویرعوی من وعظهم ونعم وما ادخله الا فی جملة الصحابة قبل ان یخرج الی ذکر التابعین فاین هذا من ذکر المؤرخین له فی الخمر وانواع الفجور الا یستحیون[2]

ششم:۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ امیر یزید نے نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر راضی تھے۔ جو شخص ان پر الزام لگائے۔ وہ حد درجہ ابلہ و احمق ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ امیر یزید پر رحمۃ اللہ علیہ کہنا صرف جائز نہیں۔ بلکہ مستحب ہے۔ اور چونکہ مومن تھے۔ اس لئے ہر نماز میں مومنین کی مغفرت والی دعا میں شامل ہیں۔

(ح) واما الترحم علیه فجائز بل هو مستحب بل هو داخل تحتونا فی کل صلوة اللهم اغفر للمؤمنین والمؤمنات فانه کان مؤمنا والله اعلم کتبه الغزالی[3]

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۳۔

[2] العواصم من القواصم صفحہ ۲۳۲-۲۳۳۔

[3] تاریخ ابن خلکان جلد ۱۔ صفحہ ۴۶۵۔

ہفتم:۔ امیر یزید سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن جعفر طیارؓ کے داماد ہیں۔ کیونکہ سیدہ ام محمد بنت عبد اللہؓ بن جعفر ان کے نکاح میں تھیں۔ اس رشتے سے آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے داماد ہوتے ہیں[1]

ہشتم:۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی سیدہ ام مسکینؓ بنت عاصم بھی امیر موصوف کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ اس رشتہ سے آپ خلیفہ دوم کے پوتے داماد ہوتے ہیں۔[2]

نہم:۔ سیدنا علیؓ بن حسینؓ المعروف بہ زین العابدینؒ کربلا کے واقعہ میں موجود تھے۔ وہاں سے دمشق گئے۔ اور امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ بلکہ واقعہ کربلا سے تین برس بعد واقعہ حرہ کے موقع پر امیر یزید کا حسنِ سلوک دیکھ کر ان کے حق میں ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ امیر المومنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے۔[3]

دہم:۔ واقعہ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اموی سادات میں ہوتی رہیں۔ اور ان کی ان میں جس کے ثبوت سے کتب تواریخ وانساب پُر ہیں۔

یازدہم:۔ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفہ کے ان شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو امیر یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا۔ جن کے نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوئے۔ اور کبھی جنگ جمل اور صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی توہین و تحقیر سے بھی انہیں کے نامۂ اعمال سیاہ اور دامن داغدار ہیں۔ اور جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو تقریباً چار ماہ کی مسلسل کوشش بصورت خطوط و وفود کی بھرمار سے یہ باور کرا دیا کہ

---

[1] جمہرۃ الانساب ابن حزم۔ [2] انساب الاشراف۔ کتاب المعارف۔ [3] البدایہ، طبقات ابن سعد

امیر یزید امت کے متفق علیہ خلیفہ نہیں۔ بلکہ ملت کی معتد بہ جماعت ان کی خلافت سے مطمئن نہیں۔ تو آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا ارادہ فرمایا۔ (۱) سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ (۲) عبد اللہ بن عمر ؓ (۳) عبد اللہ بن جعفر ؓ۔ (۴) جابر بن عبد اللہ ؓ (۵) ابو واقد اللیثی ؓ (۶) محمد بن الحنفیہ ؓ وغیرہم حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس ارادہ سے منع فرمایا۔ کہ وہ ایسا ہرگز نہ کریں۔ اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والے کوفیوں کی بات مان کر امت میں افتراق وانتشار کی راہ نہ کھولیں۔ اور اپنے آپ کو اس ہلاکت انگیز اقدام سے باز رکھیں۔ لیکن افسوس کہ آپ نے کسی کی نہ مانی۔ اور کوفیوں کے خطوط اور وفود اور ان کی طلب پر کوفہ روانہ ہوگئے۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان مدعیان وفاداری نے دغا کیا۔ جو مذکورہ حضرات نے ماضی کی تاریخ کے پیش نظر آپ کو روکتے ہوئے کہا تھا۔ جب آپ نے جان لیا۔ کہ امیر المومنین یزید کی بیعت پر تمام امت وملت متفق ہے جس کے فیصلے کا ابطال ممکن نہیں۔ تو آپ اپنے ارادے سے دست بردار ہوگئے اور پہلے موقف سے رجوع فرما کر فوج کے افسر عمر بن سعد کے ذریعہ گورنر کوفہ کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں۔

اوّل:۔ مجھے واپس جانے دیا جائے۔

دوم:۔ اسلامی سرحد پر جہاد کے لئے بھیج دیا جائے۔

سوم:۔ یا پھر مجھے دمشق بھیج دیا جائے۔ تاکہ میں اپنے ابن عم (چچازاد بھائی امیر یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر معاملہ کو اس طرح طے کرلوں۔ جس طرح میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

فاضع یدی فی یدہ؎

دوازدہم:۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کو بغاوت کا نام دینا

؎ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۳۵، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۷۵، ابن اثیر، ج ۳، ص ۲۸۳، الاصابہ لابن حجر۔ ص ۱۷، تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۳۰، راس الحسین لابن تیمیہ ص ۲۰۷ وغیرہم

مناسب نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اجتہادی سیاسی غلطی تھی جس کا صدور ہر بڑے سے بڑے شخص سے ہوسکتا ہے۔ اور اس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور ان کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سوائے آپکے خاندان کے چند نفوس کے کسی صحابی نے اس خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ اس وقت ہر شہر میں خاصی تعداد اصحاب کرام کی موجود تھی اور اسی لئے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حقیقت کھلنے پر امیر یزید کی بیعت خلافت کا اعلان فرما کر یکسوئی اختیار فرمائی۔ اب یہ کوئی سبائیوں کی سوچی سمجھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے صلح کو پامال ہونے دیا۔ اور امت کو اس عظیم سانحہ اور مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اب قیامت تک شاید ہی اس سے چھٹکارا مل سکے۔ الحاصل ان تمام امور کو دیکھتے ہوئے۔ امیر یزید مرحوم پر لعن وطعن کرنا۔ یا ان کی تکفیر وتفسیق کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اور نہ ہی انہیں واقعہ کربلا کا ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس عظیم سانحہ جانکاہ کی واحد ذمہ دار کوفہ کی وہ سبائی پارٹی ہے۔ جن پر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مشفقین اور محبین کے خیر خواہانہ مشورے چھوڑ کر اعتماد کیا۔ اب

سوال:۔ یہ ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست یا غیر درست ہیں۔ قطع نظر غیر مستند تاریخی روایات کے کیا یہ مذکورہ امور بالا اپنی جگہ ناقابل انکار حقائق ہیں یا نہ۔

سوال:۔ ایسے نظریات رکھنے والے شخص کی تکفیر یا تفسیق وتضلیل جائز ہے یا نہ۔

سوال:۔ اگر کوئی شخص ان امور کو اسلاف کرام پر زبان درازی کئے بغیر درست مانتا ہو۔ تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

سوال:۔ معلوم ہوا ہے۔ اسی استفتاء کا جواب مذکورہ بالا امور کی تائید میں ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ میں دار العلوم کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی ماتحتی میں دیا جاچکا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ بینوا بالدلائل القطعیہ وتوجروا بالاجر العظیم۔ فقط والسلام

ابو الارشد محمد اسمٰعیل جاردی، خطیب جامع مسجد مدینہ طیبہ
سیکٹر بی ۔ ۱۵، کورنگی نمبر ۵، کراچی۔
۲۴ صفر المظفر ۱۴۰۰ ہجری ۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

استفتاء کا اجمالی جواب

اہل عدل سے محبت اور اہل جور سے بغض اہلسنت کا طریقہ ہے

امام الطحاویؒ نے فقہائے ملت امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے عقائد کو ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ جو "عقیدۃ الطحاویہ" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ یہ رسالہ مصر اور ہندوستان میں بار ہا طبع ہو چکا ہے۔ اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ اور مملکت سعودیہ میں داخل درس بھی ہے۔ اس میں ان حضرات ائمہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے۔

ونحب أهل العدل والامانة	اور ہم اہل عدل و امانت سے محبت کرتے ہیں۔
ونبغض أهل الجور والخيانة[1]	اور اہل جور و خیانت سے بغض رکھتے ہیں۔

یہ وہ عقیدہ ہے۔ جس کے بارے میں حدیث پاک میں تصریح ہے۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ	جس نے اللہ کے لیے محبت رکھی اور اللہ ہی کے لیے بغض
وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ	رکھا اور اللہ ہی کے لیے دیا۔ اور اللہ ہی کے لیے روکا
اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ[2]	اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔

اسی ہدایت کے مطابق "عقیدہ طحاویہ" میں یہ بھی مصرح ہے۔ کہ

وَمَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِي اَصْحَابِ	جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وازواجه	آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد کے بارے میں
وذرياته فقد برئ من النفاق[3]	اچھی رائے رکھے وہ نفاق سے بری ہے۔

---

[1] ص ۹ طبع دیوبند
[2] مشکوۃ شریف، ج ۱، ص ۱۴
[3] ص ۹

اجمالی جواب اب سائل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے مابین جھگڑا کر کے جو بارہ سوالات قائم کیے ہیں۔ اور پھر ان کو حقائق کا نام دے کر پوچھا ہے کہ امیر یزید پر لعن وطعن کرنا درست ہے یا نہیں؟

اس کے بارے میں اجمالی جواب تو یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور جملہ اہل بیت نبوی سے محبت رکھنا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنا تقاضائے ایمانی ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ اجل عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تکمیل الایمان" میں جو عقائد پر ان کی مشہور تصنیف ہے۔ فرماتے ہیں۔

وفاطمة سيدة نساء أهل الجنة والحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة	اور حضرت فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں۔
ما ایں مسئلہ را علیحدہ در عقائد ذکر کردہ ایم از جہت قطعیت وے برغم ہمیں ناداناں کہ قطعیت بشارت را مخصوص بعشرہ مبشرہ دانند و ہمچناں کہ علماء برغم رفضہ اہتمام بشان عشرہ کردہ بہ تخصیص ذکر کردہ اند۔ اگر برغم ناصبیہ اہتمام بذکر ایں سہ تن پاک و ذکر فضائل اہل بیت نبوت کنند نیز مناسب باشد[1]	ہم نے اس مسئلہ کو اس کے قطعی ہونے کی بنا پر مستقل طور سے عقائد میں ذکر کیا ہے۔ ان نادانوں کے علی الرغم کہ جو صرف عشرہ مبشرہ کے بارے میں جنتی ہونے کی بشارت کو قطعی سمجھتے ہیں۔ اور جس طرح کہ علماء نے روافض کے علی الرغم عشرہ مبشرہ کے اہتمام شان کے پیش نظر بالتخصیص ان کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اگر نواصب کے علی الرغم ان تینوں حضرات کے بھی ذکر کا اہتمام ہو اور اہل بیت نبوت کے فضائل بھی ذکر کریں تو یہ بھی مناسب ہوگا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "التفہیمات الالہیہ" میں عقائد اہل سنت والجماعت پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے۔ جس میں

---

[1] ص ۶۶ ۔ ۶۷ طبع مجتبائی دہلی۔

وہ فرماتے ہیں۔

ونشهد بالجنة والخير للعشرة المبشرة وفاطمة وخديجة وعائشة والحسن والحسين رضي الله عنهم ونوقرهم ونعترف بعظم محلهم في الاسلام[1]

اور ہم جنت اور خیر کی شہادت دیتے ہیں۔ حضرات عشرۂ مبشرہ و حضرت فاطمہؓ اور حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے حق میں۔ اور ان کی توقیر کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا بلند رتبہ ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور یزید سے محبت نہ رکھنا۔ اور اس کے بُرے اعمال سے نفرت کرنا۔ یہ بھی ایمان ہی کا مقتضیٰ ہے اور اہل سنت کا اسی پر عملدرآمد ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تکمیل الایمان" میں یزید کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وبالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد ما، وکارہا کہ ایں بدبخت وبے سعادت درین امت کردہ ہیچ کس نہ کردہ۔ بعد از قتل امام حسین واہانت اہل بیت لشکر بتخریب مدینہ مطہرہ وقتل اہل آنجا فرستادہ وبقیہ از صحابہ وتابعین را امر بقتل کردہ وبعد از تخریب مدینہ امر بانہدام مکہ معظمہ وقتل عبداللہ بن زبیرؓ کردہ ودرہمیں اثنائے ایں حالت از دنیا بجہنم شتافت۔ ودیگر احتمال توبہ ورجوع اورا خدا داند۔ حق تعالیٰ دلہائے ما وتمام مسلمانان را از محبت وموالات وے واعوان وانصار وے وہرکہ اہل بیت نبوی بد بودہ وبد اندیشیدہ وحق ایشاں را پامال کردہ وبا ایشاں براہ محبت وصدق عقیدت نیست وبودہ نگہدارد وما را ومحبان ما را در زمرۂ محبان ایشاں محشور گرداند۔ ودر دنیا وآخرت بر دین وکیش ایشاں دارد، بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد بمنہ وکرمہ وہو قریب مجیب آمین[1]

اور مختصر یہ کہ وہ ہمارے نزدیک تمام انسانوں میں مبغوض ترین ہے۔ جو کام کہ اس بدبخت محروم نے اس امت میں کئے ہیں کسی نے نہیں کئے۔ حضرت امام حسینؓ کو قتل کرنے اور اہل بیت کی اہانت کے بعد اس نے مدینہ پاک کو تباہ و برباد کرنے اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کیلئے لشکر بھیجا۔ اور جو صحابہ اور تابعین وہاں باقی رہ گئے تھے۔ ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر اسی اثناء میں جبکہ وہ معصیت کی حالت میں تھا۔ دنیا سے جہنم میں چلا گیا۔ باقی رہا یہ احتمال کہ شاید اس نے توبہ و رجوع کر لیا ہو۔ یہ خدا جانے۔ حق تعالیٰ ہمارے اور سب مسلمانوں کے دلوں کو اس کی اور اس کے اعوان و انصار کی محبت اور دوستی سے بلکہ ہر اس شخص کی محبت اور دوستی سے کہ جس کا اہلبیت نبوی سے برا برتاؤ رہا ہو یا جس نے بھی اُن کے حق میں برا سوچا۔ اور اُن کے حق کو پامال کیا۔ نیز جس کو بھی ان کے ساتھ محبت اور صدق عقیدت نہیں ہے۔ یا نہیں تھی۔ ان سب کی محبت اور دوستی سے محفوظ رکھے۔ اور ہمارا اور ہم سے محبت رکھنے والوں کا ان حضرات کے محبین میں حشر فرمائے۔ اور دنیا و آخرت میں ان ہی حضرات کے دین و مذہب پر رکھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد امجاد کے طفیل اپنے فضل و کرم سے ہماری یہ دعا قبول فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قریب ہے۔ اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ آمین۔

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "حجۃ اللہ البالغہ" کے "مبحث فتن" میں حدیث "ثمّ ینشأ دعاۃُ الضلال" کہ پھر گمراہی کی طرف دعوت دینے والے پیدا ہونگے) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ودعاۃ الضُّلال یزید بالشام ومختار بالعراق۔

اور ضلالت کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے۔

---

[1] ج ۱، ص ۱۴۰ شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل (سورت) بھارت مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور ۱۳۵۵ھ

[1] ص ۱۱ طبع مجتبائی دہلی

اور بحث مناقب میں فرماتے ہیں۔

ومن القرون الفاضلة اتفاقاً من هو منافق أو فاسق ومنها الحجاج و يزيد بن معاويه ومختار

اور قرون فاضلہ یعنی ان صدیوں میں بھی کہ جن کی فضیلت حدیث میں وارد ہے۔ بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے کہ جو منافق یا فاسق تھے۔ اور انہی میں حجاج اور یزید بن معاویہ اور مختار کا شمار ہے۔

یہ تو ہوا اجمالی جواب۔ اور اب تفصیل سے نمبر وار اپنے شبہات کے جوابات ملاحظہ کیجئے۔

ناصبیوں کے شبہات کے تفصیلی جوابات

پہلا شبہ

جو مستفتی کو پیش آیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جنگ "قسطنطنیہ" کے سلسلہ میں بخاری شریف میں حسب ذیل دو روایتیں مذکور ہیں۔

(الف) اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم.

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا۔ اس کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

(ب) قال محمود بن الربیع فحدثتها قوما فیهم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوة التی توفی فیها ویزید بن معاویه علیهم بارض الروم.

محمود بن ربیع کا بیان ہے۔ کہ میں نے اس کا ذکر کچھ لوگوں کے سامنے کیا۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے۔ یہ اس غزوہ کا واقعہ ہے۔ کہ جس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی وفات ہوئی۔ اور یزید بن معاویہ، روم میں اس وقت فوج کا امیر تھا۔

غرض یزید جس لشکر کا کمانڈر تھا۔ اس لشکر کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر مستفتی دوسری حدیث پر غور کرے۔ تو سرے سے یہ اشکال ہی پیش نہ آتا۔ کیونکہ اسی حدیث میں یہ بھی وارد ہے۔ کہ

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فان الله قد حرم علی النار من قال لا اله الا الله یبتغی بذالك وجه الله.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر دوزخ کو حرام کردیا ہے۔ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے "لا الہ الا اللہ" کہا۔

اب ظاہر ہے۔ کہ یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔ کہ صدق دل سے "لا الہ الا اللہ" کہنے کے بعد اس کے تقاضے بھی پورے کرے۔ یہ نہیں کہ بس ایک مرتبہ اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ تو سو خون معاف ہو جائیں۔ اب جو چاہے کرتا پھرے۔ تعجب ہے کہ مستفتی نے یزید کی منقبت میں اس حدیث کو کیوں نہیں پیش کیا۔ حالانکہ غزوہ قسطنطنیہ کی حدیث میں تو صرف "مغفور لہم" کے الفاظ ہیں۔ اور اس حدیث میں صراحتاً دوزخ کے حرام ہونے کی تصریح ہے۔ پس جو تاویل یا تشریح حدیث مذکورہ (ب) کی ہوگی۔ وہی تشریح حدیث مذکورہ (الف) کی ہونی چاہیئے۔

احادیث کے تتبع سے پتہ چلتا ہے۔ کہ بہت سے اعمال خیر پر مغفرت کی بشارت ہے۔ اور اس کا مطلب آج تک کسی عالم کے ذہن میں یہ نہیں آیا۔ کہ بس اس عمل خیر کے بعد جنتی ہونا لازمی ہے۔ اور اب ظلم کی کھلی چھٹی ہے۔ جو چاہے کرے جنت اس کے لئے واجب ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کسی شخص کا نام لیکر اُسے جنتی کہنا اور بات ہے۔ اور کسی عمل خیر پر جنت یا مغفرت کی بشارت دینا الگ چیز ہے۔ حضرات عشرہ مبشرہ اور سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کا نام لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اُن کو جنتی فرمایا ہے۔ لیکن یزید کا نام لیکر اس کو جنتی ہونے کی بشارت کہیں نہیں دی گئی۔ کسی روایت کے عموم میں داخل ہونا اور چیز ہے۔ اور کسی بشارت میں مخصوص طور پر نامزد ہونا اور بات ہے۔ بیشک اس حدیث میں غازیانِ مدینہ قیصر کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔ جیسا کہ غازیانِ ہند کے لئے۔ لیکن اس سے ہر فرد کا اس وقت تک جنتی ہونا لازم نہیں آتا جب تک کہ اس کی زندگی اعمالِ خیر پر ختم نہ ہو۔ یہ صحیح ہے یزید غزوۂ قسطنطنیہ میں شریک ہوا۔ لیکن اس غزوہ میں شرکت کے بعد جب اس کو اقتدار نصیب ہوا تو اس کے بیشتر اعمال ایسے تھے جو لعنت ہی کے موجب تھے۔

البتہ خود یزید نے اپنی خوش فہمی سے حدیث کا یہی مطلب سمجھا تھا کہ جب کلمہ طیبہ پڑھ لیا گیا۔ تو پھر گناہوں کی کھلی چھٹی ہے۔ اور جس طرح کفر کے بعد کوئی طاعت مقبول نہیں۔ اسی طرح ایمان کے بعد پھر کوئی معصیت مضر نہیں ہوتی۔ یہی "مرجئہ" کا مذہب۔ جو ایک گمراہ فرقہ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں جہاں مسند احمد کی یہ دو روایتیں نقل کی ہیں۔

(۱) یزید بن معاویہ اس لشکر کا امیر تھا۔ جس کے غازیوں میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ اور جب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا۔ تو یزید ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ "جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو میرا سلام کہنا۔ اور ان کو یہ بتا دینا۔ کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا ہے۔ کہ

من مات لا یشرک باللہ	جس شخص کی موت اس حال میں واقع ہو کہ وہ خدا
شیئا دخل الجنۃ	کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو جنت میں داخل ہوگا

دوسری روایت میں ہے۔ کہ حضرت ممدوحؓ نے وفات کے وقت فرمایا۔

قد کنت کتمت عنکم شیئا	میں نے تم سے ابھی تک ایک حدیث چھپا رکھی تھی۔

سمعتہ من رسول اللہ صلی	جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی۔ میں نے
اللہ علیہ وسلم سمعتہ یقول	آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ اگر تم گناہ نہ کرتے ہوتے
لولا انکم تذنبون لخلق اللہ	تو البتہ حق تعالیٰ ایسی قوم پیدا کرتا کہ جو گناہ کرتی
قوما یذنبون فیغفر لھم	اور پھر حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

وہاں ان دونوں حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ھذا الحدیث والذی قبلہ	یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث جو گزری۔
ھو الذی حمل یزید بن	اسی نے یزید بن معاویہ کو ارجاء کی طرف ڈال دیا۔
معاویۃ علی طرف من الارجاء	اور اسی کے باعث اس نے ایسے بہت سے کام کئے
ورکب بسببہ افعالا کثیرۃ	جن کی بنا پر اس پر نکیر کی گئی۔ جیسا کہ ہم اس کے
انکرت علیہ کما سنذکرہ	تذکرہ میں عنقریب ذکر کریں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ
فی ترجمتہ واللہ تعالیٰ اعلم	خوب جانتا ہے۔

اب اگر سائل بھی یزید کی طرح اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور مرجئہ کے مذہب میں داخل ہے۔ تو اس کو دوسری حدیث بھی یزید کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ کہ چونکہ وہ کلمہ گو تھا۔ اس لئے ایمان لانے کے بعد اب کسی گناہ پر اس کی پکڑ نہیں ہو سکتی۔ سب گناہ معاف ہیں۔ شیعانِ بنی امیہ کا بھی یہ مذہب تھا کہ "امام اور خلیفہ کے حسنات مقبول ہیں۔ اور گناہ سب معاف۔ اس کی اطاعت طاعت و معصیت دونوں میں واجب ہے": اور اگر سائل اہل سنت میں داخل ہے تو جو تاویل اس حدیث کی ہوگی۔ وہی حدیث غزوہ قسطنطنیہ کی ہوگی۔

پھر حدیث اوّل میں غور کرنے کی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جہاد کیلئے تصحیح نیت ضروری ہے۔ یعنی جو جہاد بھی کیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو۔ اور اپنے ذوق و شوق سے ہو۔ یہ نہیں کہ دوسرے کے دباؤ میں آکر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہو جائے۔ اور صرف

ـه ج ۸، ص ۵۹

امارت کے خیال سے روانہ ہو جائے۔ یزید کے ساتھ بھی یہی صورت ہوئی۔ کہ وہ اگرچہ جہاد میں شریک ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ اور جہاں تک بن سکا۔ اس نے ٹال مٹول کی کوشش کی۔ بلکہ جب مجاہدین کرام محاذ پر تھے۔ اور وہاں مختلف قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے تھے۔ وبا اور قحط میں مبتلا تھے۔ تو یہ بڑے ٹھاٹھ سے اپنے عشرت کدہ میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا۔ اور مجاہدین کا مذاق اڑا رہا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر بجبر اس کو محاذ پر روانہ کیا۔ اس سارے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون ج ۳، ص ۲۰، ۱۰ اور کامل ابن اثیر میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ مورخ ابن الاثیر ۴۹ھ کے واقعات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

في هذه السنة وقيل سنة خمسين سير معاوية جيشا كثيفا الى بلاد الرُّوم للغزاة وجعل عليهم سفيان بن عوف وامر ابنه يزيد بالغزاة معهم فتثاقل واعتل فامسك عنه ابوه فاصاب الناس في غزاتهم جوع ومرض شديد فانشد يزيد يقول۔

ما ان ابالي بما لاقت جموعهم بالغذقذونة من حمّى ومن موم

اور اسی سن میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سن ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد کیلئے ایک بڑا بھاری لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا۔ اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوفؓ کو مقرر کیا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیل حکم میں گرانی محسوس کی اور بہانہ کر دیا بیماری کا اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اس کو سبکدوش کر دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید بخار کا شکار ہو گئے تو یزید نے شعر کہے: مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ غذقذونہ (روم میں مسلمانوں کا فوجی کیمپ) میں مسلم مجاہدین کے دستہائے فوج کو بخار اور چیچک کا سامنا ہے

---

[1] قسطنطنیہ کے قریب وجوار میں ایک مقام کا نام تھا۔

اذا اتكأت على الانماط مرتفقا بدير مرّان عندي ام كلثوم

وام كلثوم امرأته هي ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاوية شعره فاقسم عليه ليلحقن بسفيان في ارض الروم ليصيبه ما اصاب الناس فسار ومعه جمع كثير اضافهم اليه ابوه وكان في هذا الجيش ابن عباس وابن عمر وابن الزبير وابو ايوب الانصاري وغيرهم وعبد العزيز بن زرارة الكلابي فاوغلوا في بلاد الروم حتى بلغوا القسطنطينية [1]

جبکہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں۔ اور میرے ساتھ ام کلثوم ہے۔

ام کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہؓ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے اس کو قسم دے کر تاکید کی کہ اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا۔ تو اس کے والد ماجد نے ایک بڑا لشکر اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا۔ اسی لشکر میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابو ایوبؓ انصاری وغیرہ بھی تھے۔ اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی بھی۔ چنانچہ یہ لوگ بلاد روم میں گھستے چلے گئے تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔

یہ ہے یزید کے غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کی حقیقت۔ واقعہ یہ ہے کہ یزید پرلے درجے کا شکاری، شعر و شاعری، غنا اور موسیقی کا متوالا تھا۔ وہ جہاد کے جھنجھٹ میں نہ اپنے والد ماجد کی زندگی میں پڑنا چاہتا تھا۔ اور نہ اپنے ایام خلافت میں۔ چنانچہ عہد خلافت کے سنبھالنے پر سب سے پہلا خطبہ جو اس نے دیا۔ وہ یہ تھا۔

ان معاوية كان يغزيكم في

بیشک معاویہؓ تم کو بحری جہاد کی مہم

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ۳، صفحہ ۱۸۱، ۱۸۳۔

البحر وانی لست حاملا احدا من المسلمین فی البحر وان معاویة کان یشتیکم بارض الروم ولست مشتیا احدا بارض الروم ۔ وان معاویة کان یخرج لکم العطاء اثلاثا وانا اجمعه لکم کله[1]

بھیجا کرتے تھے۔ مگر میں کسی مسلمان کو بحری مہم پر بھیجنے والا نہیں۔ اور بے شک معاویہ تم کو موسم سرما میں جہاد پر روانہ کیا کرتے تھے مگر میں کسی کو سردیوں میں روم کی سرزمین پر جہاد کرنے کے لئے نہیں بھیجوں گا اور بے شک معاویہ تمہیں تمہارا وظیفہ سال میں تین قسطوں میں دیا کرتے تھے۔ میں تم کو اکٹھا یکبارگی دیا کروں گا۔

بس پھر کیا تھا، یہ خوشخبری سن کر حاضرین دربار یزید سے اس حال میں لوٹے وهم لا یفضلون علیه احدا[2] وہ یزید سے بڑھ کر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یزید کی شرکت غزوہ قسطنطنیہ میں کس بنا پر تھی۔ تاہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ وہ خالصتاً مخلصاً اپنے شوق سے بغیر اپنے والد ماجد کے حکم کے اس غزوہ میں شریک ہوا۔ تب بھی یہ بشارت حضرت انس

---

[1] البدایہ والنہایہ، جلد ۸، صفحہ ۱۴۳۔

[2] اس آخری جملہ پر حیات سیدنا یزید کے مصنف نے جو حاشیہ چڑھایا ہے پڑھنے کے قابل ہے لکھتے ہیں:

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ سیدنا یزید اپنے والد ماجد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد، امیر المومنین کی حیثیت سے پہلا خطبہ دے کر فارغ ہوئے تو اجتماع میں موجود صحابہ اور جمہور تابعین کی پسندیدگی کا یہ عالم تھا۔

فافترق الناس عنه وهم لا یفضلون علیه احدا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۴۳)

- لوگ تقریر سن کر ان کے پاس سے گئے۔ تو ان کا یہ حال تھا کہ وہ سیدنا یزید پر کسی دوسرے آدمی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔

اسلامی خلافت کے مرکزی شہر دمشق میں اس عظیم اجتماع کے موقع پر سیدنا یزید کے ساتھ عوام و خواص کی جانب سے پسندیدگی و عقیدت کا یہ اظہار صرف اس لئے نہ تھا کہ علم و عمل کے پیکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ابدی جدائی پر عالم اسلام کے تقاضے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ اعتماد و محبت کا مظاہرہ کرنے والے یہ وہ حضرات صحابہ و تابعین کرام تھے جنہوں نے بچپن سے لے کر جوانی کی موجودہ منزل تک امیر یزید کے شب و روز کو بچشم سر مشاہدہ کیا تھا وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ [illegible] ہوش سنبھالنے والا یہ باصلاحیت اور صاحب کردار نوجوان مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں دوسروں سے کہیں زیادہ قیادت و امارت کی ذمہ داریوں کے
(باقی آئندہ صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible] اہل ہونے کی استعداد رکھتا ہے انہیں سیدنا یزید کی شخصیت میں ایک ایسے قائد اور خلیفہ کی جھلک دکھائی دے رہی تھی جو فاروقی عزم و ارادہ کے ساتھ متعدد مرتبہ قائدانہ صلاحیت کے وہ جرأت آمیز نقوش ثبت کر چکا تھا جنہیں [illegible] نے مجبور کیا تمام معاصر حضرات کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سیدنا یزید کی خدمت میں عقیدت و محبت اور اعتماد کا یہ بے مثال نذرانہ پیش کریں کہ لا یفضلون علیه احدا۔ (ص [illegible] شائع کردہ مجلس عثمان غنی کراچی)

اللہ تعالیٰ ہی بچائے "مجلس عثمان غنی" کے ان محققین کو، ان کی نادر تحقیق کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ جہاد کی معطلی پر بھی اپنے سید [illegible] پر کر صحابہ و تابعین کرام کی زبان سے نذرانہ عقیدت پیش کروا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غور فرمایئے! ہونا بھی یہی چاہیے سیدنا یزید کی مسخ شدہ شکل و صورت کو اپنی خود ساختہ خرافات کے رنگ و روغن سے آراستہ کر کے کس طرح لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یزید نے اپنے پہلے خطبہ میں بحری جہاد کو معطل کرنے کا اعلان کیا۔ سرمائی جہاد کو موقوف کیا۔ سرکاری خزانہ کو جو وظیفہ سال میں تین قسطوں میں دیا جاتا تھا اب اکٹھا دینے کا وعدہ کیا۔ ظاہر ہے ان انعامات پر یزید کے وفادار فوجی بھی خوشیاں مناتے کم نہیں۔ صحابہ کرام اور تابعین کو تو عبث بدنام کیا۔ وہ کب؟ ایسی معطلی پر یزید کی تعریف کر سکتے تھے۔ ان کے لئے تو یہ اعلان سوہان روح سے کم نہ ہوگا۔ یہ تعریف کرنے والے تو وہی لوگ تھے۔ جن کو [illegible] کھلا بل تھا۔ نہ انصار مدینہ کا سر قلم کرنے میں کوئی جھجک اور نہ حرمین شریفین کی عزت کو خاک میں ملانے [illegible] یزید پر تعریف کے ڈونگرے برسانے والے وہی دین فروش مسلمان نما تھے۔ جو سو سو دینار کے عوض بلکہ بعض روایات کے مطابق تو صرف چار اشرفیوں کے بدلے ۶۳ ہجری میں یزید کے حکم سے مسجد الرسول پر چڑھ دوڑے۔ اور تین دن تک اس پاک سرزمین پر قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا کہ بقیہ السیف صحابہ کرام و تابعین کی ایک عظیم جماعت تہ تیغ کر دی گئی۔ سارا شہر لوٹ کھسوٹ کر کے رکھ دیا۔ اور [illegible] بھی مشغول ہوا۔ اور کعبہ پر چڑھ دوڑے اس کا محاصرہ کیا۔ اور منجنیق سے اس پر گولہ باری کر کے [illegible] غلاف جلا دیا۔ یہ ہے اس کتاب کی تحقیق کا ایک نمونہ۔ یزید پلید جیسے مردود کو جو لوگ "سیدنا" لکھتے ہیں۔ ان سے سچ بولنے کی توقع ہی فضول ہے۔

غزوے کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ کہ پھر اس سے زندگی میں ایسے افعال سرزد نہ ہوئے ہوں کہ جن سے مغفرت کی بجائے اُلٹا لعنت خداوندی میں گرفتار ہو جائے۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے۔ کہ العبرة بالخواتیم۔ یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے۔

اسی لئے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "تراجم ابواب بخاری" میں فرمایا ہے۔ کہ

قوله "مغفور لهم" تمسك بعض الناس بهذا الحديث في نجاة يزيد لانه كان من جملة هذا الجيش الثاني بل كان رأسهم و رئيسهم على ما يشهد به التواريخ والصحيح انه لا يثبت بهذا الحديث الا كونه مغفوراً له ما تقدم من ذنبه على هذه الغزوة لان الجهاد من الكفارات وشأن الكفارات ازالة آثار الذنوب السابقة عليها لا الواقعة بعدها نعم لو كان مع هذا الكلام انه مغفور له الى يوم القيمة لدل على نجاته واذ ليس فليس بل امره مفوض الى الله تعالى فيما ارتكبه من القبائح بعد هذه الغزوة من قتل الحسين عليه السلام وتخريب المدينة والاصرار على شرب الخمر ان شاء عفا عنه و ان شاء عذبه كما هو مطرد في حق سائر العصاة على ان الاحاديث الواردة في شأن من استخف بالعترة الطاهرة والملحد في الحرم والمبدل للسنة تبقى مخصصات لهذا العموم لو فرض شموله لجميع الذنوب۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حدیث میں "مغفور لہم" فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا افسر و سربراہ تھا۔ جیسا کہ تاریخ شہادت دیتی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کیے تھے وہ بخش دیے گئے کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں بعد میں ہونے والے گناہوں کا اثر نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہوتا کہ قیامت تک کیلئے اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو بیشک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور اس غزوہ کے بعد جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے۔ یعنی حضرت حسینؓ کو قتل کرنا، مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا، شراب خواری پر اصرار کرنا۔ ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ وہ چاہے تو معاف کر دے۔ وہ چاہے تو عذاب دے۔ جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔ علاوہ ازیں وہ احادیث جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں۔ کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عترت طاہرہ کی ناقدری کرتے۔ اور حرم کی حرمت کو پامال کرتے اور سنت نبوی کو بدل ڈالتے ہیں۔ وہ سب حدیثیں بالفرض اس حدیث میں اگر "مغفرت عام" بھی مراد لی جائے۔ جب بھی اس کے عموم کی تخصیص کے لئے باقی رہیں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ درج ذیل ہے۔

ستة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبي مجاب، الزائد في كتاب الله، والمكذب بقدر الله تعالى والمتسلط بالجبروت فيعز بذلك من اذل الله۔ ويذل من اعز الله والمستحل لحرم الله۔ والمستحل

چھ شخص ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے۔ اور حق تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے۔ (۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنیوالا۔ (۲) تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنیوالا۔ (۳) جبر و زور سے تسلط حاصل کرکے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اُسے عزت بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے

؎ شرح تراجم ابواب البخاری (ص ۳۱ ، ۳۰) شائع کردہ محمد سعید تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

من عترتی ما حرم اللہ	اسے ذلیل کرنے والا (۵) حرم الٰہی کی حرمت کو پامال
والتارک لسنتی رت. ک	کرنے والا (۶) میری عترت کی جو حرمت اللہ تعالیٰ نے
عن عائشہ ک عن ابن عمرؓ	رکھی ہے، اس کو حلال کر دینے والا (۷) میری سنت کا
	تارک۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے حضرت
	حضرت عائشہؓ سے روایت کیا، نیز حاکم نے اسکو حضرت
	ابن عمرؓ کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔

اسی حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بھی "باب الایمان بالقدر" کی فصل ثانی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ

رواہ البیہقی فی المدخل و	اس حدیث کو بیہقی نے المدخل میں، اور رزین
رزین فی کتابہ ۔	نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

یہ تو نہیں معلوم کہ یزید تقدیر کا بھی منکر تھا۔ یا نہیں مگر باقی چاروں عیب اس میں موجود تھے۔

(۱) وہ دھونس دباؤ اور جبر و زور سے امت مسلمہ پر مسلط تھا۔ اہلبیت نبوی صحابہ کرام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معزز ترین خلائق ہیں۔ ان کی توہین و تذلیل کرنے میں اس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی مفسد اور شریر لوگ جنہوں نے حرمین محترمین پر چڑھائی کی۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ جیسے عبید اللہ بن زیاد، عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، مجرم بن عقبہ، حصین بن نمیر وغیرہ ایسے خبیث اور ظالم افراد اس کے نزدیک معزز و محترم تھے۔

(۲) اس نے حرم الٰہی کی حرمت کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا۔

(۳) عترت پیغمبر علیہ السلام کی عزت کو خاک میں ملایا۔ اور

(۴) تارک سنت تو تھا ہی۔

بہرحال یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید اس بشارت میں شامل تھا

لہ الفتح الکبیر فی ضم الزیادہ الی الجامع الصغیر از یوسف نبہانی ج ۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ مصر۔

جو غزوۂ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے حق میں وارد ہے۔ تب بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق زیادہ سے زیادہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ "اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے گئے تھے"۔ یہ غزوہ مؤرخین کے بیان کے مطابق سنہ ۴۹ھ یا بعض کی تصریح کے مطابق سنہ ۵۰ھ یا سنہ ۵۲ھ میں ہوا تھا۔ اس غزوہ کے بعد یزید تقریباً ۱۳-۱۴ سال تک زندہ رہا۔ اور اس مدت میں اس نے جو جو ریشہ دوانیاں کیں۔ اور جن جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے۔ ان میں اس کی مے نوشی، شہدائے کربلا کا بے دردانہ قتل، مدینہ منورہ کی تاراجی لوٹ مار اور وہاں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام اور پھر حرم بیت اللہ پر اس کی فوجوں کی چڑھائی وغیرہ۔ ان سب گناہوں کے کفارہ کی آخر کیا صورت ہوگی۔ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد یزید سے جو حرکات ناشائستہ سرزد ہوئی ہیں۔ اُن کا مختصر سا جائزہ امام ابن حزم ظاہری کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:-

ویزید امیر المؤمنین وکان قبیح	"یزید امیر المومنین" یہ اسلام میں برے کارنامہ
الآثار فی الاسلام قتل اھل	کرنے والا رہا ہے۔ اس نے اپنے اقتدار کے آخری
المدینۃ وافاضل الناس وبقیۃ	دور میں حرہؓ کے دن اہل مدینہ کا قتل عام کیا؛
الصحابۃ رضی اللہ عنھم یوم	ان کے بہترین افراد اور بقیہ صحابہ کرام کو
الحرۃ فی آخر دولتہ۔ وقتل	(اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) قتل کیا۔ اور
الحسین رضی اللہ عنہ واھل	اپنی سلطنت کے اوائل میں حضرت حسینؓ اور
بیتہ فی اول دولتہ۔ وحاصر	ان کے اہل بیت کو قتل کیا۔ اور مسجد حرام میں
ابن الزبیر رضی اللہ عنہ فی	حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا۔ کعبہ شریف اور
المسجد الحرام واستخف بحرمۃ	اسلام کی بے حرمتی کی۔ پھر حق تعالیٰ نے ان ہی
الکعبۃ والاسلام فاماتہ اللہ	دنوں اس کو مار ڈالا۔ اس نے اپنے باپ کے

لہ حرہ ایک مقام کا نام ہے جہاں انصار مدینہ اور یزیدی لشکر کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی تھی۔

فى تلك الايام وقد كان غزا ايام أبيه القسطنطينية وحاصرها۔[1]

زمانہ میں قسطنطنیہ پر جنگ بھی کی۔ اور اس کا محاصرہ بھی کیا۔

اور اپنی دوسری تصنیف "اسماء الخلفاء والولاۃ وذکر مدد ھم" میں ارقام فرماتے ہیں۔

وبويع يزيد بن معاوية اذ مات ابوه، يكنى اباخالد وامتنع من بيعته الحسين بن على بن ابى طالب وعبد الله بن الزبير بن العوام، فاما الحسين عليه السلام والرحمة فنهض الى الكوفة فقتل قبل دخولها، وهو ثالثة مصائب الاسلام بعد امير المؤمنين عثمان أو رابعها بعد عمر بن الخطاب رضى الله عنه وخرومه لان المسلمين استضيموا فى قتله ظلما علانية وامـا عبد الله بن الزبير فاستجار بمكة فبقى هنالك الى ان اغزى يزيد الجيوش الى المدينة حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم والى

یزید بن معاویہ سے اس کے والد کے انتقال ہونے پر بیعت کی گئی۔ اس کی کنیت ابو خالد تھی۔ حضرت حسین بن علیؓ بن ابی طالب اور عبداللہ بن زبیر بن العوامؓ نے اس کی بیعت سے انکار کیا۔ پھر حضرت حسین علیہ السلام والرحمۃ تو کوفہ کی طرف نہضت فرما ہوگئے اور کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ کو شہید کرا دیا گیا۔ آپ کی شہادت امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلام میں تیسری مصیبت اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کی شہادت کے بعد چوتھی مصیبت اور اسلام میں رخنہ اندازی ہے۔ کیونکہ حضرت حسینؓ کی شہادت سے مسلمانوں پر علانیہ ظلم توڑا گیا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ جاکر جوار الٰہی میں پناہ لی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ تا آنکہ یزید نے مدینہ نبوی حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ معظمہ کیطرف جو اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔ اپنی فوجیں لا کر

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۱۱۲ مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۹۶۲ء۔

مكة حرم الله تعالى۔ فقتل بقايا المهاجرين والانصار يوم الحرة وهى ايضا اكبر مصائب الاسلام وخرومه۔ لان افاضل المسلمين وبقية الصحابة وخيار المسلمين من جلة التابعين قتلوا جهرا ظلما فى الحرب وصبرا وجالت الخيل فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم وراثت وبالت فى الروضة بين القبر والمنبر ولم تصل جماعة فى مسجد النبى صلى الله عليه وسلم ولا كان فيه أحد حاشا سعيد بن المسيب فانه لم يفارق المسجد۔ ولولا شهادة عمرو بن عثمان بن عثمان ومروان بن الحكم عند مجرم بن عقبة المرى بانه مجنون لقتله۔ وأكره الناس على ان يبايعوا يزيد بن معاوية على انهم

بھیجیں۔ چنانچہ حرہ کی جنگ میں مہاجرین اور انصار جو باقی رہ گئے تھے۔ ان کو قتل کیا گیا۔ یہ حادثہ فاجعہ بھی اسلام کے بڑے مصائب اور اساس میں رخنہ اندازی میں شمار ہوتا ہے کیونکہ افاضل مسلمین، بقیہ صحابہؓ اور اکابر تابعین میں بہترین مسلمان اس جنگ میں کھلے بندوں ظلماً قتل کر دیے گئے اور گرفتار کرکے صبراً شہید کروایا گیا۔ یزیدی لشکر کے گھوڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جولانی دکھاتے رہے اور ریاض الجنۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے منبر مبارک کے درمیان لید کرتے اور پیشاب کرتے رہے۔ ان دنوں مسجد نبوی میں کسی ایک نماز کی بھی جماعت نہ ہو سکی۔ اور بجز حضرت سعید بن المسیبؓ کے وہاں کوئی فرد موجود نہ تھا۔ انھوں نے مسجد نبوی کو بالکل نہ چھوڑا اگر عمرو بن عثمان بن عثمان اور مروان بن الحکم (یزید کے سالار لشکر) مجرم (مسلم) بن عقبہ کے سامنے یہ شہادت نہ دیتے کہ یہ تو دیوانہ ہے تو وہ ان کو بھی ضرور مار ڈالتا اور اس نے اس حادثہ میں لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ یزید بن معاویہؓ سے اس شرط پر بیعت کریں کہ وہ اس کے غلام ہیں چاہے وہ ان کو بیچے چاہے ان کو آزاد کرے اور جب اس کے سامنے یک [illegible]

عبید له، ان شاء باع وان شاء اعتق. وذکر له بعضهم البیعة علی حکم القرآن وسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم فامر بقتله فضرب عنقه صبراً وهتك مسرف او مجرم الاسلام هتکاً وانهب المدینة ثلاثاً واستخف باصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ومدت الایدی الیهم وانتهبت دورهم وانتقل هو له الی مکة شرفها الله تعالی فحوصرت ورمی البیت بحجارة المنجنیق تولی ذالك الحصین بن نمیر السکونی فی جیوش اهل الشام وذالك لان مجرم بن عقبة المری مات بعد وقعة الحرة بثلاث لیال وولی مکانه الحصین بن نمیر، واخذ الله تعالی یزید اخذ عزیز مقتدر فمات بعد الحرة باقل من ثلاثة اشهر وازید من شهرین وانصرفت الجیوش من مکة. و مات یزید فی نصف ربیع الاول سنة اربع وستین وله نیف وثلاثون

سے بیعت رکھی کہ ہم قرآن و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کے قتل کا حکم دیا اور انکو گرفتار کر کے فوراً قتل کر دیا گیا۔ اس مسرف یا مجرم (مسلم بن عقبہ) نے اسلام کی بڑی بے حرمتی کی۔ مدینہ منورہ میں تین دن برابر لوٹ مار کا سلسلہ جاری رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ذلیل کیا گیا ان پر دست درازی کی گئی ان کے گھروں کو لوٹا گیا۔ (مدینہ طیبہ کو تباہ و تاراج کرنے کے بعد) یہ فوج مکہ معظمہ شرفہا اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑی وہاں جا کر مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا گیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے سنگباری کی گئی۔ یہ کام حصین بن نمیر کی سرکردگی میں شامی لشکروں نے انجام دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ مجرم بن عقبہ مری تو جنگ حرہ کے تین دن بعد ہی مر کے آگ رسید ہو چکا تھا اور اب اس کی جگہ سالار لشکر حصین بن نمیر ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یزید کو بھی اس طرح دھر پکڑا جس طرح وہ غالب و قادر پکڑا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی واقعہ حرہ کے بعد تین ماہ سے زائد کی قلیل مدت میں ہی موت کی آغوش میں چلا گیا اور جب کہ لشکر مکہ معظمہ سے واپس چلے گئے۔ یزید کی موت ۱۵ ربیع الاول ۶۴ ہجری کو واقع ہوئی۔ اس وقت اس کی عمر کچھ

سنة امه میسون بنت بحدل الکلبیة وکانت مدته ثلاث سنین وثمانیه اشهر وایام فقط[1]

اور تیس سال تھی اس کی ماں کا نام میسون بنت بحدل کلبیہ تھا۔ یزید کی مدت حکمرانی تین سال آٹھ ماہ اور کچھ دن تھی۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اول تو یزید "غزوہ قسطنطنیہ" میں بخوشی خاطر شریک ہی نہیں ہوا، جو وہ اس بشارت کا مستحق ہو اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ وہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے خود دل سے اس غزوہ میں شریک ہوا تھا تب بھی اس بشارت مغفرت کا تعلق اس کے ان گناہوں سے ہوگا۔ جو اب تک اس سے سرزد ہوئے تھے، اور جو معاصی اور جرائم اس "غزوہ قسطنطنیہ" میں شریک ہونے کے بعد اس سے سرزد ہوئے ہیں ان کی مغفرت کا اس بشارت سے کوئی تعلق نہیں وہ اس کے ذمہ باقی ہیں اور اگر کسی کج فہم کو اب بھی اس پر اصرار ہو کہ حدیث میں مذکورہ مغفرت کا تعلق اس کے تمام اگلے پچھلے گناہوں سے ہے اور اس غزوہ میں شرکت کرنے والے ہر فرد کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں اور مذکورہ مغفرت سے ہر فرد کی مغفرت عام مراد ہے تو یہ محض غلط ہے اور اس مغفرت کے عموم کی تخصیص کے لئے وہ حدیث کافی ہے جو ابھی آپ کی نظر سے گزری ہے۔ اور اس کی روشنی میں یزید کے سیاہ کارناموں کی تفصیل بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب ایسے نابکار کے جنتی ہونے پر اصرار کرنا کس قدر شدید غلطی ہے۔ ناصبیوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ممدوح یزید کو "خلیفہ راشد" مانیں، اس کے جنتی ہونے کا اعتقاد رکھیں بلکہ جیسا کہ بعض جاہل ناصبیوں کا عقیدہ تھا اس کو صحابی سمجھیں یا اس کی نبوت کا اقرار کریں[2] لیکن اہل حق میں سے کوئی شخص

---

[1] ص ۳۵۰، ۳۵۵ طبع مصر ۱۳۵۸ھ بحوالہ جوامع السیرۃ لابن حزم۔ [2] حافظ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں لکھتے ہیں

طائفة من الجهال یعتقدون ان یزید من الصحابة وبعضهم یعتقد انه من الانبیاء!

ناصبی جاہلوں کی ایک جماعت یزید کو صحابی سمجھتی ہے اور بعض غالی ناصبی اس کو نبی بھی مانتے ہیں۔

(ج ۲ ص ۲۴۱ طبع امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۲ ہجری)۔ غنیمت ہے کہ ہمارے دور کے ناصبی ابھی اس حد تک نہیں پہنچے بلکہ وہ یزید کو صرف "خلیفہ راشد" سمجھتے ہیں اور "سیدنا" کہہ کر اس کی خدمت میں [illegible]

بجائے صحت ہوش و حواس یزید کے ان بد کارناموں کے باوجود اس کے جنتی ہونے کی کیسے بشارت دے سکتا ہے۔

یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں بھی جہاد ہو سکتا ہے

ہاں علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ ضرور نکالا ہے کہ ہر فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وفیہ مشروعیۃ الجہاد مع	اس سے یہ ثابت ہوا کہ جہاد ہر حکمران کی بیعت
کل امام لتضمنۃ الثناء علی	میں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث غازیان
من غزا "مدینۃ قیصر"	شہر قیصر کی تعریف پر مشتمل ہے حالانکہ اس غزوہ کا
وکان امیر تلک الغزوۃ	امیر یزید بن معاویہ تھا۔ اور یزید تو یزید ہی تھا
یزید بن معاویۃ و	(کہ اس کی نابکاری و نالائقی معلوم
یزید یزید[1]	خاص و عام ہے)

اور امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں:

وقد کان اصحاب النبی	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خلفاء اربعہ
صلی اللہ علیہ وسلم یغزون	کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں
بعد الخلفاء الاربعۃ مع الامراء	شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت
الفساق وغزا ابو ایوب الانصاری	ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یزید لعین
مع یزید اللعین[2]	کی معیت میں بھی جہاد فرمایا ہے۔

"مدینہ قیصر" سے مراد قسطنطنیہ نہیں بلکہ حمص ہے اور یاد رہے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب کہ ہم اس حدیث میں جو "مدینہ قیصر" کے الفاظ آتے ہیں اس سے "قسطنطنیہ" ہی مراد لیں ورنہ اگر "مدینہ قیصر" سے وہ شہر مراد لیا جائے کہ جو اس وقت "قیصر" کا دار السلطنت تھا کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر بشارت کے یہ الفاظ تھے تو ساری بحث ہی ختم ہو جاتی ہے

---

[1] فتح الباری۔ جلد ۱۱ صفحہ ۱۲ ـ ۱۳ ۵ ص ۳۰

کیونکہ اس صورت میں "مدینہ قیصر" سے مراد "قسطنطنیہ" نہیں بلکہ "حمص" ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

و بعضے تجویز کنندہ کہ مراد "بمدینہ قیصر"	اور بعض علماء کی تجویز یہ ہے کہ "شہر قیصر" سے
مدینہ باشد کہ قیصر در آنجا بود روزے	مراد وہی شہر ہے کہ جہاں قیصر اس روز تھا کہ
کہ فرمود ایں حدیث را آنحضرت،	جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے یہ
و آں حمص است کہ در آں وقت دار	حدیث فرمائی تھی اور یہ شہر "حمص" تھا جو کہ
مملکت او بود۔ واللہ اعلم[1]	اس وقت قیصر کا دار السلطنت تھا۔ واللہ اعلم

اب پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ اس وقت قیصر کا دار الملک "حمص" نہیں بلکہ "قسطنطنیہ" ہی تھا اور اس عہد میں جب بھی "مدینہ قیصر" کے الفاظ استعمال ہوتے تھے اس سے مراد شہر "قسطنطنیہ" ہی لیا جاتا تھا پھر اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے لغت عرب، اشعار عرب اور آثار و احادیث سے سند لانا ضروری ہے محض دعویٰ سے کام نہیں چلتا۔

صحیح بخاری میں یزید کی مذمت میں حدیثیں یہ بھی واضح رہے کہ "صحیح بخاری" میں یزید پلید بارے میں بس یہی ایک حدیث نہیں ہے کہ جس کو مستفتی نے استفتاء میں درج کر دیا ہے بلکہ اور بھی متعدد روایات موجود ہیں جن میں یزید کی بدکرداری اور بد اطواری کی پوری طرح نشاندہی کر دی گئی ہے، یزید کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ان روایات کو بھی نظر میں رکھنا چاہیئے۔ یہ روایات حسب ذیل ہیں:-

پہلی حدیث (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ظرف علم پائے
علیہ وسلم وعائین فاما	ہیں (یعنی دو نوع کا علم حفظ کیا ہے) ان میں سے
احدھما فبثثتہ واما	ایک کی تو نشر و اشاعت کر دی ہے۔ اور جو
الآخر فلو بثثتہ قطع	دوسرے کی اشاعت کروں تو یہ نرخرہ

---

[1] شرح فارسی صحیح بخاری از شیخ الاسلام مطبوعہ برحاشیہ تیسیر القاری۔ ج ۲ ص ۹۹ مطبع علوی لکھنؤ

هذا البلعوم[1]

کاٹ ڈالا جائے۔

یہ دوسری نوعیت کا علم جس کی نشر و اشاعت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر گریز فرمایا کہ وہ اگر زبان پر لاؤں تو یہ سر قلم کر دیا جائے، کیا تھا؟ اس کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی فرماتے ہیں۔

المراد به على الصحيح من أقوال العلماء علم الفتن والوقائع التي وقعت بعد وفاته عليه السلام من شهادة عثمان وشهادة الحسين وغير ذالك وكان يخاف في افشائها وتعيين اسماء أصحابها من غلمان بني امية وفتنهم[2]

اقوال علماء میں سے صحیح قول کے مطابق اس سے مراد فتن اور واقعات کا علم ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ظہور پذیر ہوئے جیسے حضرت عثمان اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت وغیرہ کے واقعات۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان واقعات کے افشاء کرنے اور ان فتنہ گر لوگوں کے بتانے سے اس لئے ڈرتے تھے کہ کہیں بنی امیہ کے لونڈے اور ان کی زیر قیادت مجرم ان کو قتل نہ کرا ڈالیں۔

اور علامہ ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں رقمطراز ہیں۔

وابو هريرة اسلم عام خيبر فلم يصحب النبي صلى الله عليه وسلم إلا اقل من اربع سنين، وذالك الجراب لم يكن فيه شيئ من علم الدين، علم الايمان والامر والنهي وانما كان فيه الاخبار عن الأمور المستقبلة

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خیبر کے سال اسلام لائے اس لئے ان کو چار سال سے کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس دوسرے تھیلے میں علم دین، علم ایمان اور امر و نہی کی کوئی چیز نہ تھی البتہ اس میں آئندہ ہونے والے واقعات کی خبریں تھیں۔ مثلاً ان فتنوں کا بیان تھا جو آگے چل کر مسلمانوں میں رونما ہونے والے تھے جیسے

---

[1] صحیح بخاری، باب حفظ العلم۔ [2] شرح تراجم ابواب البخاری "باب مذکور"۔

مثل الفتن التي جرت بين المسلمين فتنة الجمل و صفين وفتنة ابن الزبير ومقتل الحسين ونحو ذالك[1]

جنگ جمل و جنگ صفین کا فتنہ، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کا فتنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان اور اسی قسم کے واقعات۔

حضرت ابوہریرہؓ کا دورِ یزید سے پناہ مانگنا اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

وحمل العلماء الوعاء الذي لم يبثه على الاحاديث التي فيها تبيين أسامي امراء السوء واحوالهم وزمنهم وقد كان ابو هريرة يكني عن بعضه ولا يصرح به خوفاً على نفسه منهم كقوله: "اعوذ بالله من رأس الستين وإمارة الصبيان" يشير الى خلافة يزيد بن معاوية لانها كانت سنة ستين من الهجرة واستجاب الله دعاء ابي هريرة فمات قبلها بسنة[2]

اور علماء نے علم کے اس ظرف کو جس کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت نہ کی ان احادیث پر محمول کیا ہے جن میں امراء سوء (بدکردار اور نابکار حاکموں) کے ناموں کی تفصیل، ان کے حالات اور زمانے کا بیان تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مذکورہ امور میں سے بعض کا ذکر اشارہ کنایہ میں کر دیا کرتے تھے مگر صراحتاً ان کا نام نہیں لیتے تھے کہ کہیں وہ ان کو ہلاک نہ کر دیں، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ۶۰ھ کے شروع ہونے اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہ یزید بن معاویہ کی بادشاہی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ ۶۰ھ میں قائم ہوئی۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا قبول بھی فرمالی چنانچہ وہ یزید کے بادشاہ ہونے سے ایک سال پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما گئے۔

دوسری حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الصحیح" میں ایک باب

---

[1] ج ۳ ص ۸۰۔ [2] فتح الباری ج ۱ ص ۱۴۳ طبع میریہ مصر [illegible]

قائم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں۔

"باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلاک اُمتی علی یدی اُغیلمۃ من قریش":

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان کہ "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی"!

اور پھر اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

حدثنا موسیٰ بن اسمعیل حدثنا عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو بن سعید قال اخبرنی جدی قال کُنت جالساً مع ابی هریرة فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة ومعنا مروان قال ابوهریرة سمعت الصادق المصدوق یقول: "هلکة امتی علی یدی غلمة من قریش" فقال مروان لعنة اللہ علیهم غلمة؟ فقال ابوهریرة لو شئت ان اقول بنی فلان و بنی فلان فعلت، فکنت اخرج مع جدی الی بنی مروان حین ملکوا بالشام فاذا رآهم غلماناً

عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا جان نے بتلایا کہ میں مدینہ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا، اس وقت مروان بھی ہمارے ساتھ تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی" اس پر مروان کہنے لگا کہ خدا کی ان پر لعنت ہو، لونڈے ہوں گے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں فلاں کے لڑکے ہوں گے تو بتا بھی سکتا ہوں۔ (عمرو کا بیان ہے کہ) پھر میں اپنے دادا جان کے ساتھ جب بنی مروان کی حکومت شام پر قائم ہوئی تو ان کے یہاں جایا کرتا تھا اور دادا جان جب ان نوخیز لونڈوں کو دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ شاید یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احداثاً قال لنا عسی هؤلاء ان یکونوا منهم قلنا انت اعلم۔

نے (بتایا تھا) ہم یہ سن کر کہتے آپ کو خوب علم ہے۔[1]

میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

إن فساد امتی علی یدی غلمة سفهاء من قریش[2]

میری امت کی تباہی قریش کے چند بیوقوف لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

لونڈوں کی حکومت کی کیفیت

ہلاکت اور فساد کی تشریح جس کا ذکر صحیح بخاری کی ان حدیثوں میں آپ کی نظر سے گزرا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے جس کو علی بن الجعد اور ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ان الفاظ میں مذکور ہے۔

اعوذ باللہ من امارة الصبیان۔ قالوا وما امارة الصبیان؟ قال ان اطعتموهم هلکتم، وان عصیتموهم اهلکوکم[3]

"میں اللہ سے لونڈوں کی امارت سے پناہ مانگتا ہوں۔ حاضرین نے عرض کیا لونڈوں کی امارت کیا معنی؟ فرمایا کہ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو ہلاک ہوگئے (کہ اپنا دین برباد کیا) اور اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کرکے چھوڑیں گے (یعنی تمہیں جان سے مار ڈالیں گے یا تمہارا مال لوٹ لیں گے یا تمہاری جان و مال دونوں تباہ کرکے رکھ دیں گے)۔"

---

[1] ج ۱۳- ص ۸ — [2] فتح الباری ج ۱۳- ص ۸

[3] آپ جب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے حافظ شمس الدین ذہبی نے میزان الاعتدال میں شمر ذی الجوشن کا جو تذکرہ لکھا ہے وہ پڑھیے۔ ترجمہ یہ ہے۔

شمر بن ذی الجوشن ابوالسابغة الضبابی

شمر بن ذی الجوشن ابوالسابغہ ضبابی، یہ [illegible]

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

نیز ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ

ان أبا هريرة كان يمشي في السوق ويقول اللهم لا تدركني سنة ستين ولا إمارة الصبيان ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں جاتے جاتے یہ دعا کرنے لگے "اے اللہ مجھے سنہ ساٹھ ہجری نہ آنے پائے اور نہ لونڈوں کی امارت"۔

امت کو تباہ کرنے والے لونڈوں کا یزید سرفہرست ہے

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

وفي هذا اشارة الى أن اول الأغيلمة كان في سنة ستين وهو

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لونڈوں

(وغیرہ) یزید بن معاویہ [illegible]

عن ابيه وعنه أبو اسحاق السبيعي ليس بأهل للرواية فانه احد قتلة الحسين (رضي الله تعالى عنه) وقد قتله ... وروى ابو بكر بن عياش عن أبي اسحق قال كان شمر يصلي معنا ثم يقول: اللهم انك تعلم اني شريف فاغفر لي. قلت: كيف يغفر الله لك وقد اعنت على قتل ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ويحك فكيف نصنع؟ إن أمراءنا هؤلاء أمرونا بأمر فلم نخالفهم ولو خالفناهم كنا شرا من هذه الحمر الشقاة ۔ قلت ان هذا لعذر قبيح فانما الطاعة في المعروف۔[2]

روایت کرتا ہے، اور اس سے ابو اسحاق سبیعی ... اس لائق نہیں کہ اس سے روایت لی جائے کیونکہ یہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین میں سے ایک ہے ... ابو بکر بن عیاش، ابو اسحاق سے راوی ہیں کہ شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھتا اور پھر یہ دعا کرتا کہ "اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں ایک شریف آدمی ہوں اس لیے مجھے بخش دے" میں نے اس سے کہا کہ "اللہ تجھے کیونکر بخشے گا جبکہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے قتل میں اعانت کی ہے" تو کہنے لگا: "افسوس، پھر ہم کیا کرتے، ہمارے ان حاکموں نے ہمیں ایک حکم دیا تھا ہم نے اس کی مخالفت نہ کی، اور اگر ہم ان کی مخالفت کرتے تو ان بدنصیب گدھوں سے بھی بدتر بن جاتے۔"

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عذر ... ہے، اطاعت تو صرف نیک کاموں میں ہوا کرتی ہے۔

---

[1] فتح الباری ج ۱۳ ص ۸ ۔ [2] [illegible] ج ۱ ص ۴۴۹ ۔ طبع مصر سنہ ۱۳۲۵ھ

كذلك فإن يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقي الى سنة اربع وستين فمات[1]

میں سب سے پہلا لونڈا سنہ ساٹھ میں برسر اقتدار آیا جو بالکل واقعہ کے مطابق ہے۔ کیونکہ یزید اسی سنہ ۶۰ھ میں بادشاہ بنا اور ۶۴ھ تک زندہ رہ کر مر گیا۔

اور پھر مزید افادہ یہ فرماتے ہیں کہ:-

"اس روایت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے عموم کی بھی تخصیص ہو جاتی ہے جس کو ابو زرعہ نے ابھی نقل کیا ہے اور جو "باب علامات النبوة" میں بایں الفاظ گزر چکی ہے کہ يهلك الناس هذا الحي من قريش (لوگوں کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کرے گا) کیونکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ قریش کا پورا قبیلہ نہیں بلکہ اس کے بعض افراد مراد ہیں یعنی ان کی نوخیز نسل کے چند لونڈے نہ کہ قبیلے کے سب افراد، غرض یہ لونڈے طلب سلطنت کے لیے لوگوں کو ہلاک کریں گے اور اسی کی خاطر ہنگامہ قتال برپا کریں گے جس کی وجہ سے لوگوں کے حالات میں بگاڑ پیدا ہوگا اور فتنوں کے مسلسل برپا ہونے کے باعث سخت گڑبڑ ہوگی، چنانچہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خبر دی تھی اسی کے مطابق ہو کر رہا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کہ ان سے دور رہا جائے

نیز اس حدیث میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ "لو ان الناس اعتزلوهم" (کاش لوگ ان لونڈوں سے کنارہ کشی کریں) اس میں حرف "لو" کا جواب "لكان خيرا لهم" (تو یہ ان کے حق میں اولیٰ ہے) محذوف ہے اور مراد "اعتزال" یعنی کنارہ کش رہنے سے یہ ہے کہ نہ ان کے پاس

---

[1] فتح الباری ج ۱۳ ص ۸

"آمد و رفت" بھی اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوں بلکہ اپنے دین کو سلامت لے کر ان کے پاس سے راہ فرار اختیار کریں۔[1]

صحابہ و تابعین کا اس ہدایت پر عمل اب ساری اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق پڑھ جائیے۔ یزید کے عہد نحوست مہد میں میدان کربلا ہو یا جنگ حرۃ، حرم نبوی کا محاصرہ ہو یا حرم نبوی پر چڑھائی۔ ان میں سے کسی ایک مہم میں بھی یزید کی حمایت میں کسی صحابی کو تو درکنار کسی قابل ذکر نیک نام تابعی کا نام بھی آپ کو ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا جو کہ یزید کی طرف سے لڑنے آیا ہو۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر حدیث کے اس جملہ کی کہ "وذا راهم غلمانا سعدانا" (ہمارے دادا جان جب شام کے حکمرانوں کو دیکھتے کہ وہ نوخیز لونڈے ہیں) کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

والذی یظهران المذکورین من جملتهم وان اولهم یزید کما دل علیه قول ابی هریرة "رأس الستین وامارة الصبیان" فان یزید کان غالباً ینتزع الشیوخ من امارة البلدان الکبار ویولیها الاصاغر من اقاربه۔[2]

اور ظاہر یہ ہے کہ راوی کے دادا نے جن لونڈوں کا ذکر کیا ہے وہ قریش کے ان ہی لونڈوں میں داخل ہیں اور ان میں پہلا شخص یزید ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سنہ ۶۰ کے آغاز اور لونڈوں کی امارت کا ذکر کرنا اس بات کو بتلا رہا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید اکثر بڑے بڑے شہروں کی امارت سے بڑی عمر کے لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے رشتہ داروں میں سے کم عمر لوگوں کو والی بنادیا کرتا تھا۔

مروان کا ان مفسد لونڈوں پر لعنت کرنا نیز اس باب کے ختم پر حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے جو "تنبیہ" فرمائی ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

(تنبیه) یتعجب من لعن مروان الغلمة المذکورین مع ان الظاهر انهم من ولده فکأن الله تعالیٰ اجری ذالک علی لسانه لیکون اشد فی الحجة علیهم لعلهم یتعظون وقد وردت احادیث فی لعن الحکم والد مروان وما ولد اخرجها الطبرانی وغیره غالبها فیه مقال وبعضها جید ولعل المراد تخصیص الغلمة المذکورین بذالک۔[1]

(تنبیہ) تعجب ہوتا ہے کہ مروان نے ان مذکورہ لونڈوں پر لعنت کی حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس کی اولاد ہی میں سے ہیں۔ پس گویا حق تعالیٰ شانہ نے یہ بات اس کی زبان سے کہلوادی تاکہ ان لونڈوں پر سخت حجت قائم ہو جائے اور شاید اس بات سے وہ کچھ نصیحت پکڑیں۔ اور مروان کے باپ حکم اور اس کی اولاد پر حدیثوں میں لعنت وارد ہوئی ہے ان حدیثوں کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے جن میں سے اکثر روایات میں گفتگو کی گنجائش ہے مگر ان میں سے بعض روایات جید بھی ہیں اور غالباً لعنت ان ہی لونڈوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا ذکر حدیث بخاری میں آیا ہے۔

یزید کے دور میں صحابہ و تابعین پر مظالم غرض قریش کے وہ چند نوخیز لونڈے جن کے ہاتھوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی ہلاکت و بربادی کی خبر دی ہے ان سب میں اول نمبر یزید پلید کا ہے۔ چنانچہ اس کی ولی عہدی کا سلسلہ جنبانی کے آغاز سے لے کر اس کے مرتے دم تک اس عہد کے اخیار امت صحابہ و تابعین پر مصائب کے جو پہاڑ ٹوٹے اور ان کی جس طرح توہین و تذلیل کی گئی اور ان کے ساتھ قتل و غارت کا جو معاملہ ہوا۔ اس سے تاریخ اسلام کے اوراق پر ہیں اور صحیح بخاری میں اس سلسلہ کے جو واقعات ضمناً آ گئے ہیں وہ یہ ہیں:-

(۳) حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا ابو عوانة عن

یوسف بن ماہک کا بیان ہے کہ مروان حجاز کا گورنر تھا، جس کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

---

[1] فتح الباری ج ۱۳ ص ۸ ۔ [2] فتح الباری ص ۸ ۔ جلد ۱۳

[1] ج ۱۳ ص ۹ ۔

بی بشر عن یوسف بن ماھك قال کان مروان علی الحجاز استعمله معاویة فخطب فجعل یذکر یزید بن معاویة لکی یبایع له بعد ابیه فقال له عبد الرحمٰن بن ابی بکر شیئا فقال خذوه فدخل بیت عائشة فلم یقدروا ۔ فقال مروان ان ھذا الذی انزل فیه ﴿ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَا اَتَعِدَانِنِیْ ﴾ فقالت عائشة من وراء الحجاب ما انزل الله فینا شیئا من القرآن الا ان الله انزل عذری[1]	وہ اس کا حاکم مقرر کیا تھا اس نے خطبہ دیا تھا جس میں یزید بن معاویہ کے متعلق ذکر کرنے لگا کہ اس کے باپ کے بعد اس کیلئے بیعت لی جائے اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ کہا تو اس نے برافروختہ ہو کر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اس شخص کو گرفتار کر لو، یہ سن کر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جلدی سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں گھس گئے اور مروان کی پولیس کا ان پر قابو نہ چل سکا۔ اب مروان جھلا کر بولا، یہی شخص تو ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی اور جس شخص نے اپنے ماں باپ کو کہا تم پر حیف ہے کیا تم مجھ کو وعدہ دیتے ہو، اس پر حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردہ کی اوٹ سے فرمایا کہ ہم لوگوں کے بارے میں تو بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عصمت میں قرآن پاک میں کچھ نازل نہیں کیا ہے، یہ صحیح ہے کہ میری برأت میں آیتیں ضرور نازل فرمائی ہیں۔

امام بخاری کی اس روایت میں جو اجمال ہے اس کی تفصیل مستخرج اسماعیلی میں اسی سند کے ساتھ بایں الفاظ مذکور ہے:۔

فاراد معاویة ان یستخلف یزید یعنی ابنه فکتب الی مروان بذالك فجمع مروان الناس	معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں تو مروان کو اس کی بابت لکھا اب مروان نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ

---

[1] صحیح بخاری ج ۲۔ ص ۷۱۵، کتاب التفسیر سورۂ احقاف پ ۲۶

فخطبهم وذکر یزید ودعا الی بیعته ، وقال ان الله اری امیر المومنین فی یزید رأیا حسنا وان یستخلفه فقد استخلف ابوبکر وعمر۔	دیا اس میں یزید کا ذکر کر کے اس کی بیعت کی دعوت دی، اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو یزید کے بارے میں اچھی رائے سجھائی ہے۔ اب اگر وہ اس کو خلیفہ بنائے ہیں تو ابوبکر و عمر بھی خلیفہ بنا چکے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا مروان کو برسر منبر ٹوکنا

ظاہر ہے کہ اس غلط بیانی کا جواب سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہی کو دینا چاہیے تھا، چنانچہ حسب توقع انھوں نے نہایت جرأت سے کام لے کر بڑی بے باکی سے سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کی ادائیگی کے فریضے کو انجام دیتے ہوئے فرمایا:۔

ما ھی الا ھرقلیة	یہ تو ہرقل[1] کی اتباع کے سوا کچھ نہیں۔

اور حافظ اسماعیلی کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:۔

فقال مروان سنة ابی بکر وعمر فقال عبد الرحمٰن سنة ھرقل وقیصر۔	مروان کہنے لگا یہ ابوبکر اور عمر کی سنت ہے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ ہرقل و قیصر کی رسم ہے۔

اور مسند ابی یعلیٰ اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبد اللہ مدنی کی زبانی اس واقعہ کی تفصیل مروی ہے:۔

کنت فی المسجد حین خطب مروان فقال ان الله قد اری امیر المومنین رأیا حسنا فی یزید ، وان یستخلفه فقد استخلف	جس وقت مروان نے خطبہ دیا میں مسجد نبوی میں موجود تھا کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین (معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یزید کے بارے میں عمدہ رائے سجھائی ہے۔ اگر وہ اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو ابوبکر و عمر بھی

---

[1] ہرقل جیسا کہ روم کے فرمانروا قیصر کا نام ہے۔

ابوبکر وعمر. فقال عبد الرحمن هرقلية ان ابابكر والله ما جعلها في احد من ولده، ولا في احد من اهل بيته، وما جعلها معاوية الا كرامة لولده.	جا چکے ہیں۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو ہرقل کا طریقہ ہے واللہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد میں کسی کو خلافت نہیں سونپی اور نہ اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنایا، مگر معاویہ تو بس اپنے بیٹے کو اعزاز بخشنا چاہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا مروان کو جھوٹا کہنا ظاہر ہے اس حق بات کو سننے کی تاب مروان میں کہاں تھی، فوراً الزام تراشی پر اتر آیا اور ان کو گرفتار کرنے کا حکم دیدیا آخر جیسا کہ محدث اسماعیلی کی روایت میں آتا ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہنا پڑا۔

كذب والله ما انزلت فيه.	واللہ مروان جھوٹ بکتا ہے یہ آیت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہی نہیں ہوئی۔

مروان کی حضرت عائشہؓ سے سخت کلامی مسند ابو یعلیٰ میں یہ بھی آتا ہے کہ پھر مروان منبر سے اتر کر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سخت کلامی کرنے لگا اور آپ نے بھی اس کو ویسے ہی جواب دیئے آخر واپس چلا گیا۔[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیقؓ معاویہؓ اور ابو سفیانؓ سے افضل ہیں

اب ذرا غور کیجئے، مروان کی یہ تقریر کہاں ہو رہی ہے، منبر نبوی سے، مسجد نبوی میں، روضۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے، یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کے لیے اس پر افترا پردازی کا یہ عالم ہے کہ اس ولی عہدی کی رسم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت بتلا رہا ہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس کو ٹوکتے ہیں کہ یہ ابوبکر و عمر کی سنت

---

[1] ان سب روایات کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۳ و ۴۴۴۔

نہیں ہے بلکہ ہرقل اور قیصر کی رسم ولی عہدی ہے تو بگڑ جاتا ہے الزام تراشی کرتا ہے، کتاب اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، ذرا نہیں سوچتا کہ کیا بول، کس مقام سے بول رہا ہوں، کس سے مخاطب ہوں یہ کس باپ کے بیٹے ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھائی تھے۔ یہ یزید تو کیا چیز ہے اس کے والد ماجد معاویہ اور جد امجد ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی بنص قرآن افضل ہیں کیونکہ جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مؤلفۃ القلوب میں سے تھے فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے "طلقاء" میں ان کا شمار ہے۔ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں فتح مکہ سے بہت پہلے مشرف بہ اسلام ہو کر ہجرت فرمائے مدینہ ہو چکے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی آمدنی میں سے ان کے لیے چالیس وسق سالانہ خرما کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ ابن کثیر نے ان کے بارے میں لکھا ہے "کان من سادات المسلمین" (وہ مسلمانوں کے اکابر میں سے تھے) اور "وکان معظماً بین اهل الاسلام" (اہل اسلام میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے)[1] اب جس کی ولی عہدی کے سلسلے میں اکابر صحابہؓ کی اس طرح توہین کی جائے اس کی بادشاہی کے دور میں کیا کچھ نہ ہوا ہوگا! ۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا معاویہ کی رقم کو واپس کر دینا حافظ ابن کثیرؒ نے زبیر بن بکار بسند نقل کیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ درہم حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں بھیجے مگر حضرت ممدوح نے یہ کہہ کر ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ ابیع دینی بدنیای (کیا میں اپنی دنیا کے عوض اپنے دین کو بیچ ڈالوں)[2]

آخرکار اکابر صحابہؓ کے پرزور احتجاج کے باوجود ان کی مرضی کے برخلاف

---

[1] [2] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۸ و ۸۹ طبع مصر مطبوعہ السعادۃ۔

یزید راج سنگھاسن پر براجمان ہو جاتا ہے، اور امت محمدیہ پر ہلاکت کا طوفان امنڈ آتا ہے۔ رجب ۶۰ھ ہجری میں یزید بادشاہ بنا اور اسی سال ماہ رمضان میں یزید اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کا تقرر کرتا ہے۔

یزید کا گورنر مدینہ کو اس لیے معزول کرنا کہ اس نے حضرت حسینؓ و ابن زبیرؓ پر سختی نہ کی

ولید کا قصور یہ تھا کہ اس نے بیعت کے معاملہ میں حضرت حسین و حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وہ سختی نہ کی تھی جو یزید کو مطلوب تھی۔ اس لیے یہ دونوں حضرات یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ منورہ سے بخیر و عافیت مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ حالانکہ یزید کا ان کے بارے میں ولید کو یہ فرمان پہنچا تھا

اما بعد فخذ حسینا و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن الزبیر بالبیعة اخذا شدیدا لیست فیه رخصة حتی یبایعوا والسلام[1]

اما بعد حسین، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن زبیرؓ کو بیعت کے لیے سختی کے ساتھ پکڑو، اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں ذرا ڈھیل نہ ہونے پائے۔ والسلام

مروان کا مشورہ کہ ان حضرات کا سر قلم کر دیا جائے

مروان کا مشورہ ان حضرات کے بارے میں ولید کو یہ تھا کہ اگر یہ حضرات بیعت نہ کریں تو فوراً ان کا سر قلم کر دو مگر ولید نے مروان کی بات نہ مانی اس لیے اس شاہی فرمان کی تعمیل میں کوتاہی کا لازمی نتیجہ معزولی تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے جو اس کی معزولی کی وجہ میں "تفریطہ" کا لفظ لکھا ہے وہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے[2]

حضرت ابو شریحؓ کا گورنر مدینہ کو حرم پر فوج کشی سے منع کرنا

چنانچہ اس کی جگہ گورنر ہو کر عمرو بن سعید اسی ماہ میں مدینہ آ گیا یہ مزاج کا بڑا فرعون اور بڑا متکبر تھا، حافظ ابن کثیرؒ کے اس کے بارے میں یہ الفاظ ہیں "وکان متألها متکبرا"

---

[1] البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیرؒ ج ۸ ص ۱۴۷ و ۱۴۸۔

[2] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۸۔

(یہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ پر سمجھنے والا بڑا ہی مغرور تھا) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چونکہ ابھی تک یزید کی بیعت نہ کی تھی اور وہ حرم الٰہی میں پناہ گزیں تھے اس لیے اس نابکار نے ان کو گرفتار کرنے کے لیے مدینہ میں آتے ہی حرم مکہ پر لشکر کشی شروع کر دی[1] اس کی اس ناشائستہ حرکت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور و محترم صحابی حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس بہترین انداز میں اسے فہمائش کی وہ صحیح بخاری میں اس طرح منقول ہے۔

چوتھی حدیث

(۴) حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنا اللیث قال حدثنی سعید هو ابن ابی سعید عن ابی شریح انه قال لعمرو بن سعید۔ وهو یبعث البعوث الی مکة ائذن لی ایها الامیر احدثك قولا قام به رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الغد من یوم الفتح سمعته اذنای ووعاه قلبی وابصرته عینای حین تکلم به،

حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن سعید کو جب کہ وہ مکہ معظمہ پر چڑھائی کے لیے فوجیں روانہ کر رہا تھا فرمایا اے امیر! اجازت دیجئے تاکہ میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کروں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا اور جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا اور جس وقت آپ اس کو بیان فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں آپ نے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے

---

[1] مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے "امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی" میں اس واقعہ کو [illegible] عہد خلافت کا گمان کیا ہے جو صحیح نہیں ہے یہ واقعہ جو یزید بن معاویہ کے زمانہ حکمرانی میں ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو "البدایہ والنہایہ" ترجمہ یزید بن معاویہ اور "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" ترجمہ حضرت ابو شریح خزاعی)

حمد الله واثنى عليه ثم قال ان مكة حرمها الله ولم يحرمها الناس فلا يحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر ان يسفك بها دما ولا يعضد بها شجرة فان احد ترخص لقتال رسول الله فيها فقولوا ان الله قد اذن لرسوله ولم يأذن لكم وانما اذن لى فيها ساعة من نهار ثم عادت حرمتها اليوم كحرمتها بالامس وليبلغ الشاهد الغائب فقيل لابى شريح ما قال عمرو قال انا اعلم منك يا ابا شريح لا يعيذ عاصيا ولا فارا بدم ولا فارا بخربة [1]

اس کے لئے حلال نہیں کہ مکہ معظمہ میں کسی کا خون بہائے اور وہاں کا کوئی درخت کاٹے۔ پھر اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں قتال کرنے کی وجہ سے اس امر کی رخصت چاہے تو اس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی تمہیں تو کوئی اجازت نہیں دی۔ اور مجھے بھی گھڑی بھر دن کی اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی جس طرح کل اس کی حرمت تھی اور جو شخص یہاں حاضر ہے اس کو چاہیے کہ جو شخص غائب ہے اس تک یہ بات پہنچا دے۔ اس پر ابو شریح سے دریافت کیا گیا کہ عمرو نے پھر کیا جواب دیا۔ فرمایا: اس نے کہا اے ابو شریح میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں کہ حرم کسی عاصی کو پناہ دیتا ہے اور نہ کسی ایسے شخص کو جو خون کر کے وہاں بھاگ جائے اور نہ اس شخص کو جو چوری کر کے وہاں فرار ہو جائے۔

گورنر مدینہ کا صحابی رسول کے سامنے اپنی علمیت بگھارنا | غور کیجئے! صحابی رسول

حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم الٰہی پر فوج کشی سے روکنے کے لیے یزید کے گورنر کو حدیث رسول بیان کرتے ہیں اور یہ بدبخت ان کے سامنے اپنی علمیت بگھارتا ہے، کہتا ہے "میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں" امام ابن حزم اپنی مشہور تصنیف "المحلی" کی "کتاب الجنایات" میں بالکل صحیح لکھتے ہیں:۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب لیبلغ الشاہد الغائب۔

لا كرامة للطيم الشيطان الشرطي الفاسق يريد ان يكون اعلم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا الفاسق هو العاصي لله ولرسوله، ومن والاه او قلده. وما حامل الخزي في الدنيا والآخرة الا هو ومن امره [2]

اس لطیم الشیطان[1] پولیس مین، فاسق کی بھی یہ وقعت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے بھی زیادہ عالم بننے کا دعویٰ کرے۔ (عاصی ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہیں بلکہ) یہی فاسق اللہ اور اس کے رسول کا عاصی تھا اور وہ شخص جس نے اس کی دوستی کی یا اس کے کہے پر چلا اور دنیا اور آخرت میں ذلت اٹھانے والا یہی تھا اور وہ (یزید) جس نے اس کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن زبیرؓ کے خلاف گورنر مدینہ کی ہرزہ سرائی قابل قبول نہیں | اور شیخ الاسلام محمد صدر الصدور دہلی شرح بخاری میں رقمطراز ہیں۔

وایں دعوی مجرد است و مردود بر وے از یراچہ عبداللہ بن زبیر صحابی است متعبد، جامع صفات حمیدہ، کارے نکردہ کہ بداں مستحق قتل باشد بیرون حرم و نہ خروج کردہ بر احدے، و نہ خواندہ مردم را بہ بیعت خود با آنکہ ناخوش بودند از یزید اہل حرمین و مبادرت نکردند بہ بیعت وے جز اہل شام بنا بر

اور یہ (گورنر مدینہ عمرو بن سعید کا) قول محض دعویٰ ہے جو مردود ہے کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک عابد صحابی تھے۔ صفات حمیدہ کے جامع، انہوں نے کوئی کام ایسا نہ کیا تھا جس کی بنا پر بیرون حرم بھی قتل کے مستحق ٹھہرتے، اور نہ کسی کے خلاف انہوں نے خروج کیا تھا اور نہ لوگوں کو (ابھی تک) اپنی بیعت کی دعوت دی تھی، حالانکہ اہل حرمین یزید سے خوش نہ تھے اور یزید کی بیعت پر بجز اہل شام کے کسی نے جلد بازی سے کام لیا تھا، اور اہل شام نے اس لئے جلد بازی

---

[1] "لطیم الشیطان" کے معنی ہیں جس کو شیطان نے چپت لگایا ہو۔ یہ عمرو بن سعید اشدق کا لقب ہے۔

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری از علامہ عینی ج ۲ ص ۱۴۷ طبع منیریہ مصر۔

تولیہ پدرش معاویہ، وامتناع آورد عبداللہ وغیرہ وے از بیعت آں نا اہل کہ مسرف و در معاصی و مرتکب کبائر بود و پناہ گرفت از شر وے در گوشۂ حرم، پس تعین کرد لشکر را بقتال ابن زبیر بمکہ۔

بیعت کرلی کہ اس کے باپ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اپنا ولی عہد بنا دیا تھا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات نے اس نا اہل کی بیعت کرنے سے اس لیے سختی سے انکار کر دیا کہ یہ معاصی میں حد سے بڑھ گیا تھا اور کبائر کا مرتکب تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کی شر سے بچنے کے لیے حرم محترم کے گوشہ میں پناہ لے رکھی تھی لہٰذا اس نے مکہ معظمہ میں ان سے جنگ کرنے کے لیے فوجوں کو روانہ کیا۔

اور شیخ نورالحق محدث دہلوی " تیسیر القاری شرح صحیح بخاری میں ارقام فرماتے ہیں :-

کلام ایں مفسد حجت را نمی شاید از آنکہ خلاف مقررہ اہل دین است در روایت امام احمد آمدہ کہ گفت ابو شریح گفتم عمرو را من حاضر و تو غائب بودی و بموجب امر آنحضرت، رسانیدم ترا وایں مشعر است بآنکہ ابو شریح

اس مفسد (عمرو) کی بات حجت کے لائق نہیں کیونکہ یہ اہل دین کے دستور کے خلاف ہے، مسند احمد کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے عمرو کو جواب دیا تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا تھا میں اس وقت حاضر تھا اور تو غائب (اس لئے تو حدیث کا مطلب کیا جانے) میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تجھے تبلیغ کر دی۔ اس سے

لہ ج ۲ ص [illegible] طبع مطبع علوی لکھنؤ [illegible]

قبول گفتۂ عمرو نکردہ و او را بوے گذاشتہ از جہت عجز و عدم قدرت بجہت شوکت و غلبہ او بود

معلوم ہوا کہ حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو کی اس بات کو نہیں مانا۔ مگر چونکہ عمرو کو شوکت اور غلبہ حاصل تھا اور آپ اس کے مقابلہ سے عاجز تھے اور اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اس لیے (زبانی فہمائش کے بعد) آپ نے اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا۔

مروان نے جو معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کیا وہ آپ پڑھ چکے ہیں، یہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اکبر تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے نواسے تھے ان کے خلاف حرم محترم پر صرف اس لیے فوج کشی کی گئی کہ انھوں نے یزید پلید سے بیعت نہیں کی تھی۔

حضرت ابن زبیر کے فضائل حضرت ابن عباس کی زبانی حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلالتِ شان کا اندازہ لگانا ہو تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہ الفاظ پڑھیے :-

أما أبوه فحواري النبي صلى الله عليه وسلم يريد الزبير وأما جده فصاحب الغار يريد أبا بكر. وأما أمه فذات النطاق يريد أسماء. وأما خالته فأم المؤمنين يريد عائشة

ان کے والد ماجد یعنی حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری تھے اور ان کے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے رفیق غار تھے اور ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذات النطاق (کہ جنھوں نے ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زاد سفر اپنے پٹکے سے باندھا تھا) اور ان کی خالہ

لہ ج ۲ ص ۱۵۰، طبع علوی لکھنؤ۔

وأما عمته فزوج النبي صلى الله عليه وسلم يريد خديجة. وأما عمة النبي صلى الله عليه وسلم فجدته يريد صفية. ثم عفيف في الإسلام قارئ للقرآن [1]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور دادا کی پھوپھی (ان کے، باپ کی پھوپھی ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، اور انکی دادی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محترمہ پھوپھی ہیں اور یہ وہ خود اسلام میں پاکباز اور قرآن پاک کے بکثرت پڑھنے والے ہیں۔

مصاحف عثمانی کی کتابت میں حضرت ابن زبیر کی شرکت یہ بھی پیش نظر ہے کہ یہ قرآن کریم جو اس وقت امت کے ہاتھوں میں ہے اور جس کو شب و روز ہم پڑھتے ہیں اس کی نقلیں حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اپنی نگرانی میں کرا کر ممالک محروسہ میں روانہ کی تھیں۔ ان مصاحف کی کتابت کے لئے حضرت امیر المومنین نے جن چار حضرات کو نامزد فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی تھے [2]

حضرت ابن زبیر کے فضائل احادیث کی روشنی میں صحیح بخاری میں ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آئیں تو ان دنوں یہ شکم مادر میں تھے، اور وضع حمل کی مدت قریب تھی چنانچہ قبا کے زمانہ قیام ہی میں ان کی ولادت ہوئی فرماتی ہیں۔

ثم أتيت به النبي صلى الله عليه وسلم فوضعه في حجره

پھر میں بچہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے

---

[1] صحیح بخاری باب قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار۔ [2] ملاحظہ ہو صحیح بخاری باب جمع قرآن۔ بقیہ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت زید بن ثابت (۲) حضرت سعید بن العاص (۳) حضرت عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ثم دعا بتمرة فمضغها ثم تفل في فيه فكان أول شيء دخل جوفه ريق رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم حنكه بتمرة ثم دعا له وبرك عليه وكان أول مولود ولد في الاسلام [1]

ان کو اپنی گود میں لے لیا اور آپ نے ایک کھجور منگوائی اور اس کو چبا کر پھر ان کے منہ میں ڈالدی کہ بچہ کے پیٹ تک پہلی چیز جو پہنچی وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا۔ پھر آپ نے کھجور کو ان کے تالو پر مل دیا اور ان کیلئے برکت کی دعا کی۔ اور یہ پہلے بچے تھے جو اسلام میں (ہجرت کے بعد مہاجرین میں) پیدا ہوئے۔

اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ ہیں

أول مولود ولد في الاسلام عبد الله بن الزبير أتوا به النبي صلى الله عليه وسلم فأخذ النبي صلى الله عليه وسلم تمرة فلاكها ثم أدخلها في فيه فأول ما دخل في بطنه ريق النبي صلى الله عليه وسلم [2]

پہلا بچہ جو اسلام میں (ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں میں) پیدا ہوا وہ عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تھے ان کو (ان کے گھر والے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے تو آپ نے ایک کھجور منگوا کر پہلے اس کو اپنے دہن مبارک میں چبایا اور پھر ان کے منہ میں اس کو ڈالدیا چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو پہنچی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب دہن تھا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں یہ اضافہ اور آتا ہے،

ثم مسحه وصلى عليه وسماه عبد الله ثم جاء وهو ابن سبع سنين أو

پھر حضور علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، ان کے لئے دعا خیر کی اور ان کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر جب وہ سات یا آٹھ برس کے ہو گئے

---

[1] باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ۔ [2] صحیح بخاری باب مذکور۔

ثم جاء لیبایع رسول الله علیه وسلم وامره بذلك الزبیر فتبسم رسول الله صلی الله علیه وسلم حین رآه مقبلا الیه ثم بایعه[1]

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر ان سے بیعت لے لی۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

وفی هذا الحدیث مناقب کثیرة لعبد الله بن الزبیر رضی الله عنه منها ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم مسح علیه وبارك علیه ودعا له واول شیء دخل جوفه ریقه صلی الله علیه وسلم وانه اول من ولد فی الاسلام بالمدینة والله اعلم[2]

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے مناقب ہیں۔ مثلاً (۱) ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا (۲) ان کے لیے برکت طلب کی (۳) ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی (۴) سب سے پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں گئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھی (۵) یہ اسلام میں پہلے بچے تھے جو مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد پیدا ہوئے۔

اور مستخرج اسماعیلی میں ' صحیح بخاری ' کی اس روایت میں "فی الاسلام" کے بعد یہ اضافہ بھی ہے۔

فرح المسلمون فرحاً شدیداً لان الیهود کانوا یقولون سحرناهم حتی لا یولد لهم[3]

یہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بڑی ہی خوشی ہوئی کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اب ان کے یہاں اولاد نہیں ہوگی۔

---

[1] باب استحباب تحنیک المولود [illegible] ـ [2] شرح صحیح مسلم از امام نووی باب مذکور۔
[3] فتح الباری ج ۷ ص ۱۹۳۔

حیرت کا مقام ہے مسلمانوں کو جس مبارک بچے کی ولادت پر بڑی خوشی ہوئی، یزید اور اس کا گورنر عمرو الاشدق اسی کے قتل کرنے کے درپے ہوں، اور اسی کی موت میں اپنی خوشی سمجھیں۔ ع تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو۔

یزیدی گورنر کی مذمت حدیث میں واضح رہے کہ یہ یزیدی گورنر عمرو بن سعید اشدق وہی نابکار ہے جس کے بارے میں مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی ہے :

سمعت رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یقول لیرعفن علی منبری جبار من جبابرة بنی امیة حتی یسیل رعافه قال فاخبرنی من رای عمرو بن سعید بن العاص رعف علی منبر رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم حتی سال رعافه[1]

میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "یقیناً بنی امیہ کے ستمگاروں میں سے ایک ستمگار کی میرے منبر پر اتنی نکسیر پھوٹ کر رہے گی کہ بہنے لگ جائے گی"۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمرو بن سعید بن العاص کو اس حال میں دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر اس کی نکسیر اتنی پھوٹی کہ منبر پر بہہ گئی۔

کربلا کے دن بنی امیہ نے اپنے دین کو ذبح کر کے رکھ دیا غرض یزید کی ولی عہدی کی ابتداء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی اہانت سے ہوئی اور اس کی بادشاہی کا آغاز ان کے نواسے پر حرم الٰہی میں فوج کشی سے اور ابھی سال جلوس ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ دودمان نبوی کے گل سرسبد کو مسل کر خاک میں ملا دیا اور اپنی دانست میں خاندان نبوت کا چراغ گل کر کے رکھ دیا، **محرم ۶۱ھ ہجری کے یوم عاشوراء میں اہل بیت رسالت پر**

---

[1] البدایہ والنہایہ ـ از حافظ ابن کثیر ج ۸ ص ۳۱۱ ـ [2] [illegible]

یزیدی لشکر کے ہاتھوں جو قیامت ٹوٹی اس کے بارے میں جس نے بھی یہ کہا سچ کہا کہ:

ضحی بنو امیۃ یوم کربلا	کربلا کے دن بنو امیہ نے اپنے دین کو
بالدین[1]	ذبح کر کے رکھ دیا۔

قرابت رسول اللہ کا پاس و لحاظ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے فضائل کا بیان" اور پھر اس باب کے تحت حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا:

ارقبوا محمدا صلی اللہ	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کے
علیہ وسلم فی اہل بیتہ۔	ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کا پاس رکھا کرو۔

یعنی "نہ تو کسی معاملہ میں ان کو اذیت پہنچے اور نہ ان حضرات کے ساتھ کسی قسم کا برا برتاؤ ہونے پائے" اور اسی باب میں حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

والذی نفسی بیدہ	قسم اس ذات عالی کی جس کے قبضہ میں میری جان
لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ	ہے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل قرابت
علیہ وسلم احب الی ان	سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے اہل قرابت کی صلہ رحمی
اصل من قرابتی۔	کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کا اس قدر پاس و لحاظ تھا کہ جب کبھی ان کے عہد میں قحط سالی ہوتی اور دعا استسقاء کی ضرورت پڑتی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرتے،

---

[1] تاریخ الخلفاء للامام سیوطی، ترجمہ یزید بن عبد الملک بن مروان۔

اور خود اللہ سے دعا کراتے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ	جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت
عنہ کان اذا قحطوا استسقی	عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب
بالعباس بن عبد المطلب	کے توسل سے بارش کی دعا کرتے اور
فقال اللھم انا کنا نتوسل	یوں عرض کرتے کہ الٰہا ہم اپنے نبی صلی اللہ
الیک بنبینا صلی اللہ تعالیٰ	علیہ وسلم کے توسل سے تجھ سے دعا مانگا کرتے
علیہ وسلم فتسقینا	تھے تو ہم پر بارش برساتا تھا اور اب اپنے نبی
وانا نتوسل الیک بعم نبینا	صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے توسل سے تجھ سے
فاسقنا، قال فیسقون[1]	مانگتے ہیں تو ہم پر مینہ برسا دے، راوی کا
	بیان ہے کہ پھر لوگوں پر مینہ برسنے لگتا تھا۔

حدیث میں "قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں شارحین صحیح بخاری لکھتے ہیں:

مراد از قرابت پیغمبر خدا کسے کہ منتسب	پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت سے
است بعبد المطلب ومومن ہست	مراد وہ مومن حضرات ہیں کہ جن کا سلسلہ نسب
چنانکہ علی مرتضیٰ وابنائے او	خواجہ عبد المطلب سے ملتا ہے جیسے حضرت علی رضی
رضی اللہ عنہم[2]	اور ان کے صاحبزادگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

شیخ نور الحق محدث دہلوی نے "تیسیر القاری" میں جو کچھ لکھا ہے وہی علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"من ینسب لعبد المطلب مؤمنا کعلی وبنیہ" اور شارحین نے جو کچھ لکھا ہے وہی مطلب امام بخاری کا ہے، اسی لئے امام بخاری نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اثر کو باب "مناقب الحسن والحسین" میں پھر دوبارہ روایت کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں.

---

[1] باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا۔ [2] تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۵۰ طبع منشی نول کشور۔

اور علامہ عینی نے "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" میں "باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کے تحت ان تمام حضرات کو نام بنام گنوایا ہے جو اس وقت خواجہ عبدالمطلب کی اولاد میں بقید حیات تھے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا شرف حاصل تھا۔ ان میں حضرت مسلم بن عقیل کا نام بھی ہے جو شکل و صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے عون اور محمد کا بھی۔

پھر یزید نے "قرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کا جو پاس و لحاظ کیا وہ سب کو معلوم ہے۔

عبیداللہ بن زیاد جس کو یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ آنے کی خبر سن کر وہاں کا گورنر بنا کر بھیجا تھا اس کی سنگدلی اور قساوت قلبی کا اندازہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس شقی کے سامنے جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو چھڑی سے آپ کے سر مبارک کو چھیڑنے اور آپ کے حسن پر طعن کرنے لگا، اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تنبیہ کی کہ کیا کرتا ہے!

كان أشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم[1]	یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی مشابہ تھے۔

اور مسند بزار میں ایک دوسری سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ

فقلت له إني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلثم	میں نے اس سے کہا جہاں تو اس وقت اپنی چھڑی رکھ رہا ہے وہاں میں نے

---

[1] صحیح بخاری باب مناقب الحسن والحسین۔

حيث تضع قضيبك قال فانقبض[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے دیکھا ہے یہ سن کر وہ شقی کھسک کر رہ گیا۔

اور معجم طبرانی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

فجعل يجعل قضيبا في يده في عينه وانفه، فقلت ارفع قضيبك فقد رأيت فم رسول الله صلى الله عليه وسلم في موضعه[2]	ابن زیاد بد نہاد کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس کو وہ شقی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشم مبارک اور بینی مبارک میں داخل کرنے لگا تو میں نے اس سے کہا اپنی چھڑی ہٹا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک کو اس جگہ رکھے ہوئے دیکھا ہے جس جگہ تیری چھڑی اس وقت ہے۔

یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کا پاس و لحاظ جس کے بارے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ "ارقبوا محمداً في أهل بيته" جس کا ترجمہ حضرت شیخ نور الحق بن عبدالحق محدث دہلوی نے ایک جگہ ان الفاظ میں کیا ہے:۔

گفت ابوبکر نگہ دارید و محافظت کنید محمد را در اہل بیت او، یعنی حفظ حرمت محمد و تعظیم او در گرامی داشتن اہل بیت اوست[3]	حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے معاملہ ہو تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نظر میں رکھو اور آپ کا پورا پورا خیال کرو، یعنی آپ کی حرمت و تعظیم آپ کے اہل بیت کے عزت میں ہے۔

اور دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے:

---

[1] فتح الباری باب مذکور۔ [2] فتح الباری باب مذکور۔ [3] "تیسیر القاری" ج ۳ ص ۱۵۱

گفت ابوبکر صدیق نگہدارید عزت و شرف محمد را صلی اللہ علیہ وسلم در نگہداشت حرمت و تعظیم در حق اہل بیت آنحضرت۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے حق میں انکی حرمت و تعظیم کو مدنظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و شرف کو ملحوظ رکھو۔

پھر یزیدی لشکر نے کربلا کے میدان میں جو ان اہل بیت پر جو ظلم و ستم ڈھایا اس کے بارے میں شیخ نور الحق محدث دہلوی نے "تیسیر القاری شرح صحیح بخاری" میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

در شرح این قضیہ جانگزا جگر آب شدہ و قلم از دست افتاد... از حوصلہ طبع مسلمانے بیرون است کہ اشارتے باں تواں نمود[2]

اس قضیہ جان گسل کو بیان کرنے میں جگر پانی پانی ہوگیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا۔ کسی مسلمان کے حوصلہ سے یہ باہر ہے کہ اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔

یزید کی شقاوت اور علامہ عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی نے "کتاب الاتحاف بحب الاشراف" میں فرماتے ہیں۔

لاریب ان اللہ سبحانہ قضی علی یزید بالشقاوۃ فقد تعرض لآل البیت الشریف بالاذی ونال منہ لقتل الحسین وقتلہ وسبی حریمہ واولادہ وھم اکرم اھل الارض حینئذ علی اللہ سبحانہ[3]

لاریب حق تعالیٰ سبحانہ نے یزید پر شقاوت مسلط کی کہ اس نے آل بیت شریف (نبوی) کے ستانے پر کمر باندھی قتل حسین کے لیے بھی سپاہ کو بھیجی ان شہید کیا ان کی حرم اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا حالانکہ یہ حضرات اس وقت اللہ تعالیٰ سبحانہ کے نزدیک روئے زمین پر تمام بسنے والوں سے زیادہ معزز تھے۔

---

[1] "تیسیر القاری" ج۔۳ ص ۳۹۳۔ [2] ج۔۳ ص ۳۹۴۔

[3] ص ۱۸ طبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۱۸ھ۔

ابن زیاد کا طرز عمل صحابہؓ کے ساتھ

حضرت معقل بن یسار کا اس کو نصیحت فرمانا امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں ایک باب باندھا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح" یعنی جس کو رعیت کا والی بنایا جائے اور پھر وہ رعیت کی خیر خواہی نہ کرے" اور پھر اس باب میں یہ دو حدیثیں بیان کی ہیں:

(۱) عن الحسن ان عبید اللہ بن زیاد عاد معقل بن یسار فی مرضہ الذی مات فیہ فقال لہ معقل انی محدثک حدیثا سمعتہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ لم یجد رائحۃ الجنۃ۔

(۱) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں انکی عیادت کیلئے آیا تو حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کسی رعیت کی نگرانی سپرد فرمائے اور پھر وہ پوری طرح ان کی خیرخواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

(۲) وعن الحسن أتینا معقل بن یسار نعودہ فدخل عبید اللہ بن زیاد فقال لہ معقل أحدثک حدیثا سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما

(۲) نیز حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کیلئے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تبھی عبیداللہ بن زیاد بھی آگیا، حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یہ یزید کے عہد حکومت کا واقعہ ہے۔

من وال یلی رعیة من المسلمین فیموت وهو غاش الا حرم الله علیه الجنة۔

سنی ہے آپ نے ارشاد فرمایا" جو شخص بھی مسلمانوں کی کسی رعیت کا حاکم ہو اور پھر اس حالت میں مر گیا کہ وہ ان کے ساتھ دغابازی کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔

"صحیح مسلم" میں حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں اتنا اضافہ اور ہے:-

لو علمت ان لی حیاة ما حدثتك به۔[1]

اگر میں یہ سمجھتا کہ میری ابھی زندگی باقی ہے تو میں تجھ سے یہ حدیث بیان ہی نہ کرتا۔

اور دوسری روایت میں یہ ہے:

لو انی فی الموت لم احدثك به۔[2]

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں موت کے منہ میں ہوں تو یہ حدیث تم سے بیان بھی نہ کرتا۔

یہ حدیث "صحیح مسلم" میں "کتاب الایمان" میں بھی ہے اور "کتاب الامارۃ" میں بھی۔ صحیح مسلم کے ایک طریق میں اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس حدیث کو سن کر ابن زیاد حضرت معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا۔

الا کنت حدثتنی هذا قبل الیوم؟ قال ما حدثتك أو لم أكن لاحدثك۔

یہ حدیث آپ نے مجھ کو آج سے پہلے کبھی بیان نہیں کی، فرمایا: بس میں نے تم سے بیان نہ کی یا میں تم سے بیان کرنے والا نہ تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے:-

كان یخشی بطشه فلما نزل به الموت أراد

وہ ابن زیاد جبار کی سخت گرفت سے ڈرتے تھے، جب موت کا وقت آگیا تو چاہا کہ اس کے

۱؎ ج ۲ ص ۱۲۲ - ۲؎ باب فضیلة الامیر العادل وعقوبة الجائر۔

ان یکف بذلك بعض شره عن المسلمین۔[1]

مسلمانوں پر سے اس کے شر کو دفع کیا جائے۔

ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن مغفل کے ساتھ بدتمیزی

یہ حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں یاد رہے کہ ان سے پہلے بھی اسی قبیلے کے ایک دوسرے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آچکا ہے جس کی تفصیل امام طبرانی کی المعجم الکبیر میں ایک دوسری سند سے بایں الفاظ مروی ہے۔

(۲) عن الحسن قال لما قدم علینا عبید الله بن زیاد امیرا أمره علینا معاویة غلاما سفیها یسفك الدماء سفكا شدیدا وفینا عبد الله بن مغفل المزنی فدخل علیه ذات یوم فقال له إنته عما اراك تصنع فقال له وما انت وذاك فقال ثم خرج الی المسجد فقلنا له ما كنت تصنع بكلام هذا السفیه علی رؤس الناس؟ فقال انه كان عندی علم فاحببت ألا أموت حتی اقول به

حضرت حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ جب ہمارے پاس عبیداللہ بن زیاد امیر بن کر آیا، اس کو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم پر والی بنا کر بھیجا تھا یہ ایک بے وقوف چھوکرا تھا جو بہت بے دریغ لوگوں کا خون بہایا کرتا تھا اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم میں زندہ تھے، وہ ایک روز اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمانے لگے کہ جو کچھ میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں اس سے باز آجاؤ۔ اس نے اس نصیحت پر حضرت موصوف کو یہ جواب دیا کہ تم اس سے منع کرنے والے کون ہوتے ہو؟ پھر حضرت ممدوح مسجد میں تشریف لائے تو ہم نے ان سے عرض کیا آپ اس بے وقوف کے منہ لگ کر کیا کریں گے؟ فرمایا میرے پاس علم تھا سو مجھے یہ پسند آیا کہ

۱؎ ج ۱۳۔ ص ۱۱۳۔

على رؤس الناس، ثم قد عرفنا البحث ان مرض الذي توفي فيه فأتاه عبيد الله بن زياد يعوده فذكر نحو حديث الباب[1]

جب تک اس کو برسرعام بیان نہ کر دوں، وہ موت کے منہ میں دھکیلا، پھر آپ جیسے ہی لئے مرض الموت نے آپ کو آیا، اسی بیماری میں عبیداللہ بن زیاد آپ کی عیادت کے لیے آیا اور آپ نے اسی مضمون کی حدیث اس کو بتائی جو اس باب میں مذکور ہے۔

ابن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو کے ساتھ بدتمیزی

(۳) اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ صحیح مسلم میں یہ ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ابن زیاد کو نہایت نرمی کے ساتھ سمجھانا چاہا تو ابن زیاد نے بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت کا کچھ اثر لیتا الٹا ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا، یہ واقعہ حسب ذیل ہے:

ان عائذ بن عمرو، وكان من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل على عبيد الله بن زياد فقال اى بنى انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان شر الرعاء الحطمة، فاياك ان تكون منهم، فقال له: اجلس فانما انت من نخالة اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فقال وهل كانت لهم نخالة انما كانت النخالة بعدهم وفي غيرهم[2]

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے، عبیداللہ بن زیاد کے پاس آکر فرمایا بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے حکمرانوں میں سب سے برا وہ ہے جو لوگوں کو پیس مارے، تو تم اپنے آپ کو ان میں شامل کرنے سے بچتے رہو، یہ سن کر وہ کہنے لگا (بڑے میاں) بیٹھ جاؤ، تم تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کا بھوسی ہو! یہ سن کر حضرت عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ میں بھی بھوسی تھی؟ بھوسی تو بعد میں آنے والوں میں اور ان میں ہے جو صحابی نہیں ہیں۔

---

[1] فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۲۳ -
[2] مسلم ج ۲ ص ۱۲۲ -

ابن زیاد کا حضرت ابو برزہ کا مذاق اڑانا

(۴) اور اسی نوع کا ایک اور واقعہ سنن ابوداؤد میں یہ منقول ہے:

حدثنا مسلم بن ابراهيم نا عبد السلام بن ابي حازم ابو طالوت قال شهدت ابا برزة دخل على عبيد الله بن زياد فحدثني فلان سماه مسلم. وكان في السماط. قال فلما رآه عبيد الله قال ان محمديكم هذا الدحداح ففهمها الشيخ فقال "ما كنت أحسب أن أبقى في قوم يعيروني بصحبة محمد صلى الله عليه وسلم، فقال له عبيد الله ان صحبة محمد صلى الله عليه وسلم لك زين غير شين، ثم قال إنما بعثت إليك لأسألك عن الحوض سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر فيه

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہ ہمیں عبدالسلام بن ابی حازم نے بتلایا کہ میں اس وقت موجود تھا جب حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس تشریف لے گئے تھے چنانچہ مجھ سے فلاں[1] صاحب نے بیان کیا، ابوداؤد کہتے ہیں ہمارے استاد مسلم نے تو ان کا نام بھی بیان کیا تھا (مگر میرے ذہن سے اتر گیا) جو اس وقت مجلس میں موجود تھے ان صاحب کا بیان ہے کہ جیسے ہی عبیداللہ کی نظر حضرت پر پڑی کہنے لگا (لو یہ) تمہارا محمدی ٹھگنا موٹا (آگیا)۔ شیخ (حضرت) نے اس کی بات سمجھی تو فرمانے لگے "میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس قوم کے وجود میں آنے تک باقی رہوں گا کہ جو مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر عار دلائے گی" اب عبیداللہ نے (بات بدل کر) ان سے کہا، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت تو آپ کے لئے زینت ہے، باعث عیب نہیں، پھر کہنے لگا میں نے آپ کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ آپ سے حوض کے بارے میں سوال کروں کہ کیا آپ نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] یاد رہے کہ مسند احمد میں ان کا نام عباس جریری آیا ہے۔

شيئا قال أبو برزة نعم لا مرة ولا اثنتين ولا ثلاثا ولا أربعا ولا خمسا فمن كذب به فلا سقاه الله منه ثم خرج مغضبا۔[1]

کو کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے، حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں ہاں۔ ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ نہیں، چار دفعہ نہیں، پانچ دفعہ نہیں، جو حوض کا انکار کرے اللہ تعالیٰ اس کو حوض سے کچھ نہ پلائے۔ اس کے بعد آپ غصہ کی حالت میں اس کے پاس سے چلے آئے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری "بذل المجہود فی حل ابی داؤد" میں فرماتے ہیں کہ:

"عبید اللہ بن زیاد فساق میں سے تھا، اس لیے اس نے بطور تمسخر آپ کو "دحداح" یعنی ٹھگنا موٹا کہا تھا مگر آپ نے اپنے بارے میں تو اس کے اس طنز پر التفات نہ فرمایا البتہ اس نے "محمدی" کہہ کر جو آپ کا مذاق اڑایا اس پر آپ کو غصہ آگیا کہ اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی اہانت نکلتی ہے۔"[2]

یہ تھا ابن زیاد کا طرز عمل صحابہ کرام کے ساتھ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس نے جو ظلم و ستم ڈھایا وہ معلوم خاص و عام ہے۔

ابن زیاد بد نہاد تھا

ان سب باتوں کے ساتھ ابن زیاد کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس کا باپ زیاد بن سمیہ ثابت النسب نہیں تھا، بلکہ ولد الزنا تھا جس کے یہاں پیدا ہوا اس کی بجائے دوسرے کو اپنا باپ بتاتا تھا۔ بہت سے صحابہ و تابعین نے اس کے اس فعل پر نکیر بھی کی۔[3] ان ہی زیاد کے ماں شریکی بھائی حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت ہے

لما ادعي زياد لقيت أبا بكرة فقلت له ما هذا الذي صنعتم! إني سمعت سعد بن

جب زیاد کے بارے میں دعویٰ کیا گیا (کہ وہ ابو سفیان کی اولاد ہے) تو میں (اس کے ماں جائے بھائی) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ تم لوگوں نے

---

[1] کتاب السنۃ باب فی الحوض۔ [2] ج ۵ ص ۲۲۶ طبع دہلی [3] ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲

أبي وقاص يقول سمع أذناي من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يقول: من ادعى أبا في الإسلام غير أبيه يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام. فقال أبو بكرة وأنا سمعته من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم۔[1]

یہ کیا کیا (مطلب ان کے [illegible] والوں سے تھا) میں نے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرے دونوں کانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "اسلام میں جو شخص اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کو باپ بتاتا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ اس کا باپ یہ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے"۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس سے یزید کی مردم شناسی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ ظالم اپنے مظالم کا نفاذ کرنے کے لیے کیسے کیسے بد سرشت لوگوں کا انتخاب کیا کرتا تھا۔ یزید کو تجربہ ہو چکا تھا کہ اس کا خاص چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان، مروان کے ترغیب دلانے کے باوجود قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آمادہ نہ ہو سکا اس لیے اس نے اس کام کو سر انجام دینے کے لیے اس شقی ازلی ابن زیاد بد نہاد کا انتخاب کیا اور آخر اس نے ایسا کر کے دکھا بھی دیا۔ علامہ بدر الدین عینی نے ابن زیاد کی ان ہی حرکات ناشائستہ کے سبب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس کو لعین کہا ہے۔[2]

یزید کی مدینہ منورہ پر فوج کشی

پھر یزید نے سنہ ۶۳ ہجری میں حرم نبوی پر فوج بھیج کر مدینہ پاک کی حرمت کو جس طرح خاک میں ملایا اور اہل مدینہ پر جو ستم ڈھایا، وہ تاریخ اسلام کا ایک الگ خوں چکاں باب ہے، جس میں مدینہ طیبہ کے گلی کوچے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے خون سے رنگین نظر آتے ہیں۔

---

[1] ج ۱ ص ۵۷ کتاب الایمان باب بیان حال من رغب عن ابیہ وھو یعلم

[2] ملاحظہ ہو ج ۷ ص ۶۵۹ طبع استنبول۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں :

وواقعہ حرہ از اشنع شنائع است کہ در زمان یزید واقع شدہ . وقد ذکرناہ فی " تاریخ المدینۃ "[1]

اور حرہ کا واقعہ یزید کے زمانے کے بہت ہی بُرے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے جس کو ہم نے تاریخ مدینہ میں بیان کیا ہے

بیرون مدینہ منورہ مشرقی جانب جو سنگستانی علاقہ ہے ، جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر ہیں وہ مقام حرہ کہلاتا ہے ، اس کو حرہ واقم بھی کہا جاتا ہے ۔ واقم ایک شخص کا نام تھا جو زمانۂ قدیم میں یہاں آکر رہ پڑا تھا ، اسی مقام پر انصار مدینہ اور یزیدی لشکر کے مابین جنگ ہوئی تھی جو جنگ حرہ کہلاتی ہے ۔

واقعۂ حرہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

صحیح بخاری میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ :

أشرف النبي صلى الله عليه وسلم على أطم من أطام المدينة فقال هل ترون ما أرى ؟ إني لأرى مواقع الفتن خلال بيوتكم كمواقع القطر[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ میں جو گڑھیاں ہیں ان پر تشریف لے گئے اور وہاں ایک مقام بلند پر چڑھ کر آپ نے فرمایا : " کیا تمہیں بھی وہ دکھائی دیتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں : میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے اترنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فتنوں کے نزول کو بارش کے نزول سے تشبیہ دی جس سے مراد فتنوں کا بکثرت عام ہونا ہے ، یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے جو کہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی ، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

---

[1] ج ۔ ۱ ص ۲۰۶ طبع نول کشور لکھنو ۱۹۱۳ء
[2] باب أطام المدینۃ

وقد ظهر مصداق ذلك من قتل عثمان وهلم جرا ولا سيما يوم الحرة[1]

چنانچہ اس پیشین گوئی کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ظاہر ہوا اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہا اور بالخصوص حرہ کا واقعہ تو اس کا صریح مصداق ہے ۔

اس حدیث میں جو " رویت " کا ذکر ہے اس سے رویت علمی بھی مراد ہو سکتی ہے یعنی آپ کے علم میں ان فتنوں کا وقوع لایا گیا تھا اور رویت عینی بھی کہ یہ تمام فتنے عالم مثال میں آپ کو دکھلا دیے گئے تھے ۔ " فتنہ حرہ " سے کیسی تباہی مچی ، اس کے بارے میں حضرت سعید بن المسیب کا یہ بیان پڑھیے جو صحیح بخاری میں منقول ہے ۔

وقعت الفتنة الأولى يعني مقتل عثمان فلم تبق من أصحاب بدر أحدًا ثم وقعت الفتنة الثانية يعني الحرة فلم تبق من أصحاب الحديبية أحدًا[2]

پہلا فتنہ جب واقع ہوا یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ، تو اس نے بدری صحابہ میں سے کسی کو باقی نہ رکھا (سب آخر ختم ہو گئے) ، پھر دوسرا فتنہ یعنی جنگ حرہ جب واقع ہوئی تو اس نے اصحاب بیعت الرضوان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا ۔

حرہ کے مظالم کی تفصیل

اور امام دارمی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں :

أخبرنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبد العزيز قال لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا ولم يقم ولم يبرح سعيد بن المسيب من المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوٰة إلا بهمهمة يسمعها من قبر النبي صلى الله عليه وسلم[3]

سعید بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ " جنگ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت البتہ حضرت سعید بن المسیب نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا ، (وہ وہیں چھپے رہے) اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے ۔

---

[1] فتح الباری باب مذکور
[2] ج ۲ ۔ ۵۰۳
[3] باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ .

جنگِ حرّہ کا سبب یہ تھا کہ جب انصارِ مدینہ نے یزید کی مے خواری و بدکرداری کے سبب اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوجِ کثیر کے ساتھ مدینہ منوّرہ کی جانب یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تین دن تک مدینہ طیبہ کو اپنی فوج کے لیے حلال کر دینا۔ ان دنوں فوج کے لیے کھلی چھٹی ہے جو چاہیں وہاں کرتے پھریں اس مدت میں کسی کی جان و مال کو امان نہیں چنانچہ جیسا کہ امام طبری نے بسند نقل کیا ہے۔

فقتل جماعة صبرًا منهم معقل بن سنان ومحمد بن أبي الجهم بن حذيفة ويزيد بن عبد الله بن زمعة وبايع الباقين على أنهم خول ليزيد

اس مسلم نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کر کے قتل کرا دیا جس میں حضرت معقل بن سنان محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبد اللہ بن زمعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں

اور حافظ ابو بکر بن ابی خیثمہ بسندِ صحیح جویریہ بن اسماء سے ناقل ہیں :

وقتل من قتل وبايع مسلم الناس على أنهم خول ليزيد يحكم في دمائهم وأموالهم وأهلهم ما شاء

اور جن کو قتل ہونا تھا وہ قتل کر دیے گئے تو مسلم نے لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، ان کی جان و مال، بیوی بچوں کے بارے میں یزید جو چاہے حکم کرے

اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں بطریق محمد بن سعید بن رمانہ اس بیعت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں :

فلما كان من خلافهم عليه ما كان فوجهه فأباحها ثلاثًا ثم دعاهم إلى بيعة يزيد وأنهم

أعبدٌ له قنٌّ في طاعة الله ومعصيته.

پھر اہلِ مدینہ سے یزید کی جو مخالفت ظاہر ہونی تھی ظاہر ہوئی تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف بھیجا اس نے آکر تین دن تک مدینہ کو حلال کر دیا (کہ فوج کے لیے اہلِ مدینہ پر ہر قسم کے ظلم و ستم کی کھلی چھٹی تھی) پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کے لیے اس شرط پر دعوت دی کہ وہ یزید کے زر خرید ہیں اور اللہ کی اطاعت ہو یا معصیت دونوں صورتوں میں اس کا حکم بجا لانا ضروری ہے۔

اور امام طبرانی ہی نے حضرت عروہ بن زبیر سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ :

وجه يزيد مسلم بن عقبة في جيش أهل الشام وأمره أن يبدأ بقتال أهل المدينة ثم يسير إلى ابن الزبير بمكة. قال فدخل مسلم بن عقبة المدينة وبها بقايا من الصحابة فأسرف في القتل ثم سار إلى مكة فمات في بعض الطريق.

پس یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامی فوجوں کے ساتھ روانہ کیا اور اس کو یہ حکم دیا کہ پہلے اہلِ مدینہ سے قتال کرنا پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لڑنے کے لیے مکہ معظمہ کا رُخ کرنا۔ عروہ کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو وہاں بقیہ صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی اس (مردود) نے نہایت بے دردی سے ان کا قتلِ عام کیا، اور پھر مکہ معظمہ کی طرف چل پڑا مگر راہ ہی میں اس کو پیکِ اجل نے آلیا۔

یاد رہے کہ یہی مسلم بن عقبہ ہے جس کو تاریخ میں اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے "مسرف" یا "مجرم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان[۱] میں "حرّہ واقم" کے تحت لکھا ہے کہ فتنۂ حرّہ میں لشکرِ شام کے ہاتھوں

"موالی میں سے ساڑھے تین ہزار، انصار میں سے چودہ سو اور بعض سترہ سو بتاتے ہیں اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات تہِ تیغ کر دیے گئے۔ یزیدی لشکر نے مدینہ منوّرہ میں داخل ہو کر لوگوں کے اموال لوٹے، اور ان کی اولاد کو اسیر بنالیا۔"

اور مخدراتِ عصمت کی جو عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے قلم بھی شرماتا ہے۔

حرم کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری

پھر یزید کی ہدایت کے بموجب اس لشکر نے مکہ مکرمہ

---

[۱] ان سب حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۱۳ - ص ۹۰ ، ۹۱

کا رخ کیا اور وہاں جا کر حرم النبی کا محاصرہ کر لیا۔ مجرم خبیث تو راستہ ہی میں مر گیا تھا اور اس کی وصیت کے مطابق حصین بن نمیر سکونی نے لشکر کی کمان سنبھال لی تھی چنانچہ اسی کی زیر کمان منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی۔ مجرم نے ذی الحجہ ۶۳ھ میں مدینہ میں داخل ہو کر اس کو تباہ و تاراج کیا تھا۔[1] حصین بن نمیر نے صفر ۶۴ھ میں کعبہ شریف پر گولہ باری کی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے اور چھت میں آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنبہ کے وہ دونوں سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے جو اب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آ رہے تھے یعنی دنبہ کے سینگ تھے جو آپ کی قربانی کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا تھا۔[2] اس کے بعد پھر حق تعالیٰ کی طرف سے یزید کو مزید مہلت نہ ملی اور وہ بھی اسی واقعہ کے کچھ دن بعد اسی سال ۱۵، ربیع الاول کو مر گیا۔

یزید کا انجام بد امام بخاریؒ نے "الجامع الصحیح" میں باب باندھا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب اثم من کاد اھل المدینۃ" یعنی جو شخص اہل مدینہ پر داؤ لگائے اس کے گناہ کا بیان۔ اور پھر اس کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا یکید اھل المدینۃ أحد إلا انماع کما ینماع الملح فی الماء۔	جو شخص بھی اہل مدینہ پر داؤ چلائے گا وہ اسی طرح گھل جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت سعد بن ابی وقاص وابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ الفاظ آتے ہیں:

من أراد أهل المدینة بسوء أذابه الله کما یذوب الملح فی الماء۔[3]	جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا حق تعالیٰ نے اس کو اسی طرح پگھلا کر رکھ دے گا جس طرح کہ نمک پانی میں پگھل جایا کرتا ہے۔

---

[1] یعقوب بن سفیان فسوی نے واقعہ حرہ کی تاریخ ذی قعدہ ۶۳ھ بیان کی ہے (فتح الباری

[2] تاریخ الخلفاء از امام سیوطیؒ "تذکرہ یزید بن معاویہ"۔

[3] [illegible]

محدث قاضی عیاض اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

کما انقضی شان من حاربها أیام بنی امیة مثل مسلم بن عقبة فانه هلك فی منصرفه عنها ثم هلك یزید بن معاویة مرسله علی أثر ذلك۔[1]	جس طرح کہ ان لوگوں کی شان (و شوکت) ختم ہو گئی جنہوں نے بنو امیہ کے عہد حکومت میں اہل مدینہ سے جنگ کی تھی جیسے مسلم بن عقبہ کہ وہ اسی جنگ سے پلٹتے ہی ہلاک ہو گیا اور پھر اسی طرح اسی مہم پر اس کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ بھی اس کے پیچھے پیچھے موت کے منہ میں چلا گیا۔

اور امام نسائی نے حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے

من أخاف أهل المدینة ظالماً لهم أخافه الله وكانت علیه لعنة الله۔	جو ظالم اہل مدینہ کو خوف میں مبتلا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر خوف کو مسلط کر دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔

صحیح ابن حبان میں بھی بروایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مضمون کی روایت آئی ہے[2]

خود فیصلہ کیجئے ہم نے یزید پلید اور اس کے عمال بد اعمال کے اعمال بد کے سلسلہ میں "صحیح بخاری" کی احادیث میں جو کچھ آیا ہے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب ان احادیث کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اس کے جنتی ہونے کی شہادت دینا ضروری ہے یا اس کے اعمال بد پر نفرین کرنا، واقعی اگر وہ غزوۂ قسطنطنیہ میں شہید ہو جاتا تو یہ اس کی بڑی سعادت ہوتی لیکن اس کی قسمت میں تو یہ شقاوت لکھی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے دن اس وقت تک پورے نہ کرے جب تک کہ اس کے ہاتھوں حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی حرمت پامال نہ ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین اور ان کا قتل عام نہ ہو اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام -

---

[1] شرح صحیح مسلم از امام نووی۔ ج ۹، ص ۱۳۹

[2] ان دونوں روایتوں کے [illegible]

کے خون سے اس کے ہاتھ رنگین نہ ہوں۔ سوچیے اور خوب سوچیے کہ اس کا آخری انجام اگر لعنتی کاموں پر ہوا تو وہ لعنت کا مستحق ٹھہرے گا یا جنت کا حقدار؟

امام سیوطی اور علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا

اسی لیے امام جلال الدین سیوطی جیسے محتاط بزرگ کے قلم سے "تاریخ الخلفاء" میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں:

لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید ایضاً[1]	اللہ تعالیٰ قاتلِ حسین پر لعنت کرے اور اسی کے ساتھ ابن زیاد اور یزید پر بھی۔

اور عالم ربانی علامہ سعد الدین تفتازانی "شرح عقائد نسفیہ" میں لکھتے ہیں:

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذلک واھانتہ اھل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلھا احادا فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ[2]	اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا، ان تمام امور کی تفصیلات گو بطریقِ احاد مروی ہوں لیکن معنی کے لحاظ سے متواتر ہیں، اس لیے ہمیں تو اس کے بارے میں کیا، اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی تردد نہیں، اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو اور اس سلسلے میں اس کے اعوان وانصار پر بھی۔

ناصبیوں کا یہ عقیدہ کہ خلفاء حساب و عذاب سے بری ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جس طرح رافضی اپنے ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں اسی طرح یہ ناصبی بھی اپنے خلفاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ روزِ قیامت حساب و کتاب سے بری ہیں اور ان پر کوئی عذاب نہیں ہوگا، چنانچہ مورخِ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی نے "دول الاسلام" میں اموی خلیفہ یزید بن عبد الملک بن مروان کے

---

[1] ص ۲۰۷۔ [2] ص ۱۲۷، طبع مصر۔

تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب متولی خلافت ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ عمر بن عبد العزیز کی سیرت پر چلنا چاہیے اس پر چالیس شیوخ مملکت نے اس کے سامنے آکر یہ شہادت دی کہ:

ان الخلفاء لاحساب علیہم ولاعذاب[1]	خلفاء کا نہ حساب ہوگا نہ ان پر عذاب ہوگا

حافظ ذہبی کا بیان ہے:

وطائفۃ من الجہال الشامیین یعتقدون ذلک[2]	شام کے جاہلوں کی ایک جماعت کا یہی اعتقاد ہے۔

یزید بن عبد الملک کے بڑے بھائی ولید بن عبد الملک کا بھی یہی عقیدہ تھا، چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر[3] میں ابراہیم بن ابی زرعہ سے روایت کیا ہے کہ ولید نے ان سے دریافت کیا:

أیحاسب الخلیفۃ؟	کیا خلیفہ سے بھی قیامت کے دن حساب لیا جائیگا

ابراہیم نے جواب دیا امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ زیادہ مکرم ہیں یا حضرت داؤد (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و خلافت دونوں عطا فرمانے کے بعد یہ وعید سنائی ہے کہ:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝[4]	اے داؤد ہم نے تجھ کو ملک میں خلیفہ کیا، سو تو لوگوں میں انصاف سے حکومت کر اور اپنے جی کی خواہش پر نہ چل کہ وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دے، جو لوگ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کا دن بھلادیا۔

---

[1] حافظ سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں اسی واقعہ کو نقل کیا ہے ص ۲۴۶

[2] ج ۲ ص ۵۵۔ [3] ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳

اور خود یزید بھی جیسا کہ حافظ ابن کثیر کی تصریح سابق میں گزری چونکہ مرجئہ کا عقیدہ رکھتا تھا اس لئے اس کا بھی یہی عقیدہ ہوگا

موجودہ ناصبی جو روافض کی تقلید میں اپنے منہ پر تقیہ کا نقاب ڈال کر اہلسنت بنے ہوئے ہیں اور مساجد میں ان کی امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں چونکہ اپنے بزرگوں کے اس عقیدہ کا برملا اظہار نہیں کر سکتے اس لیے وہ طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے ذریعہ اپنے ممدوح امام برحق اور خلیفہ راشد سیدنا یزید کے جنتی ہونے کی خود بھی شہادت دیتے اور دوسروں سے بھی شہادت دلوانا چاہتے ہیں لیکن کوئی ہستی جس کو حق تعالے نے عقل سلیم عطا کی ہے ان کے فریب میں آ کر جس طرح حضرات عشرہ مبشرہ اور سادات فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ تعالے عنہم کو جنتی مانتا ہے یزید کو کیسے جنتی کہہ سکتا ہے؟ سچ پوچھئے تو اس بارے میں ناصبی رافضیوں سے بھی زیادہ کھوٹے نکلے کیونکہ یہ تو یزید جیسے فاسق و فاجر اور سفاک ظالم کو اپنا امام اور خلیفہ برحق مانتے اور اس کے جنتی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور رافضی جن بارہ حضرات کو امام معصوم کہتے ہیں وہ تو سب اولیاء کبار اور اخیار امت ہیں، اہل سنت کے نزدیک نہ رافضیوں کا غلو اپنے ائمہ کے بارے میں صحیح ہے اور نہ ناصبیوں کا۔ دونوں صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، نہ ائمہ اثنا عشر معصوم ہیں نہ یزید کا شمار بھلے آدمیوں میں ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو نیک ہدایت دے۔ آمین۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

دوسرا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی نے یزید سے بیعت خلافت کی اور اس پر قائم رہے اگر یزید کافر یا فاسق و فاجر اور شرابی اور زانی اور دشمن دین ہوتا تو یہ حضرات اس کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے اور اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہ پر کفر و فسق نوازی اور فجور و بدمعاشی کی سرپرستی و تعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت یزید کی بیعت کی گئی، نہ وہ کافر تھا اور نہ اس کے فسق کی اتنی شہرت تھی کہ سب کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ پھر ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ سلطان اگر عدل کرے تو رعیت کو اس کا شکر گزار ہونا چاہئے اور ظلم کرے تو رعیت کو صبر سے کام لینا چاہئے کیونکہ اقتدار سے ہٹا لینا آسان کام نہیں اس میں سخت خونریزی ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قتال کی مشغلی میں کامیابی نہ ہو اور مزید ظلم و تشدد بڑھ جائے چنانچہ شمس الائمہ سرخسی "شرح سیر کبیر" میں فرماتے ہیں:

وعن جماعة من الصحابة رضي الله تعالى	اور صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم کی ایک جماعت سے
عنهم قالوا: اذا عدل السلطان	منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب سلطان
فعلى الرعية الشكر وللسلطان الاجر	عدل کرے تو رعایا کو شکر کرنا چاہئے اور سلطان
واذا جار فعلى الرعية الصبر	کو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو رعایا
وعلى السلطان الوزر[1]	صبر کرے اور سلطان پر اس کا گناہ ہوگا۔

صحابہ یزید کے درباری نہ تھے

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین یزید کے درباری تو تھے نہیں، اور نہ ان کو یزید کے ساتھ خلوت و جلوت میں رہنے کا موقعہ ملا تھا جو یزید کے کرتوت ان کو معلوم ہوتے۔ چنانچہ علامہ شمس الائمہ سرخسیؒ نے ہی "شرح سیر کبیر" میں یہ بھی لکھا ہے کہ

وقد روى انه لما ولى يزيد بن	اور یہ بھی مروی ہے کہ جب یزید بن معاویہ حکمران
معاوية قال ابن عمر ان	ہوا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا:
يكن خيرا شكرنا وان يكن بلاءً	"اگر یہ بھلا ہوا تو ہم شکر کریں گے، اور اگر بلاء
صبرنا. ثم قرأ قوله تعالى:	ہوا تو ہم صبر سے کام لیں گے۔" پھر آپ نے یہ
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا	ارشاد باری نقل فرمایا (پھر اگر تم نے منہ پھیرا تو اس
حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ	کے ذمے ہے جو بوجھ اس پر رکھا گیا اور تمہارے
(القرآن آیت ۵۴ س ۲۴)	ذمے ہے جو بوجھ تم پر رکھا گیا)

[illegible]

کفر وفسق کی سرپرستی تو جب ہوتی کہ جب یہ صحابہؓ یزید کے ساتھ اس کی بُری حرکات میں شریک ہوتے ۔ خلیفہ فاسق ۔ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی طاعت کا حکم دے تو اس کی اطاعت کی جائے اور معصیت کا حکم دے تو اس کا ساتھ نہ دیا جائے ۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو ہدایت فرمائی تھی وہ جامع ترمذی ۔ اور سنن نسائی ۔ میں بایں الفاظ

وعن كعب بن عجرة قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم ، أعیذك بالله من امارة السفهاء قال وما ذاك یا رسول الله قال امراء سیكونون من بعدی من دخل علیهم فصدقهم بكذبهم واعانهم علی ظلمهم فلیسوا منی ولست منهم ولن یردوا علی الحوض ومن لم یدخل علیهم ولم یصدقهم بكذبهم ولم یعنهم علی ظلمهم فاولئك منی وانا منهم واولئك یردون علی الحوض رواه الترمذی والنسائی [1]

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں امارت سفہاء سے تجھے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں ۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ امارت سفہاء کیا چیز ہے ؟ آپ نے فرمایا کچھ امراء میرے بعد عنقریب ہوں گے ، جس نے ان کے دربار میں جا کر ان کے جھوٹ کو سچ بتایا اور ان کے ظلم میں ان کی اعانت کی نہ ان کا تعلق مجھ سے ہے اور نہ میرا تعلق ان سے ، اور نہ وہ مجھے حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے ۔ اور جو ان کے دربار میں داخل نہ ہوا ونہ ان کے کذب کی اس نے تصدیق کی اور نہ ان کے ظلم میں ان کی اعانت کی ، سو وہ لوگ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور یہی لوگ ہیں جو حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے ۔

یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ، فصل ثانی ص ۳۲۲

حق میں مقبول ہوئی چنانچہ ان کا انتقال یزید کی امارت سے پہلے ہی ۵۱ھ کے بعد ہو گیا تھا اور سنن ابی داؤد ۔ میں

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الجهاد واجب علیكم مع كل امیر برًّا كان او فاجرًا وان عمل الكبائر والصلوٰة واجبة علیكم خلف كل مسلم برًّا كان او فاجرًا وان عمل الكبائر والصلوٰة واجبة علی كل مسلم برًّا كان او فاجرًا وان عمل الكبائر [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد تم پر ہر امیر کی معیت میں واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد ، اور خواہ مرتکب کبائر ہی کیوں نہ ہو اور نماز بھی تم پر ہر مسلمان (امیر) کے پیچھے پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور کبائر ہی کا مرتکب کیوں نہ ہو جب بھی ، اور ہر مسلمان پر نماز کا پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور خواہ کبائر میں مبتلا ہی کیوں نہ ہو ۔

یہ شبہ رافضیوں کے شبہ کی طرح ہے یہ بالکل اسی طرح کا شبہ ہے جیسے کہ روافض کہا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چونکہ صحابہ ناراض تھے ، اس لئے کسی صحابی نے بھی ان کی طرف سے کوئی دفاع نہ کیا بلکہ سب صحابہ مسجد نبوی میں اس شخص کے پیچھے کہ جو ان باغیوں کا سرغنہ تھا اور اس فتنہ میں جمعہ و جماعت کا امام بن گیا تھا بڑے اہتمام سے نمازیں پڑھتے رہے حالانکہ اس کے پیچھے نماز کا ادا کرنا خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے بموجب تھا جو صحیح بخاری ۔ میں ہے ۔

وعن عبید الله بن عدی بن الخیار أنه دخل علی عثمان وهو محصور فقال

عبید اللہ بن عدی بن الخیار سے (جن کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرابت بھی تھی) مروی ہے کہ انہوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] رواہ ابوداؤد ۔ مشکوٰۃ ۱۵ ص ۱۰۳ ۔ باب الامامۃ فصل ثانی

یزید کے تقویٰ اور طہارت کا بیان نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں تو ابھی ان کی تصریح گذر چکی ہے کہ :

إن يكن خيرًا شكرنا وإن يكن بلاءً صبرنا۔	اگر وہ بھلا ہوا تو شکر کریں گے اور اگر برا ہوا تو صبر کریں گے

یہ بھی خیال رہے کہ کتاب و سنت پر بیعت کرنے کی پیش کش تو بعض حضرات نے جنگ حرہ کے موقع پر بھی کی تھی، پھر یزیدی لشکر کے سپہ سالار مجرم بن عقبہ نے اس پیش کش کی جس طرح پذیرائی کی اس کی تفصیل حافظ ابن حزم کے الفاظ میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ حضرات جب بھی موقع ملتا یزید اور اس کے کارندوں کے ظلم و ستم پر نکیر کرنے سے چوکتے بھی نہیں تھے، چنانچہ پہلے شبہ کے جواب میں آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے دور پرفتن کی کس طرح نشاندہی کی اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے پر مروان کو برسر منبر کس طرح ٹوکا اور حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو اشدق کو حرم الٰہی پر فوج کشی سے کس طرح روکا اور حضرت معقل بن یسار مزنی نے کس حکمت سے عبیداللہ بن زیاد کو فہمائش کی اور حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح اس کو سرزنش کی اور حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس لطف سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح اس پر اپنے غصے کا اظہار فرمایا۔ اب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیانات پڑھیے صحیح بخاری میں ہے :

سمعتُ عبد الله بن عمر	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی شخص
وسأله رجل عن المحرم	نے یہ سوال کیا کہ اگر احرام کی حالت میں کوئی
قال شعبة أحسبه يقتل الذباب	شخص مکھی کو مار ڈالے تو اس کے بارے میں
فقال أهل العراق يسألون عن	کیا فتویٰ ہے آپ نے فرمایا اہل عراق مکھی کے

إنك إمام عامة	محصور تھے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ
ونزل بك ما نرى	عامۃ المسلمین کے امام ہیں اور اس وقت آپ کے
ويصلي لنا إمام فتنة	ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں
ونتحرج فقال الصلوٰة	اب فتنہ پردازوں کا امام ہماری امامت کر رہا ہے
أحسن ما يعمل الناس	جس سے ہم دل تنگ ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا :
فإذا أحسن الناس	"نماز ان تمام اعمال میں سب سے بہتر عمل ہے
فأحسن معهم وإذا	جو لوگ انجام دیتے ہیں سو جب لوگ نیکی کا کام کریں
أساؤا فاجتنب إساءتهم[1]	تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرنے میں شریک ہو جایا کرو اور جب
	برائی کے مرتکب ہوں تو ان کی برائی سے بچتے رہو۔

کیا یزید کے ظلم و ستم میں کبھی کوئی صحابی شریک ہوا ہے؟

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا "حادثہ کربلا" "واقعہ حرہ" اور "حصار حرم مکہ" ان تینوں معرکہ ہائے ظلم و ستم میں کوئی صحابی یا کوئی قابل ذکر تابعی شریک ہوا ہے؟ یا اس کی بزم مے میں کبھی کسی بھلے مانس نے شرکت کی ہے؟ جو یزید کی فسق نوازی اور فجور و بد دینی کی سرپرستی کا ان پر الزام عائد کیا جائے، باقی رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فرمانا کہ

انا قد بايعنا هذا الرجل	ہم نے اس شخص سے اللہ اور اس کے رسول کے
على بيع الله ورسوله	عہد پر بیعت کی ہے

تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ و رسول کے حکم کے مطابق ہم نے اس سے بیعت کی ہے[2]، لہٰذا ہم کسی امیر کی اطاعت میں جادۂ شریعت سے باہر نہیں ہوں گے۔ اس میں

---

[1] رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ باب تعجیل الصلوٰۃ۔ فصل ثالث ص ۶۲

[2] چنانچہ علامہ احمد قسطلانی نے "ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری" میں اس کے یہی معنی لکھے ہیں فرماتے ہیں (على بيع الله ورسوله) اى على شرط ما امر به من بيعة الامام۔ یعنی جس شرط کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خلیفہ کی بیعت کا حکم دیا ہے، اسی کے مطابق۔

قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال النبي صلى الله عليه وسلم هما ريحانتاى من الدنيا[1].

قتل کرنے کے متعلق دریافت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر ڈالا جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما میری دنیا کے دو پھول ہیں۔

یاد رہے کہ یزید کا برادر عم زاد عبید اللہ بن زیاد (اگر زیاد کو واقعی ابو سفیان کا بیٹا تسلیم کیا جائے) یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا، اسی کے حکم سے عمر بن سعد چار ہزار کا لشکر جرار لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے آیا تھا اور اسی عراقی لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا[2]۔ ابن زیاد بدنہاد نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ جو گستاخی کی تھی اس پر حضرت انس و حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جس طرح اس پر اظہار ناراضگی کیا تھا وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر نے دارقطنی کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے، وہ درج ذیل ہے:

عن محمد وعبد الرحمن ابنی جابر بن عبد الله قالا خرجنا مع ابينا يوم الحرة وقد كف بصره فقال تعس من أخاف رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلنا يا أبت وهل أحد يخيف رسول الله صلى الله عليه وسلم؟

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بیٹوں محمد و عبد الرحمٰن کا بیان ہے کہ حرہ کے دن ہم اپنے ابا کے ساتھ باہر نکلے اس وقت آپ کی بینائی زائل ہو چکی تھی آپ نے فرمایا، برباد ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوف میں مبتلا کیا! ہم نے عرض کیا ابا جان! کوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈرا سکتا ہے،

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۰ مناقب الحسن والحسین۔

[2] اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ شہید کربلا پر افتراء۔

فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من أخاف أهل هذا الحي من الأنصار فقد أخاف ما بين هذين ووضع يده على جنبيه[1].

فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جس نے اس قبیلہ انصار کو ڈرایا اس نے میرے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان جو چیز ہے (یعنی قلب نبوی) اس کو ڈرایا ہے" اور جس وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہو رہا تھا آپ اپنے دونوں پہلوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے

پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان حضرات کی بیعت کے باوجود جن کا مستفتی نے نام لیا ہے یزیدی لشکر نے حرہ کی جنگ میں ان بزرگوں کے جگر کے ٹکڑوں کو قتل کرنے سے ذرا بھی دریغ نہیں کیا اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت قطعاً نہیں کی تھی، اور پھر جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سب سے آخر میں بیعت کی تھی[2]۔

غرض یزید کے دور حکومت میں یا تو صحابہ کرام اس سے برسر پیکار نظر آتے ہیں، جیسے حضرت حسین، حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور وہ صحابہ جو جنگ حرہ میں اس کے خلاف لڑے (رضی اللہ عنہم)، اور یا پھر اس کو یا اس کے عمال کو ان کے ظلم و ستم پر ٹوکتے، جیسے (۱) حضرت عبد اللہ بن عباس (۲) حضرت عبد اللہ بن عمر (۳) حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ (۵) حضرت ابو شریح خزاعی (۶) حضرت معقل بن یسار مزنی (۷) حضرت انس بن مالک (۸) حضرت زید بن ارقم (۹) حضرت عبد اللہ بن مغفل (۱۰) حضرت عائذ بن عمرو (۱۱) حضرت ابو برزہ اسلمی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کوئی صحابی ہمیں یزید کا ثنا خواں اور اس کی تعریف میں رطب اللسان نہیں ملتا اور نہ اس کی حمایت میں کسی معرکہ میں لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۳

[2] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۸

اور یہ ہوتا بھی کس طرح جب کہ یزید کے عہد نحوست عہد کا نقشہ نوری کے اس شعر کے بالکل مطابق تھا

بر بزرگان زمانہ شدہ خردان سالار
بر کریمان جہاں گشتہ لئیمان مہتر

تیسرا شبہ اور اس کا جواب

تیسرا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے، یہ ہے کہ «حضرت محمد بن حنفیہ نے نہ صرف یزید کی بیعت کی بلکہ اس پر عائد کردہ الزامات کی پر زور تردید بھی کی الخ»

«منتقی» کا غلط حوالہ

مستفتی نے اس سلسلہ میں «البدایہ والنہایہ» کا حوالہ «منتقی ص ۲۸۱» سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ «منتقی» حافظ ذہبی کی تصنیف ہے جن کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی ہے اور «البدایہ والنہایہ» ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر کی۔ اور ان کا سنہ وفات ۷۷۴ھ ہے پھر لطف یہ ہے کہ «منتقی» میں خود اس کے خلاف صاف تصریح ہے کہ:

لم نعتقد انه من الخلفاء الراشدين كما قاله بعض الجهلة من الاكراد۔ [1]	ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ یزید خلفاء راشدین میں سے تھا جیسا کہ بعض جاہل کردوں کا عقیدہ ہے۔
ونحن نقول خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم صارت ملكا كما ورد في الحديث	اور ہم تو اس کے قائل ہیں کہ خلافت نبوت تیس سال ہی رہی پھر بادشاہی ہو گئی، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔
يزيد كان ملك وقته وصاحب السيف كامثاله من المروانية والعباسية [2]	یزید بھی مروانیوں اور عباسیوں کی طرح اپنے وقت میں ایک صاحب شمشیر (و علم) بادشاہ تھا۔

---

[1] ص ۲۶۹

[2] ص ۲۸۱

یاد رہے کہ حافظ ذہبی یزید کو قطعاً اچھا آدمی نہیں کہتے۔ اور وہ خود ان الزامات کو اپنی تصانیف میں اس پر عائد کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ان کی تصریحات آگے موقع بموقع آرہی ہیں۔

ائمہ مسلمین میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں کہ یزید عادل تھا اور اللہ کا مطیع

اور حافظ ابن تیمیہ نے «منہاج السنۃ» میں جس کا خلاصہ یہی «منتقی» ہے صاف لکھا ہے کہ:

وكذلك كونه عادلاً في كل اموره مطيعاً لله في جميع أفعاله ليس هذا اعتقاد أحد من ائمة المسلمين۔ وكذلك وجوب طاعته في كل ما يأمر به وان كان معصية لله تعالىٰ ليس هو اعتقاد لاحد من ائمة المسلمين۔ [1]	اور اسی طرح یزید کا تمام معاملات میں عادل ہونا، اور اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کا مطیع ہونا، یہ بھی ائمہ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں ہے۔ اور اسی طرح یہ بات کہ یزید کی اطاعت اس کے ہر حکم میں واجب تھی خواہ معصیت الٰہی کا ہی حکم کیوں نہ دے یہ بھی ائمہ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں ہے۔

«منتقی» کے محشی محب الدین خطیب نے (جو کہ پکا ناصبی ہے) اس افسانہ کو «البدایہ والنہایہ» کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کی تردید محدث حرم محمد عربی تبانی نے «افادۃ الاخیار ببراءۃ الابرار» میں بڑی تفصیل سے کی ہے۔

حافظ ابن کثیر کی تصریحات یزید کے فسق کے بارے میں

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ خود حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب «البدایہ والنہایہ» میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ یزید کے فسق کی تصریح کی ہے۔ مثلاً:

(۱) ایک مقام پر امام طبرانی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

كان يزيد في حداثته صاحب شراب يأخذ مأخذ الاحداث [2]	یزید اپنی نوعمری میں پینے پلانے کا شغل رکھتا تھا اور اس میں نوجوانوں کی سی آزادی تھی۔

---

[1] منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۰

[2] ج ۸ ص ۲۸۸

(۲) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وکان فیہ ایضا اقبال علی الشھوات[1] وترک بعض الصلوٰۃ فی بعض الاوقات واماتتھا فی غالب الاوقات وقد قال الامام احمد حدثنا ابوعبد الرحمٰن ثنا حیوۃ حدثنی بشیر بن عمرو الخولانی أن الولید بن قیس حدثہ انہ سمع اباسعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون خلف من بعد ستین سنۃ اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا[2] (الحدیث)

اور یزید میں یہ بات بھی کہ وہ خواہشات نفسانی کا متوالا تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں بھی چھوڑ دیا کرتا تھا اور اکثر ناوقت پڑھتا تھا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازیں چھوڑ دیں گے، اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے اور عنقریب غی جہنم میں (جو کہ جہنم کی بدترین وادی ہے) داخل ہوں گے۔

(۳) اور پھر وہ حدیثیں ذکر کرکے جن میں یزید کی مذمت وارد ہے، لکھتے ہیں:

قلت: یزید بن معاویۃ اکثر ما نقم علیہ فی عملہ شرب الخمر واتیان بعض الفواحش۔

میں کہتا ہوں یزید بن معاویہ پر اس کی بدکرداری کے سلسلے میں سب سے زیادہ جو الزام عائد کیا گیا وہ مے نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔

یاد رہے یہ سب الزامات وہ ہیں جو صحابہ نے اس پر عائد کئے تھے۔ حافظ ابن کثیر نے ان الزامات سے یزید کی کہیں برأت نہیں کی ہے اب ظاہر ہے کہ جب حافظ ابن کثیر خود محمد بن حنفیہ کی اس روایت پر اعتماد نہیں کرتے اور جابجا اس کے خلاف اپنے فیصلے صادر کرتے جاتے ہیں تو پھر ابن الحنفیہ کی نسبت اس قول کی صحت معلوم۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت

---

[1] ج ۸ ص ۲۳۰ [2] سورہ مریم آیت ۵۹

عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن سے محمد بن حنفیہ کا یہ مکالمہ برأت یزید کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے) دونوں صحابی ہیں اب اگر یہ مکالمہ صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان دونوں صحابیوں نے تو یزید پر جھوٹی تہمت جوڑی اور ابن حنفیہ جو کہ صحابی نہیں ہیں ان کی بات سچی نکلی یہ بات مستفتی کا ذہن تو قبول کرسکتا ہے لیکن عام مسلمان کا نہیں۔

اس افسانہ کا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں پھر یہ بھی واضح رہے کہ اس افسانے کا ذکر صرف تاریخ ابن کثیر میں ملتا ہے اور انہوں نے بھی اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ اس پر کوئی علمی بحث کی جاسکے۔ اس افسانہ کو نہ امام ابن جریر طبری نے ذکر کیا ہے نہ حافظ ابن الاثیر جزری نے اور نہ کسی اور معتبر مورخ نے۔ لہٰذا پہلے محمد بن حنفیہ سے اس مکالمہ کو بسند صحیح ثابت کیا جائے۔ پھر شبہ ظاہر کیا جائے اور بالفرض اس افسانہ کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی یزید کے بارے میں ابن حنفیہ کی تعدیل متاش تابعین کبار کی جرح کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی، صحابہ کی جرح کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ اصولِ حدیث کا متفقہ قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ پھر صحابہ کی جرح کے مقابلہ میں ابن حنفیہ کی تعدیل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

فنِ رجال کا متفقہ فیصلہ، یزید اس کا اہل نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے! یاد رہے تاریخ وفنِ رجال کی تمام کتابوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یزید کی عدالت مجروح ومقدوح ہے اور وہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت قبول کی جائے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی "تقریب التہذیب" میں فرماتے ہیں

یزید بن معاویۃ بن ابوسفیان الاموی ابوخالد ولی الخلافۃ سنۃ ستین ومات سنۃ أربع وستین ولم یکمل الاربعین، لیس بأھل أن یروی عنہ

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی ابوخالد ۶۰ھ ہجری میں متولی خلافت ہوا۔ اور ۶۴ھ ہجری میں مرگیا، پورے چالیس سال کا بھی نہ ہوسکا یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے کوئی حدیث روایت کی جائے۔

اب ظاہر ہے کہ محمد بن حنفیہ کی طرف اگر اس قول کا انتساب صحیح ہوتا یا کسی بھی صحابی و تابعی سے یزید کی ثنا وصفت منقول ہوتی اور وہ محدثین و ائمہ رجال کے نزدیک عادل ہوتا تو فنِ رجال کا یہ فیصلہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے

چوتھا شبہ اور اس کا جواب

چوتھا شبہ جو مستفتی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو یزید کو ان کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اس کی بیعت و اطاعت کا حکم دیا۔

اغانی کی روایت میں یہ بات مذکور نہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا فسق تواتر سے ثابت ہے اس لیے اس کے صالح ہونے کا ذکر اگر کسی روایت میں آئے تو وہ روایت شاذ نا قابلِ قبول ہوگی۔ علامہ ابو الفرج اصفہانی نے "اغانی" میں اس سلسلہ میں جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے

ان ابن عباس أتاه نعی معاویة و ولایة یزید وھو یعشی أصحابه ویأکل معھم وقد رفع إلی فیه لقمة فألقاھا وأطرق ھنیھة ثم قال جبل تدکدك ثم مال بجمیعه فی البحر واشتملت علیه	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر مرگ اور یزید کے حاکم بننے کی اطلاع پہنچی تو وہ اپنے اصحاب کو شام کا کھانا کھلا رہے تھے اور خود بھی ان کے ساتھ کھا رہے تھے۔ اس وقت آپ اپنے منہ میں لقمہ ڈالنے ہی والے تھے کہ آپ نے لقمہ رکھ دیا اور تھوڑی دیر تک سر جھکائے رہے پھر فرمانے لگے کہ ایک پہاڑ تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر سارے کا سارا سمندر میں چلا گیا

الأبحر لله در ابن ھند ماکان أجمل وجھه وأکرم خلقه وأعظم حلمه فقطع علیه الکلام رجل وقال أتقول ھذا فیه فقال: ویحك إنك لا تدری من مضی عنك ومن بقی علیك وستعلم ثم قطع الکلام[2]	اور اس کے کئی سمندر بن گئے[1] بخدا ابن ہند (معاویہ) کے کیا کہنے اس کا چہرہ کتنا پیارا، اس کا اخلاق کتنا عمدہ اور اس کا حلم کتنا زیادہ تھا۔ اس پر ایک شخص ان کی بات کاٹ کر کہنے لگا آپ بھی ان کے بارے میں ایسا کہتے ہیں، فرمایا تجھ پر افسوس ہے تجھے پتہ ہی نہیں کہ تجھے چھوڑ کر کون چلا گیا اور تجھ پر مسلط ہونے کے لیے کون باقی رہ گیا، سو اب تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اتنا کہہ کر آپ نے گفتگو ختم کر دی۔

اور مستفتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے لیے دو کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ایک "الامامۃ والسیاسۃ" کا دوسرا "بلاذری" کا

"الامامۃ والسیاسۃ" قابلِ استناد نہیں

"الامامۃ والسیاسۃ" قابلِ استناد کتاب نہیں، معلوم نہیں اس کا مصنف کون ہے مشہور ادیب ابن قتیبہ کی طرف اس کی نسبت جعلی ہے۔

بلاذری کی سند صحیح نہیں

رہا بلاذری تو اس کی سند میں صحت معلوم نہیں ہوتی ایسی روایت ہر حال میں مردود ہے اور اگر کسی کو اس کی صحت پر اصرار ہو تو سند پیش کر کے اس کی صحت کا ثبوت دے۔ خود مؤرخ بلاذری کی "انساب الاشراف"

---

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر جو رائے ظاہر کی ہے آئندہ ہونے والے واقعات نے اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ تقریباً چودہ پندرہ سال تک پھر اموی حکومت کو استحکام نصیب نہیں ہو سکا اور اسلامی دنیا اس عرصہ میں خانہ جنگی میں مبتلا رہی۔

[2] ج ۱۶ ص ۳۰ - طبع دار الفکر بیروت

میں یزید کا تذکرہ اس کے فسق و فجور کے ذکر سے پُر ہے تاہم اس میں بعض ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن کی اہمیت کے پیشِ نظر یہودیوں نے ۱۹۳۰ء میں یروشلم سے اس کتاب کو شائع کیا تھا اور انہی یہودیوں کی اتباع میں محمود احمد عباسی جیسے ملحدین نے مسلمانوں میں انتشارِ فکر پیدا کرنے کے لیے اس قسم کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی۔

بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو حضرت ابن عباس کی آخری رائے کا اعتبار ہو گا ۔

اور بالفرض تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید کے بارے میں یہی اظہارِ خیال فرمایا تھا جو اس روایت میں مذکور ہے تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ یزید کا فسق ابھی ظاہر نہیں ہو تھا اور اس کے والد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی زندہ تھے اور وہ سب کے سامنے نیک بنا رہتا تھا اس لیے ممکن ہے نظر بظاہر آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے ما بعد اس کے بارے میں ایسا اظہارِ خیال فرمایا ہو۔ بعد کو جب اس کا فسق عالم آشکارا ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کی مظلومانہ شہادت نے اس کے ظلم و عدوان پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود یزید کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا اصل اعتبار اس کا ہو گا۔

یزید اور حضرت ابن عباس کی خط و کتابت

چنانچہ یزید کے نام حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خط و کتابت جو کتبِ تواریخ میں درج ہے وہ دیکھ لی جائے۔ اس سے سب حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نظر میں یزید کا کتنا احترام تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی بیعتِ خلافت کی دعوت دی تھی لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا اس انکار سے یزید سمجھا کہ چونکہ یہ میری بیعت میں داخل ہیں اس لیے انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیعت سے انکار کیا؟

اس بات سے خوش ہو کر اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو خط لکھا ہے وہ یہ ہے:

یزید کا خط حضرت ابن عباس کے نام

اما بعد : فقد بلغنی أنّ الملحد ابن الزبیر دعاك إلى بیعته وانك اعتصمت ببیعتنا وفاء منك لنا فجزاك الله من ذی رحم خیر ما یجزی الواصلین لأرحامهم الموفین بعهودهم فما أنسی من الأشیاء فلستُ بناس برّك وتعجیل صلتك بالذی أنت له أهل فانظر من طلع علیك من الآفاق ممن سحرهم ابن الزبیر بلسانه فاعلمهم بحاله فانهم منك اسمع الناس ولك أطوع منهم للمحلّ[2]

اما بعد: مجھے اطلاع ملی ہے کہ ملحد ابن الزبیر نے آپ کو اپنی بیعت کے لیے کہا تھا اور آپ ہماری وفاداری میں ہماری بیعت پر مستقیم ہیں اللہ تعالیٰ آپ جیسے رشتہ دار کو بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے جو وہ ان حضرات کو عطا کرتا ہے کہ جو صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے عہد پر قائم رہتے ہیں سو اب میں کچھ بھی بھولوں پر آپ کے اس احسان کو نہیں بھولوں گا اور نہ آپ کی خدمت میں فوراً ایسے صلے کی روانگی کو جو آپ کے شایانِ شان ہو، اب آپ ذرا نگاہ رکھیں کہ جو بھی بیرونی آدمی آپ کی خدمت میں آئے اور ابن زبیر نے اپنی جادو بیانی سے اسے متاثر کر لیا ہو تو آپ ابن زبیر کے حال سے اسے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس حرمِ کعبہ کی حرمت کے حلال[1] کرنے والے کی نسبت لوگ آپ کی زیادہ سنتے اور زیادہ مانتے ہیں

حضرت ابن عباس کا سرزنش نامہ یزید کے نام

یزید کے اس خط کے جواب میں حضرت

---

[1] ابن زبیر مراد ہیں کہ یزید کی بیعت نہ کرنے کے سبب یزید خاک بدہن گستاخ ان کو ملحد اور حرمتِ کعبہ کو ختم کرنے والا کہتا تھا۔

[2] الکامل از ابن اثیر ج ۴ ص ۵۰۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو جو سرزنش نامہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے:

أما بعد: فقد جاءني كتابك فأما تركي بيعة ابن الزبير فوالله ما أرجو بذلك برك ولا حمدك ولكن الله بالذي أنوي عليم وزعمت أنك لست بناس بري فاحبس أيها الإنسان برك عني فإني حابس عنك بري وسألت أن أحبب الناس إليك وأبغضهم وأخذلهم لابن الزبير فلا ولا سرور ولا كرامة كيف وقد قتلت حسيناً وفتيان عبد المطلب مصابيح الهدى ونجوم الأعلام غادرتهم خيولك بأمرك في صعيد واحد مرملين بالدماء مسلوبين بالعراء مقتولين بالظماء لا مكفنين ولا موسدين[1]

امابعد۔ تمہارا خط مجھے ملا میں نے جو ابن زبیر سے بیعت نہیں کی تو واللہ اس سلسلہ میں میں تم سے حسن سلوک اور تمہاری ثنا و صفت کا خواہاں نہیں، بلکہ جس نیت سے میں نے ایسا کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تمہیں جو یہ زعم ہے کہ میرے حسن سلوک کو فراموش نہ کرو گے تو اے انسان اپنے اس حسن سلوک کو اپنے پاس اٹھا رکھو کیونکہ میں اپنے حسن سلوک کو تم سے اٹھا رکھوں گا اور تم نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن زبیر سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں سو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا، نہ تمہاری خوشی ہمیں منظور ہے اور نہ تمہارا اعزاز، اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسین کو اور ان جوانان عبدالمطلب کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور نامور روشن ستارے تھے، تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو آغشتہ بخون ایک کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا

---

[1] یاد رہے الکامل لابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ میں یہاں "موسدین" کے بجائے "مسودین" اور "تنتابهم" کی جگہ "ینتابهم" اور "عوج الضباع" کی بجائے "عرج البطاح" غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے اس کی تصحیح "مجمع الزوائد" سے کر دی ہے

تسفي عليهم الرياح وتنتاب بهم عوج الضباع حتى أتاح الله بقوم لم يشركوا في دمائهم كفنوهم وأجنوهم وبي وبهم تعززت وجلست مجلسك الذي جلست فما أنسى من الأشياء فلست بناسي اطرادك حسيناً من حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى حرم الله وتسييرك الخيول إليه فما زلت بذلك حتى أشخصته إلى العراق فخرج خائفاً يترقب فنزلت به خيلك عداوة منك لله ورسوله ولأهل بيته الذين أذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً فطلب إليكم الموادعة وسألكم الرجعة فاغتنمتم قلة أنصاره

وہ چھینا جا چکا تھا، پیاس کی حالت میں ان کو قتل کیا گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا، ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بجو کے بجو باری باری سے ان کی لاشوں پر آتے جاتے رہے تا آنکہ حق تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی قوم کو مہیا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ تھے، ان لوگوں نے آکر ان کو کفن دیا اور دفن کیا حالانکہ بخدا ان ہی کے طفیل تجھے یہ عزت ملی ہے اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے، اب میں خواہ سب چیزیں فراموش کر دوں، پر اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تو نے ہی حسین کو مجبور کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سے حرم الٰہی میں پہنچایا اور پھر تو اپنے سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور یہ سلسلہ لگا رہا تا آنکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کرکے چھوڑا۔ چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو ڈر کا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جا لیا۔ یہ سب کچھ تو نے خدا، رسول اور ان اہل بیت کی عداوت میں کیا جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست دور کرکے ان کو خوب پاک و صاف کر دیا تھا۔ حسینؓ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیشکش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں اور ان کے خاندان کا استیصال کیا

واستيصال اهل بيته و تعاونهم عليه كأنكم قتلتم اهل بيت من الترك والكفر فلا شيء أعجب عندي من طلبتك ودي وقد قتلت ولد أبي وسيفك يقطر من دمي وأنت أحد ثاري ولا يعجبك إن ظفرت بنا اليوم فلنظفرن بك يوماً[2] والسلام

جاسکتا ہے۔ موقع کو غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف باہم تعاون کرکے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے گویا تم مشرکوں یا کافروں کے خاندان کو قتل کررہے ہو پس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ اور کیا تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے، حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کرچکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے، اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تو نے ہم پر فتح پالی ہے ہم بھی کسی دن تجھ پر فتح پاکر رہیں گے۔[2] والسلام

یزید کا یہ خط اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ جواب، مؤرخ بلاذری نے بھی "انساب الاشراف" (ج ۴ ص ۱۸-۱۹ طبع یروشلم ۱۹۳۸ء) میں نقل کیا ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آخری فیصلہ یزید کے حق میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔

پانچواں شبہ

مستفتی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی کے شاگرد قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے "العواصم من القواصم" میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے "کتاب الزہد" میں امیر یزید کا ذکر زہاد صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں ذکر کیا ہے جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

---

[1] کامل ابن اثیر، ج ۴۔ ص ۵۰/۵۱

[2] تاریخ شاہد ہے کہ حضرت کی یہ پیشگوئی پوری ہو کر رہی اور عباسیوں ہی کے ہاتھوں امویوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

اس کا جواب

ابن العربی کی رائے غزالی کے بارے میں

یہ صحیح ہے کہ حافظ ابوبکر ابن العربی، امام غزالی کے شاگرد تھے لیکن خود ان کے دل میں استاد کی جو قدر تھی وہ بھی سن لیجیے۔

حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں ۵۴۳ھ ہجری کے وفیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وممن توفي فيها من الأعيان الفقيه ابوبكر بن العربي المالكي شارح الترمذي كان فقيهاً عالماً وزاهداً عابداً وسمع الحديث بعد اشتغاله في الفقه وصحب الغزالي و أخذ عنه و كان يتهمه برأي الفلاسفة ويقول دخل في أجوافهم فلم يخرج منها.[1]

اور اس سنہ میں جن بڑے لوگوں کا انتقال ہوا ان میں فقیہ ابوبکر ابن العربی مالکی شارح ترمذی بھی ہیں۔ یہ فقیہ و عالم اور زاہد و عابد تھے۔ انہوں نے حدیث کا سماع فقہ میں مشغول ہونے کے بعد کیا تھا۔ غزالی کی صحبت میں رہے ان سے علم بھی حاصل کیا اور غزالی کو فلاسفہ کی رائے سے بھی متہم کیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ فلسفہ ان لوگوں کے پیٹوں میں ایسا گھسا کہ پھر نکلا ہی نہیں۔

ابن العربی کا فتویٰ کہ حسینؓ کا قتل جائز تھا

بجا ہے بقول شاگرد، استاد تو فلسفہ کے چکر سے ساری عمر نہ نکل سکے۔ مگر خود بدولت کو آخر کیا ہوگیا تھا کہ یزید جیسا فاسق تو آپ کو اولیاء کبار کی صف میں نظر آیا اور ریحانۃ الرسول، سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نظر میں ایسے مجرم ٹھہرے کہ جناب نے جھٹ سے یہ فتویٰ صادر فرما دیا کہ:

---

[1] ج ۱۲۔ ص ۲۲۸، ۲۲۹

قتل الحسين بشرع جده[1]

حسین کو ان کے نانا کی شریعت کے مطابق قتل کر ڈالا گیا۔

ناظم بریں خرافات۔ سمجھ بوجھ ہو تو ایسی ہو۔ غالی ناصبیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں لکھتے ہیں:

غلوا الناصبية الذين يزعمون ان الحسين كان خارجيا وانه كان يجوز قتله[2]

ناصبیوں کا غلو ہے جو یہ زعم کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفۂ وقت کے خلاف خروج کیا اور (اس لیے) ان کو قتل کرنا جائز تھا۔

قاضی ابوبکر بن العربی ناصبی ہیں چنانچہ اسی لیے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ "فتاوی عزیزی" میں لکھتے ہیں:

نواصب فرقہ جدا است، و ولے خوارج در مغرب و شام بسیار بودہ اند، و متوکل عباسی و وزیر او و علی بن جہم نیز از جملہ نواصب ہست. خوارج جمیع مقاتلین را از صحابہ ہمچو طلحہ و زبیر و امیر المومنین علی المرتضیٰ و معاویہ و عمرو بن العاص را تکفیر می کنند. و نواصب محض عداوت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و ذریت طاہرہ او شعار خود

"نواصب" "خوارج" سے جدا فرقہ ہے یہ مغرب اور شام میں بہت تھے۔ خلیفہ المتوکل عباسی اور اس کا وزیر علی بن جہم بھی نواصب میں سے تھے۔ خوارج ان تمام صحابہ کرام کو جن میں باہم جنگ ہوئی یعنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر، امیر المومنین علی مرتضیٰ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) ان سب کو کافر بتاتے ہیں اور "نواصب" نے صرف امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "مقدمہ ابن خلدون" ص ۵۲ - طبع مطبعہ بہیہ مصر
"العواصم من القواصم" از ابن العربی ص ۲۳۲ طبع قاہرہ ۱۳۷۱ھ

[2] ج ۲ ص ۲۵۱ - طبع امیریہ مصر ۱۳۲۱ھ

دارند و از متاخرین حافظ مغربی نیز ناصبی است[1]

اور ان کی ذریت طاہرہ کی عداوت کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ متاخرین میں حافظ مغربی (ابوبکر بن العربی) بھی ناصبی ہے۔

کتاب الزہد میں جن صاحب کا تذکرہ ہے وہ امیر یزید نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں

اسی ناصبیت کی شامت سے شاید قاضی جی کو وہم ہو گیا اور انہوں نے "کتاب الزہد" میں یزید بن معاویہ کا نام دیکھتے ہی اس کو اپنا ممدوح امیر یزید سمجھ لیا، یہ امیر یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ یزید بن معاویہ نخعی کوفی ہیں جو مشہور عابد و زاہد گزرے ہیں ان کا تذکرہ "تہذیب التہذیب" وغیرہ کتب رجال میں مذکور ہے۔ ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے حافظ جمال الدین مزی کی "تہذیب الکمال" سے ان کا پورا ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں:

يزيد بن معاوية النخعي الكوفي ذكر ابو بكر بن أبي خيثمة انه معدود في العباد هو و عمرو بن عتبة بن فرقد و ربيع بن خثيم و همام بن الحارث و معضد الشيباني و جندب بن عبد الله و كميل بن زياد النخعي و اويس القرني، وحكي عن عبد الرحمن بن يزيد النخعي قال خرج جيش نحو فارس فيه علقمة و يزيد بن معاوية فقتل يزيد بن معاوية له ذكر في الدعاء من صحيح البخاري في باب الموعظة

یزید بن معاویہ نخعی کوفی، ابوبکر بن ابی خیثمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ اور عمرو بن عتبہ بن فرقد اور ربیع بن خثیم اور ہمام بن الحارث اور معضد شیبانی اور جندب بن عبد اللہ اور کمیل بن زیاد نخعی اور اویس قرنی ان سب کا شمار عابدوں میں ہے۔ اور عبد الرحمن بن یزید کوفی نخعی سے منقول ہے کہ فارس کی مہم پر ایک لشکر میں ہم بھی روانہ ہوئے تھے اسی لشکر میں علقمہ اور یزید بن معاویہ بھی تھے پھر یزید بن معاویہ اسی مہم میں شہید ہو گئے۔ صحیح بخاری، کتاب الدعاء کے "باب الموعظۃ ساعۃ بعد ساعۃ" میں بروایت شقیق بن سلمہ مذکور ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باہر آنے کے منتظر تھے

---

[1] ج ۱ ص ۱۰۷ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ

ساعة بعد ساعة » فی حدیث شقیق بن سلمة قال : کنا ننتظر عبد الله اذ جاء یزید بن معاویة فقلنا الا تجلس ۔ الحدیث و ذکره فی التاریخ و ذکره ابن حبان فی کتاب الثقات وقال قتل غازیاً بفارس[1]

کہ اسی اثنا میں یزید بن معاویہ بھی آ گئے ہم نے ان سے عرض کیا آپ تشریف نہیں رکھیں گے ؟ الخ

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے اور ابن حبان نے بھی "کتاب الثقات" میں ان کا تذکرہ لکھا ہے ۔ اور یہ بیان کیا ہے کہ فارس میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے ۔

اب یہ خدا ہی جانے قاضی ابوبکر بن العربی کو اپنی خوش فہمی کی بدولت یہ وہم ہوا ہے یا انہوں نے قصداً ہی مغالطہ دینے کے لیے لوگوں کا ذہن یزید بن معاویہ کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بجائے (جو طبقہ کبار تابعین میں بڑے عابد وزاہد بزرگ گزرے ہیں) اپنے ممدوح امیر یزید بن معاویہ اموی کی طرف منتقل کر دیا، تاکہ لوگ اس یزید پلید کو بھی حضرت یزید کوفی نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرح زہد و عبادت میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسر سمجھنے لگیں ۔

ناصبیوں کا امام طبری کو رافضی بتانا

درحقیقت یہ ویسی ہی ناپاک جسارت ہے جیسی کہ آج کل کے ناصبی حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کرتے ہیں جو مجتہدین اہل سنت میں بڑے نامور امام گزرے ہیں اور انہیں صرف اس لیے رافضی بتاتے ہیں کہ اس نام کا ایک دوسرا رافضی عالم بھی گزرا ہے ان ناصبیوں کی یہ سعی نامحمود صرف اس لیے ہے کہ امام طبری کی تاریخ "ناصبیت" کا ساتھ نہیں دیتی ۔[2]

---

[1] اس کتاب کا عکسی نسخہ "جامعہ علوم اسلامیہ ۔ علامہ بنوری ٹاؤن" میں موجود ہے ۔

[2] ناصبیت کی طرف میلان کے سبب حافظ مغربی ابوبکر ابن العربی اگرچہ تمام مؤرخین اسلام
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مطبوعہ کتاب الزہد اصل نہیں اس کا انتخاب ہے ۔

واضح رہے کہ حال میں جو "کتاب الزہد" امام احمد بن حنبل کے نام سے مطبع ام القریٰ مکہ سے شائع ہوئی ہے، وہ پوری کتاب نہیں بلکہ اس کا انتخاب ہے، پوری کتاب جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تعجیل المنفعۃ" کے مقدمہ میں تصریح کی ہے بڑی ضخیم کتاب ہے جو مسند احمد بن حنبل کی تقریباً ایک تہائی ہے ۔ موجودہ نسخہ جو اصل کتاب کا انتخاب ہے اس میں "دونوں یزیدوں" کا تذکرہ نہیں ہے ۔ لہٰذا قاضی جی کی "العواصم" سے اس بارے میں استدلال کرنا محض نادانی ہے ۔

یزید کے بارے میں امام احمد کی تصریح کہ اس سے کوئی روایت نہ کی جائے

بہرحال حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی طرف اس خرافات کو منسوب کرنا کہ "وہ یزید کو عابد وزاہد مانتے تھے" بہت بڑی جسارت ہے ۔ حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" میں یزید کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

لا ینبغی أن یروی عنه — اس سے روایت نہیں کرنا چاہیے ۔

اور حافظ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) سے نالاں ہیں ۔ مگر امام طبری سے ان کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ تمام مؤرخین اسلام میں اگر ان کو کسی مؤرخ پر اعتماد ہے تو وہ صرف امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں ۔ چنانچہ "العواصم من القواصم" میں نہایت دل سوزی کے ساتھ ان کی تاکید یہ ہے کہ ولا تسمعوا لمؤرخ کلاماً الا للطبری (ص ۲۴۸) طبری کے سوا کسی مؤرخ کی کوئی بات نہ سنو ۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ رافضیوں کے بارے میں حافظ ابوبکر بن العربی سے زیادہ کون حساس ہوگا ۔ امام طبری کی تصانیف بالخصوص تاریخ میں اگر رفض کی ترجمانی ہوتی تو وہ اس رائے کا اظہار کس طرح کر سکتے تھے ۔

قيل له أتكتب الحديث عن يزيد بن معاوية قال لا ولا كرامة، أوليس هو الذي فعل بأهل المدينة ما فعل[1].

حضرت امام احمد بن حنبل سے عرض کیا گیا کہ کیا یزید بن معاویہ سے حدیث آپ لکھیں گے فرمایا نہیں، اس کی کچھ وقعت نہیں، کیا وہی شخص نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ وہ ظلم کیا جو بیان سے باہر ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے "تعجیل المنفعۃ" میں امام احمدؒ کی کتاب الزہد" اور ان کی "مسند" کے ان تمام رجال کا ذکر کیا ہے جن سے "صحاح ستہ" میں روایتیں نہیں ہیں اس میں یزید بن معاویہ کے بارے میں یہ مذکور ہے

ولم يقع له في المسند رواية وإنما له مجرد ذكر.

مسند میں اس کی کوئی روایت مذکور نہیں صرف اس کا ذکر آیا ہے

پھر فرماتے ہیں:

وقد وقع ليزيد بن معاوية ذكر في الصحيح وفي السنن أيضاً وظفرت له في المراسيل لأبي داود برواية ذكرت له من أجلها تذكرة في تهذيب التهذيب

یزید بن معاویہ کا "صحیح بخاری" میں بھی ذکر آیا ہے اور سنن میں بھی[2]۔ مجھے اس کی ایک روایت مراسیل ابی داؤد میں ملی ہے جس کی بنا پر میں نے "تہذیب التہذیب" میں اس کا تذکرہ لکھا ہے

اور اسی کے ساتھ ساتھ "تہذیب التہذیب" میں یہ بھی تصریح کر دی ہے ولیست له رواية تعتمد (اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جو قابل اعتماد ہو) واضح رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "تعجیل المنفعۃ"، "تہذیب التہذیب"

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۴۱۲ ج ۳، طبع ریاض۔

[2] ذکر سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی گئی ہے بلکہ سلسلۂ کلام میں کہیں اس کا ذکر آ گیا ہے۔

اور لسان المیزان" ان تینوں کتابوں میں اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی "لسان المیزان" سے یزید کا مکمل ترجمہ

ہم "لسان المیزان" سے یزید کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

يزيد بن معاوية بن أبي سفيان الأموي روى عن أبيه. وعنه ابنه خالد وعبد الملك بن مروان، مقدوح في عدالته وليس بأهل أن يروى عنه، وقال أحمد بن حنبل لا ينبغي أن يروى عنه انتهى وقد وجدت له رواية في مراسيل أبي داؤد ونبهت عليها في النكت على الأطراف، وأخباره مستوفاة في "تاريخ ابن عساكر" وملخصها أنه ولد في خلافة عثمان وقد أبطل من زعم أنه ولد في عهد النبوي وكنيته أبو خالد ولما مات أبوه بويع له بالخلافة سنة ستين، وامتنع من بيعته الحسين بن علي و

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان نے اس کی عدالت مجروح ہے اور یہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس سے روایت نہ کرنا چاہیے (یہاں ذہبی کی عبارت جو "میزان الاعتدال" میں ہے تمام ہوئی) مجھے اس کی ایک روایت "مراسیل ابی داؤد" میں ملی، جس پر میں نے "النکت علی الاطراف" میں تنبیہ کر دی ہے۔ یزید کے حالات "تاریخ ابن عساکر" میں تمام و کمال مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا، اور اس نے غلطی کی جس نے یہ کہا کہ اس کی ولادت عہد نبوی میں ہوئی تھی۔ اس کی کنیت ابو خالد ہے۔ سنہ ۶۰ ہجری میں اپنے والد کے انتقال پر اس سے بیعت خلافت ہوئی، حضرت حسین بن علی، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

عبد الله بن عمر و عبد الله بن الزبير رضي الله تعالى عنهم وعاذ بحرم مكة فسمي عائذ البيت وأما ابن عمر رضي الله عنهما فقال إذا اجتمع الناس بايعت ثم بايع وأما الحسين رضي الله عنه فسار إلى مكة فوافق بيعته أهل الكوفة فسار إليهم بعد أن أرسل ابن عمه مسلم بن عقيل لأخذ البيعة فظفر به عبيد الله بن زياد أميرها فقتله وجهز الجيش إلى الحسين فقتل في يوم عاشوراء سنة إحدى وستين ثم إن أهل المدينة خلعوا يزيد في سنة ثلاث وستين فجهز إليهم مسلم بن عقبة المري في جيش حافل فقاتلهم فهزمهم وقتل منهم خلق كثير من الصحابة وابناءهم وسبق الاكابر

عنہم نے اس سے بیعت نہ کی۔ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو حرم مکہ میں پناہ گزیں ہو گئے اور اسی بنا پر ان کو "عائذ البیت" کہا جانے لگا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ "جب سب لوگ اس کی بیعت پر مجتمع ہو جائیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا"، بعد کو آپ نے بھی بیعت کر لی۔ رہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور پھر اہل کوفہ کے بیعت کرنے پر آپ ان کی طرف روانہ ہو گئے اس سے پہلے آپ اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بیعت لینے کی غرض سے بجانب کوفہ روانہ کر چکے تھے وہاں امیر کوفہ عبید اللہ بن زیاد کا ان پر قابو چل گیا اور اس نے ان کو قتل کر ڈالا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف فوج بھیجی۔ چنانچہ آپ کو بروز عاشوراء ۶۱ھ کو قتل کر دیا گیا اس کے بعد اہل مدینہ نے ۶۳ھ میں یزید کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے مسلم بن عقبہ مری کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر روانہ کیا، جس نے اہل مدینہ سے جنگ کر کے ان کو ہزیمت دی۔ اس جنگ میں صحابہ، اولاد صحابہ اور

التابعين وفضلائهم و اباحها ثلاثة ايام نهبا وقتلا ثم بايع من بقي على أنهم عبيد ليزيد ومن امتنع قتل ثم توجه إلى مكة لحرب ابن الزبير فمات في الطريق وعهد إلى الحصين بن نمير فسار بالجيش إلى مكة فحاصر ابن الزبير ونصبوا المنجنيق على الكعبة فوهت اركانها ثم احترقت وفي اثناء ذلك ورد الخبر بموت يزيد ثم مات ابنه معاوية بن يزيد بعد قليل وصفا الجو لابن الزبير فدعا إلى نفسه فبايعه اهل الآفاق واكثر اهل الشام ثم خرج عليه مروان بن الحكم فكان ما كان. قال أبو يعلى في مسنده • حدثنا حكم

اکابر تابعین میں سر برآوردہ حضرات اور فضلاء کی ایک کثیر خلقت قتل کر دی گئی، مسلم بن عقبہ نے تین دن تک مدینہ شریف کو لوٹ مار اور قتل و غارت کے لیے حلال کر دیا۔ پھر جو زندہ بچ گئے ان سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے بھی بیعت سے انکار کیا اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد مسلم نے مکہ معظمہ کا رخ کیا تاکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی جائے مگر اسے راہ میں ہی موت آگیا۔ مسلم نے حصین بن نمیر کو سالار لشکر کیا تھا چنانچہ یہ لشکر لے کر مکہ معظمہ پہنچا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر لیا اس لشکر نے کعبہ کے بالمقابل منجنیق نصب کر کے اس پر گولہ باری شروع کر دی جس سے کعبہ کی بنیادیں کمزور ہو گئیں اور پھر اس میں آگ لگ گئی۔ اسی اثناء میں یزید کے مرنے کی خبر آئی اور پھر تھوڑی ہی مدت میں اس کا بیٹا معاویہ بن یزید بھی مر گیا۔ اب حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں فضا صاف ہو چکی تھی چنانچہ آپ نے اپنی بیعت کی دعوت دی اور تمام آفاق اور اہل شام کی اکثریت نے آپ کی خلافت پر بیعت کر لی پھر مروان نے آپ کے خلاف خروج کیا اور جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ امام ابو یعلیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حکم بن

بن موسى قال حدثنا الوليد عن الأوزاعي عن مكحول عن أبي عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يزال أمر أمتي قائما بالسوى حتى يكون أول من يثلمه رجل من بني أمية يقال له يزيد". وقال أبو زرعة الدمشقي حدثنا أبو نعيم حدثنا شيبان عن ابن المنكدر قال لما جاءت بيعة يزيد قال ابن عمر رضي الله عنهما إن كان خيرا رضينا وإن كان بلاء صبرنا وقال ابن شوذب سمعت ابراهيم بن أبي عبدة يقول سمعت عمر بن عبد العزيز يترحم على يزيد بن معاوية. وقال يحيى بن عبد الملك بن أبي عتبة

موسیٰ نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ولید نے اوزاعی سے حدیث نقل کی، اوزاعی، مکحول سے راوی ہیں اور مکحول حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا معاملہ ٹھیک چلتا رہے گا تا آنکہ بنی امیہ میں سے ایک شخص جس کا نام یزید ہے سب سے پہلے اس میں رخنہ ڈالے گا۔ ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا کہ ہم سے شیبان نے ابن المنکدر سے روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس یزید کی بیعت کی اطلاع آئی تو آپ نے فرمایا اگر یزید بھلا ہوا تو ہم اسے پسند کریں گے اور بلا ہوا تو صبر کریں گے۔ ابن شوذب کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ابی عبدہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یزید پر رحم کھاتے ہوئے سنا[1] اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی عتبہ کا بیان ہے کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب

---

[1] یعنی اپنی رحمدلی کی بنا پر اس پر ترس آتا تھا کہ خود اپنے اعمال بد کی پاداش میں اس کا کیا

حدثنا نوفل بن أبي عقرب قال كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل[1] يزيد بن معاوية فقال أمير المؤمنين يزيد. فقال له عمر تقول أمير المؤمنين؟ وأمر به فضرب عشرين سوطا.

نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص کی زبان سے یزید بن معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے "امیر المؤمنین یزید" کے الفاظ نکل گئے تو اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کو "امیر المؤمنین" کہتا ہے! اور پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی[1]

قال أبو بكر بن عياش: بايع الناس له في رجب سنة ستين ومات في ربيع الأول سنة ثلاث وستين كذا قال، والصواب في نصف ربيع الأول سنة اربع وكان سنه يوم مات ثمانيا وثلاثين سنة[2]

ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ: یزید سے لوگوں نے رجب ۶۰ھ ہجری میں بیعت کی اور ربیع الاول ۶۳ھ ہجری میں وہ مر گیا، ان کا یہی بیان ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یزید ۱۵، ربیع الاول ۶۴ھ ہجری کو مرا ہے۔ جس دن اسے موت آئی اس دن اس کی عمر اڑتیس سال کی تھی

امام احمد کی تصریح کہ یزید ملعون ہے

ظاہر ہے کہ اگر یزید کا ذکر امام احمد کی "کتاب الزہد" میں ہوتا تو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جنہوں نے "کتاب الزہد" کے تمام رجال پر کام کیا ہے یزید کے ترجمے میں اس کا ضرور ذکر کرتے۔ یزید سے روایت

---

[1] اس نے یزید کو احتراماً ایسا کہا ہوگا اس لیے اس کو یہ سزا دی گئی کیونکہ فاسق کی تعظیم اور اس کا احترام ممنوع ہے۔

[2] لسان المیزان ص ۲۹۳، ۹۳۰، ج ۶ ترجمہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی طبع حیدرآباد دکن (انڈیا) ۱۳۳۱ھ ہجری

کے بارے میں تو امام احمد رحمہ اللہ نے جو رائے ظاہر کی وہ آپ کی نظر کے سامنے ہے اب وہ مستحق لعنت تھا یا نہیں اس کے بارے میں بھی امام ممدوح کی یہ تصریح پڑھ لیجئے۔ حافظ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

قال صالح بن احمد بن حنبل قلتُ لأبي إن قومًا يقولون: إنهم يحبّون يزيد قال: يا بني: وهل يحبّ يزيدَ أحد يؤمن بالله واليوم الآخر؟ فقلت: يا أبت فلماذا لا تلعنه؟ قال يا بني: ومتى رأيت أباك يلعن أحدًا؟[1]

صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ یزید سے محبت رکھتے ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا بیٹے کوئی شخص بھی جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ میں نے پھر عرض کیا ابا جان! پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں فرماتے، آپ نے جواب دیا بیٹا! تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے ہوئے کب دیکھا ہے

اس روایت میں امام ممدوح نے یہ نہیں فرمایا کہ اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنے عمل کو بتلا دیا کہ میں کسی پر لعنت نہیں کیا کرتا۔ مگر دوسری روایت میں جس کو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری[1] میں نقل فرمایا ہے اس کے مستحق لعنت ہونے کی صاف تصریح فرما دی ہے۔ یہ روایت حسب ذیل ہے:

قال ابن الجوزي انه روى القاضي أبو يعلى في كتابه "المعتمد في الاصول" بسنده عن صالح بن احمد بن حنبل انه قال، قلتُ لأبي يا أبت يزعم بعض الناس انا نحب يزيد بن معاوية فقال احمد: يا بني هل يسوغ لمن يؤمن بالله أن يحب يزيد و لِمَ لا يلعن رجل لعنه الله في كتابه؟ قلت يا ابت! اين لعن الله يزيد في كتابه؟ قال: حيث قال: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ[2]

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلی نے اپنی کتاب "المعتمد فی الاصول" میں بسند صالح بن احمد بن حنبلؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ ابا جان! بعض لوگ اس امر کے مدعی ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت رکھتے ہیں

آپ نے فرمایا: بیٹا! بھلا جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو کیا اس کے لیے یہ روا ہو سکتا ہے کہ وہ یزید سے محبت رکھے اور ایسے شخص پر کیوں لعنت نہ کی جائے جس پر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے میں نے عرض کیا ابا جان! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت فرمائی ہے۔ فرمایا جہاں یہ ارشاد ہوا ہے: "پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں، ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے، پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں۔

واضح رہے کہ علماء حنابلہ میں بہت سے اکابر ائمہ کا عمل بھی اسی قول پر ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" (ص ۲۲۳ ج ۸) میں جب واقعہ حرہ کے سلسلہ میں ان حدیثوں کا ذکر کیا ہے جن میں یہ مضمون آتا ہے کہ "ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے جو اہل مدینہ کو ظلماً خوف میں مبتلا کریں" وہاں ان کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

وقد استدل بهذا الحديث وامثاله من ذهب إلى الترخيص في لعنة يزيد بن معاوية وهو رواية عن احمد بن حنبل، اختارها

اس حدیث سے اور اس جیسی دوسری حدیثوں سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کی اجازت ہے۔ اور امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت میں

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳ - ص ۴۱۲

[1] تفسیر مظہری ج ۵ - ص ۳۳۴ - طبع دہلی [illegible] [2] سورہ محمد آیت ۲۲-۲۳

الخلال وابوبكر عبد العزيز والقاضي ابويعلى وابنه القاضي ابو الحسين وانتصر لذلك ابوالفرج ابن الجوزي في مصنف مفرد وجوز لعنه.

یہی وارد ہے اور اسی کو خلال، ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلیٰ، اور ان کے صاحبزادے قاضی ابوالحسین نے اختیار فرمایا ہے اور حافظ ابوالفرج بن الجوزی نے ایک مستقل تصنیف اس بارے میں لکھ کر اسی روایت کی تائید کی ہے اور یزید پر لعنت کرنے کو جائز بتایا ہے

اب سوچیے امام احمد بن حنبل کی "کتاب الزہد" میں اگر اس خلیفہ فاسق یزید بن معاویہ کا ذکر زہاد و عباد میں ہوتا تو اس سے ائمہ حنابلہ امام خلال، ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلیٰ، ان کے فرزند قاضی ابوالحسین، حافظ ابن الجوزی اور علامہ ابن تیمیہ جیسے اکابر ائمہ حنابلہ واقف ہوتے یا قاضی ابوبکر ابن العربی ناصبی؟

قاضی ابوبکر بن العربی کی ہجو

قاضی ابن العربی کی اس حرکت پر ہمیں بے اختیار وہ اشعار یاد آگئے جو ان کی شان میں خلف بن جبر ادیب نے کہے ہیں فرماتے ہیں

یا اهل حمص ومن بها اوصیکم
بالبر والتقوی وصیة مشفق

اے حمص کے رہنے والو اور جو بھی وہاں ہوں تم کو ایک مشفق کی طرح نیکی اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔

فخذوا عن العربی اسمار الدجی
وخذوا الروایة عن امام متقی

اس ابوبکر ابن العربی سے افسانہائے شب تو سن لو! مگر حدیث کی روایت کسی متقی امام سے ہی کرو۔

ان الفتی حلو الکلام مهذب
ان لم یجد خبرا صحیحا یخلق

یہ نوجوان بڑا شیریں کلام اور مہذب ہے، اسے اگر صحیح حدیث نہ ملے تو اپنی طرف سے گھڑ لیتا ہے۔

خلف کو ان اشعار کے کہنے کی نوبت اس لیے پیش آئی کہ اشبیلیہ (موقع اندلس) میں فقہاء کی ایک مجلس جمی ہوئی تھی۔ ابوبکر بن المرجی اور دوسرے حضرات بھی وہاں موجود تھے ابن العربی بھی شریک مجلس تھے، مجلس میں علمی مذاکرہ جاری تھا۔ "حدیث مغفر" کا ذکر چھڑا تو ابن المرجی نے کہا کہ یہ حدیث صرف بروایت "مالک عن الزہری" معروف ہے اس پر ہمارے قاضی جی ابن العربی فرمانے لگے

قد رويته من ثلاثة عشر طريقا غير طريق مالك.

میں نے امام مالک کے علاوہ تیرہ سندوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

یہ دعویٰ سن کر حاضرین دنگ رہ گئے اور انہوں نے ان کی خدمت میں درخواست کی کہ براہ کرم ہم کو اس سلسلے میں استفادہ کا موقع عنایت فرمایا جائے۔ چنانچہ ابن العربیؒ نے حاضرین سے روایت کو بیان کرنے کا وعدہ تو کر لیا مگر بعد کو کچھ نہ بتاسکے۔ ادیب مذکور نے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر ان کی ہجو میں یہ اشعار نظم کر دیے۔ حافظ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں اس سارے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

قلت هذه حكاية ساذجة لا تدل على جرح صحيح، ولعل القاضي وهم وسرى فكره الى الحديث فظنه هذا والشعراء يخلقون الافك[1]

میں کہتا ہوں یہ ایک سادہ سا واقعہ ہے جو صحیح جرح پر دلالت نہیں کرتا اور شاید قاضی جی کو وہم ہوا اور ان کا خیال کسی اور حدیث کی طرف چلا گیا جس کو وہ یہی حدیث گمان کر بیٹھے اور شعراء تو غلط بیانی کرتے ہی رہتے ہیں

ہمیں بھی حافظ ذہبیؒ سے ان کے بارے میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں جس طرح اس واقعہ میں ان کا خیال اس حدیث سے دوسری حدیث کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ اسی حدیث کو تیرہ سندوں سے روایت کرنے کے مدعی بن بیٹھے۔ ایسے ہی ناصبیت کی نحوست نے حضرت یزید بن معاویہ نخعی کوفیؒ کے نام کو دیکھ کر ان کے دماغ کو اپنے ممدوح یزید کی طرف جو ایک سفاک ظالم بادشاہ تھا پھیر دیا اور یہ اسے اپنے خیال میں عابد و زاہد سمجھ بیٹھے۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۸۹

چھٹا شبہ

مستفتی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی فرماتے ہیں • یزید نے نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر رضامند تھا اور یزید کو رحمۃ اللہ علیہ • کہنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یزید پر صرف قتلِ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کا الزام نہیں بلکہ اس کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ وہ مے نوش بھی تھا اور تارکِ صلوٰۃ بھی۔ اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو قتل نہیں کیا بلکہ مدینۂ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتلِ عام کرایا، حرم نبوی کی بےحرمتی کی، بیت اللہ کی حرمت کو پامال کیا۔ منجنیق سے عین حرم کعبہ میں گولہ باری کی جس سے کعبہ شریف کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔

امام غزالی کے فتویٰ کی تنقیح امام غزالی نے اپنے فتویٰ میں ان جرائم کے ارتکاب سے یزید کی برأت نہیں کی ہے، نہ اس کی اس سلسلہ میں کوئی صفائی پیش کی ہے۔ بالفرض مان لیا جائے کہ یزید نے قتلِ حسین کا حکم نہیں دیا نہ وہ ان کے قتل پر راضی تھا مگر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت اس کے ہاتھوں نہیں تو اس کے عمالِ بداعمال کے ہاتھوں یقیناً عمل میں آئی ہے۔ پھر جب اس نے نہ ان کے قتل کا حکم دیا تھا نہ وہ اس پر راضی تھا تو آخر اپنے عمال سے اس سلسلہ میں اس نے کیا باز پرس کی؟ اس کے بارے میں بھی امام غزالیؒ خاموش ہیں اور سب سے بڑھ کر امر غور طلب ہے کہ تاریخ ابن خلکان اٹھا کر ان کے اس فتویٰ کو اول سے آخر تک پڑھ لیجیے اس میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ یزید متقی اور پرہیزگار آدمی تھا۔ اور نہ یہ ذکر ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں حق بجانب تھا۔ اس فتویٰ میں تو صرف دو مسئلوں پر کلام ہے ایک تو یہ کہ اس پر لعنت کرنا مناسب نہیں کیونکہ امام غزالیؒ کسی شخص معین پر اس کا نام لے کر لعنت کرنے

کے روادار نہیں خواہ وہ کافر ہو یا فاسق۔ کجا یزید ہی کی اس مسئلہ میں تخصیص نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حقیقت کا معلوم کرنا کہ فی الواقع یزید قتلِ حسینؓ سے راضی تھا سخت دشوار ہے۔ امام غزالیؒ کے اس شبہ کا جواب حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی نے "الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم" میں اجمالی طور پر حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے، فرماتے ہیں:

ولما حكى ابن خلكان كلام للحافظ عماد الدين هذا أورد بعده كلاما رواه عن الغزالي وكلامه ذلك شاهد براءة الغزالي من القول بتصويب يزيد في قتل الحسين وانما تكلم في مسئلتين غير ذلك احدهما تحريم اللعن ولم يخص يزيد فهو مذهبه في كل فاسق وكافر كما رواه عنه النووي في "الأذكار" وقد ذكر النووي أن ظاهر الاحاديث خلاف ذلك وقد أفردت الكلام على ذلك في كراسة وثانيهما القول بأن العلم برضا يزيد بقتل الحسين متعذر وليس في هذا النزاع ولو أقر يزيد بلفظ صريح وسمعنا ذلك منه لم يعلم أن باطنه كما أظهر وقد جهل

اور جب ابن خلکان نے حافظ عماد الدین کیا ہراسی کے اس فتویٰ کو نقل کیا (کہ جس میں یزید پر لعنت کی اجازت دی گئی ہے) تو اس کے بعد غزالی کا ایک فتویٰ بھی نقل کیا جو اس امر کا شاہد ہے کہ غزالی قتلِ حسین کے حق بجانب ہونے میں یزید کی حمایت سے بری ہیں۔ انہوں نے تو صرف دو مسئلوں پر بحث کی ہے۔ جن کا اس بات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے ایک یہ کہ کسی پر لعنت کرنا حرام ہے اس میں یزید کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر فاسق اور کافر کے بارے میں ان کی یہی رائے ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ نے بھی اپنی کتاب "الاذکار" میں ان کا یہی مذہب نقل کیا ہے اور امام نووی کا بیان ہے کہ ظاہر احادیث اس مذہب کے خلاف ہیں اور میں نے ایک مستقل جزء اس مسئلہ پر تحریر کیا ہے۔

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس بات کا یقینی علم کہ واقعی یزید قتلِ حسینؓ سے راضی تھا، محال ہے اور ہمیں بھی اس میں نزاع نہیں۔ بالفرض اگر یزید صاف اور صریح الفاظ میں بھی قتلِ حسینؓ کا مقر ہوتا اور خود بھی اس کی زبانی اس کے اس اقرار کو ہم سن لیتے تب بھی اس کا یقین نہیں ہو سکتا تھا

رسول الله صلى الله عليه وسلم بواطن المنافقين ووكل علم ذلك إلى الله تعالى ولكن الحكم للظاهر وقد روى البخاري في صحيحه عن عمر بن الخطاب أنه قال إن أناسا كانوا يؤخذون بالوحي على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وان الوحي قد انقطع فمن أظهر لنا خيرا أمناه وقربناه وليس لنا من سريرته شيء ومن أظهر لنا سوءا لم نأمنه ولم نصدقه وان قال ان سريرته حسنة۔[1]

کہ اس کا ظاہر و باطن ایک ہے (کیونکہ اس امر کا امکان بہرحال تھا کہ اس نے جھوٹا اقرار کیا ہو) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے باطنی حالات سے بے خبر تھے اور آپ نے حقیقتِ حال کا علم حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا لیکن شرع کا حکم یہ ہے کہ فیصلہ ظاہر حالات پر کیا جاتا ہے چنانچہ امام بخاریؒ اپنی صحیح میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا، عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی کی بنا پر لوگوں کی گرفت ہو جاتی تھی اور اب وحی ختم ہو گئی لہٰذا جو شخص بھی ہمارے سامنے خیر کا اظہار کریگا ہم اسے امین سمجھیں گے اور اپنے پاس رکھیں گے اور اس کے باطن سے ہم کو کچھ سروکار نہیں اور جو ہمارے سامنے بدی کا اظہار کریگا اس کو نہ ہم امین سمجھیں گے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ یہ کہے جائے کہ میرا باطن بالکل ٹھیک ہے۔

امام غزالیؒ بزرگ آدمی ہیں وہ تو ابلیس پر بھی لعنت کرنے کو نہیں کہتے۔ اور نہ کسی کافر معین پر لعنت کو روا رکھتے ہیں۔ پھر یزید پر لعنت کرنے کو کیوں کہیں گے؟ ان کے نزدیک ہر حال میں مومن کا ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔ ہمارے نزدیک بھی یزید پر لعنت کرنا کوئی کارِ ثواب نہیں ہے۔ کہ خواہ مخواہ آدمی اس کا نام لے کر اپنی زبان کو گندہ کرے ظاہر ہے کہ اس پر لعنت کی بجائے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو تو اس میں بالاتفاق ثواب زیادہ ہوگا۔ مگر یزید پر لعنت نہ کرنے سے اس کا متقی ہونا اور صالح ہونا کہاں سے ثابت ہو گیا؟

---

[1] الروض الباسم ج ۲ ص ۱۲ - طبع مصر

میدانِ کربلا میں حضرت حسین کا آخری خطبہ

خود امام غزالیؒ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری خطبہ جو میدانِ کربلا میں آپ نے دیا تھا نقل کیا ہے۔ اس سے صورتِ واقعہ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

لما نزل القوم بالحسين رضي الله تعالى عنه وأيقن أنهم قاتلوه قام في أصحابه خطيبا فحمد الله وأثنى عليه ثم قال نزل من الأمر ما ترون وان الدنيا قد تغيرت وتنكرت وأدبر معروفها وانشمرت حتى لم يبق منها الا كصبابة الاناء الأخيس[1] من عيش كالمرعى الوبيل ألا ترون أن الحق لا يعمل به والباطل لا يتناهى عنه ليرغب المؤمن في لقاء الله تعالى وإني لا أرى الموت إلا سعادة والحياة مع الظالمين إلا جرما۔[2]

جب یزیدی فوج حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل آکر اتری اور آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ آپ کو ضرور قتل کر کے رہے گی تو آپ نے اپنے اصحاب کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ جس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا: جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ دنیا بدل گئی اور اجنبی بن گئی، اس کی خوبی نے پیٹھ پھیر لی اور جلدی سے کھسک گئی۔ اب تو اس میں سے بس صرف اتنا سا باقی رہا ہے جتنا کہ برتن میں سے پی لینے کے بعد اس میں کچھ لگا رہ جاتا ہے اور بس اتنی سی نکمی زندگی جو اس چراگاہ کی طرح ہے کہ جس میں چرنے سے بدہضمی ہو جاتی ہے دیکھتے نہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے باز نہیں رہا جاتا۔ اب مومن کو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کی رغبت کرے اور میں تو مرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ جینے کو جرم۔

---

[1] "حسی" احیاء العلوم میں غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے مجمع الزوائد سے اس کی تصحیح کی ہے

[2] احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۹۸ - طبع مصر

یہ ہے یزید کے دورِ حکومت کا نقشہ جس کی تصویر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مختصر مگر جامع تقریر میں کھینچ کر رکھ دی ہے۔ اب یہ ہمتی غزالیؒ یا ان کے پرستار خود حل کریں کہ جس قوم نے حضرت حسینؓ کا محاصرہ کیا تھا وہ یزیدی فوج نہیں بلکہ جنات و شیاطین تھے۔ اور ابن خلقان[1] قاف سے نہیں بلکہ کاف سے "ابن خلکان" ہے

امام کیاہراسی کا فتویٰ کہ یزید ملعون ہے

اسی تاریخ[2] ابن خلکان میں امام غزالیؒ کے فتوے کے ساتھ ان کے استاد بھائی شمس الاسلام امام ابو الحسن علی بن محمد طبری الملقب عماد الدین المعروف بالکیاہراسی (جن کے بارے میں خود مورخ ابن خلکان نے حافظ عبد الغافر فارسی سے نقل کیا ہے کہ "وکان ثانی الغزالی" (یہ غزالی ثانی تھے) کا یہ فتویٰ بھی منقول ہے کہ :

وسئل الكيا ايضاً عن يزيد بن معاوية فقال انه لم يكن من الصحابة لانه ولد في أيام عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأما قول السلف في لعنته ففيه لاحمد قولان تلويح وتصريح و لمالك قولان تلويح وتصريح ولأبي حنيفة قولان

الکیا سے بھی یزید بن معاویہ کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا تھا انہوں نے فرمایا کہ یزید صحابی نہیں تھا کیونکہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایامِ خلافت میں پیدا ہوا تھا۔ رہا سلف کا قول اس پر لعنت کے بارے میں تو امام احمدؒ کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک میں اس کے ملعون ہونے کی طرف اشارہ ہے دوسرے میں اس کی تصریح ہے اور امام مالکؒ کے بھی دو قول ہیں ایک میں اس پر لعنت کا اشارہ دوسرے میں تصریح ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے

---

[1] ہمارے پاس جو نسخہ آیا اس میں قاف ہی مرقوم ہے۔

[2] تاریخ ابن خلکان اب تک چند بار طبع ہو چکی ہے ایک دفعہ ایران میں اور تین دفعہ مصر میں، اس کے تمام مطبوعہ نسخوں میں "عمر بن الخطاب" ہی مذکور ہے۔ لیکن شیخ کمال الدین دمیری نے "حیوۃ الحیوان" میں زیر عنوان "فہد" اور مورخ ابو العباس کرمانی نے "اخبار الدول" (ص ۱۰۰) میں اس فتویٰ کے جو الفاظ ذکر کیے ہیں ان میں "عمر بن الخطاب" کی بجائے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مذکور ہے اور یہی صحیح ہے

تلويح وتصريح و لنا قول واحد التصريح دون التلويح وكيف لا يكون كذلك وهو اللاعب بالنرد والمتصيد بالفهود ومدمن الخمر وشعره في الخمر معلوم، ومنه قوله :

بھی اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر لعنت کا اشارہ ہے، دوسرے میں اس کی تصریح ہے۔ اور ہمارا تو بس ایک ہی قول ہے جس میں اس پر لعنت کی تصریح ہے، اشارہ کنایہ کی بات نہیں اور وہ کیوں ملعون نہ ہوگا حالانکہ وہ نرد کھیلتا تھا۔ چیتوں سے شکار کرتا تھا۔ شراب کا رسیا تھا، خمر کے بارے میں اس کے اشعار سب کو معلوم ہیں۔ منجملہ ان کے یہ اشعار بھی ہیں :

أقول لصحب ضمت الكأس شملهم … وداعي صبابات الهوى يترنم

میں اپنے ان ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ جن کو جامِ شراب نے یکجا کر دیا ہے اور شوقِ محبت کا داعی ترنم ریز ہے

خذوا بنصيب من نعيم ولذة … فكل وان طال المدى يتصرم[1]

نعمت و لذت میں اپنا حصہ لو کیونکہ ہر ایک کو خواہ اس کی مدت کتنی ہی دراز کیوں ہو آخر ختم ہونا ہے

ولا تتركوا يوم السرور إلى غد … فرب غد يأتي بما ليس يعلم

اور آج کے یوم مسرت کو کل پر نہ ٹالو کیونکہ بہت سے آنے والے کل ایسی کیفیت لے کر آتے ہیں جس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔

وكتب فصلاً طويلاً ثم قلب الورقة وكتب لو مددت ببياض لمددت العنان في مخازي هذا الرجل[2]

اس کے بعد الکیا نے ایک طویل فصل اسی موضوع پر لکھ ڈالی۔ اور پھر ورق الٹ کر اس پر یہ لکھ دیا کہ اگر مزید اوراق مجھے دیے جاتے تو میں اس شخص کی رسوائیوں کے بیان میں عنانِ قلم کو مزید تیز کر دیتا۔

غزالی اور کیاہراسی دونوں شافعی مذہب کے فقیہ ہیں، ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔ غزالی مورخ و محدث نہیں، کیاہراسی محدث بھی ہیں اور تاریخ سے واقف بھی۔ پھر ان کا فتویٰ کیوں قابلِ قبول نہیں؟

---

[1] وہی بات ہوئی ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

[2] تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۲۰ طبع بولاق مصر

حافظ ابن الوزیر یمانی نے غزالی کے فتویٰ کا تفصیلی رد لکھا ہے

حافظ محمد بن ابراہیم ابن الوزیر یمانی نے جن کو قاضی شوکانی "البدر الطالع" میں حافظ ابن تیمیہ کا ہمسر و ہم پلہ بتاتے ہیں اپنی مشہور و عزیز تصنیف "العواصم و القواصم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم" میں جو "شیعہ زیدیہ" کے رد میں ان کی بے نظیر کتاب ہے امام غزالیؒ کے اس فتویٰ کی خوب پوست کندہ تردید کی ہے اور ان کے استدلال کے ایک ایک جزو کا تار پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

یزید پر لعنت کے بارے میں شیخ عبد الحق کی رائے

اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی "تکمیل الایمان" میں فرماتے ہیں۔

و در اصل عادت و شیمۂ اہل سنت ترک سب و طعن است کہ "المؤمن لیس بلعّان" لعنت بر خصوص شخصے اگرچہ کافر بود، جائز ندانند چہ دانی کہ عاقبت کار او بایمان و سعادت بود مگر آنکہ بیقین معلوم شد کہ موت وے بر کفر و شقاوت است، تا آنکہ بعض در یزید شقی نیز توقف کنند و بعض براہ غلو و افراط در شان وے و موالات وے روند و گویند کہ وے بعد از آنکہ باتفاق مسلمانان امیر شد اطاعت وے بر امام حسینؓ واجب شد نعوذ باللہ من ہذا القول و من ہذا الاعتقاد کہ وے با وجود امام حسین امام و امیر شود و اتفاق مسلمانان بر وے کے

در اصل اہل سنت کا وطیرہ اور عادت یہ ہے کہ وہ لعنت، اور سب و شتم سے بچتے ہیں کیونکہ مومن کا کام لعنت کرنا نہیں، وہ کسی بھی مخصوص شخص پر اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کو روا نہیں رکھتے۔ کیا پتہ کہ اس کا انجام ایمان و سعادت پر ہوا ہو یہ کہ یقینی طور پر یہ معلوم ہو کہ اس کی موت کفر و شقاوت ہی پر ہوئی ہے۔ حتی کہ بعض حضرات یزید شقی کے بارے میں بھی توقف کرتے ہیں اور بعضے اس کی شان میں غلو اور افراط کرتے ہیں اور اس کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ چونکہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہوا تھا لہٰذا اس کی اطاعت امام حسینؓ پر بھی واجب تھی۔ ہم ایسی بات اور ایسے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ امام حسینؓ

شد؟ تے از صحابہ کہ در زمان او بودند و اولاد اصحاب ہم منکر و خارج از اطاعت او بودند۔ ہم جماعۃ از مدینہ مطہرہ بشام نزد وے کرہاً و جبراً رفتند و او جائزہ ہاے سنی و مائدہ ہاے ہنی نزد ایشان نہاد، بعد از آن کہ حال قباحت مآل او را دیدند بمدینہ باز آمدند و خلع بیعت او کردند و گفتند کہ وے عدو اللہ و شارب خمر و تارک صلوٰۃ و زانی و فاسق و مستحل محارم است، و بعضے دیگر گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت نکردہ و بدان راضی نبودہ و بعد از قتل وے و اہل بیت وے مسرور و مستبشر نشدہ و این سخن نیز مردود و باطل است چہ عداوت آن بے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار وے بقتل ایشان و اذلال و اہانت او مر ایشان را بحد تواتر معنوی رسیدہ است و انکار آن تکلف و مکابرت و بعضے دیگر گویند کہ قتل امام حسینؓ کبیرہ است چہ قتل نفس مؤمن بناحق کبیرہ است

کے ہوتے ہوئے وہ امام اور امیر ہو اس کے امیر ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؟ صحابہ کی ایک جماعت جو اس کے زمانہ میں تھی اور صحابہ زادے بھی اس کی اطاعت سے خارج اور اس کی خلافت سے منکر تھے۔ ہاں مدینہ مطہرہ کی ایک جماعت جبراً و کرہاً اس کے پاس شام گئی تھی اور یزید نے ان کو بڑے بڑے انعام اور لذیذ دعوتوں سے نوازا بھی لیکن یہ حضرات جب اس کا حال قباحت مآل دیکھ کر مدینہ منورہ واپس ہوئے تو اس کی بیعت توڑ دی اور صاف بتادیا کہ وہ دشمن خدا ہے، شرابی، تارک صلوٰۃ، زانی، فاسق اور محرمات الٰہی کا حلال کرنے والا ہے؟ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے آنحضرت کے قتل کا حکم ہی نہیں دیا اور نہ وہ آپ کے قتل پر راضی تھا، ورنہ آپ کی، و اہل بیت کی شہادت پر خوش ہوا اور نہ اس پر اس نے کچھ خوشی کا اظہار کیا اور یہ بات بھی مردود و باطل ہے کیونکہ اہل بیت نبوی سے اس بدبخت کی عداوت اور ان حضرات کے قتل پر اس کا خوشیاں منانا اور خاص طور سے ان حضرات کی تذلیل و اہانت کرنا تواتر معنوی کے درجہ تک پہنچ چکا ہے اور ان امور کا انکار محض بناوٹ اور زبردستی ہے، اور بعض یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کا قتل گناہ کبیرہ ہے کیونکہ کسی مومن کا ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے

وکفر و لعنت مخصوص بکافران است ولیت شعری که ارباب این قال بالحادیث نبوی که ناطق اند بآنکه بغض و عداوت و ایذا و اہانت فاطمہ و اولاد او موجب بغض و ایذا و اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است چہ مے گویند آن سبب کفر و موجب لعن و خلود نار جہنم است بلاشک بموجب آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا [1]

و بعض دیگر گویند که خاتمه وے معلوم نیست شاید که او بعد از ارتکاب آن کفر و معصیت توبه کرده باشد و در نفس اخیر بر توبه رفته باشد و میل امام محمد غزالی در احیاء العلوم باین حکایت است و بعض از علماء سلف و اعلام امت مثل امام احمد بن حنبل و امثال او بر وے لعنت کرده اند و ابن جوزی که بکمال شدت و عصبیت در حفظ سنت و شریعت ارد

اور کفر و لعنت تو کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور کاش مجھے پتہ چلتا کہ یہ سب باتیں بنانے والے ان احادیثِ نبوی کے بارے میں کہ جو اس امر پر ناطق ہیں کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کی ایذا و اہانت اور ان سے بغض و عداوت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا و اہانت اور آپ سے بغض کا موجب ہے، کیا کہتے ہیں؟ حالانکہ ایسا کرنا بموجب آیت اِنَّ الَّذِیْنَ الخ (بے شک جو لوگ ستاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا اللہ نے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے) بلاشک سبب کفر ہے جس کی بنا پر لعنت اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یزید کے خاتمہ کا پتہ نہیں شاید اس نے کفر و معصیت کے ارتکاب کے بعد توبہ کرلی ہو، اور آخری سانس میں توبہ ہی کی حالت میں گیا ہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی کا میلان بھی اسی حکایت کی طرف ہے اور بعض علمائے سلف و اعلامِ امت نے جن میں امام احمد بن حنبل اور ان جیسے حضرات شامل ہیں یزید پر لعنت کی ہے۔ اور محدث ابن جوزی کہ جو سنت و شریعت کی پاسداری میں پوری شدت و سرگرمی دکھاتے ہیں

---

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۵۷/۳۳

در کتاب خود لعنت وے را از سلف نقل کرده است۔ و بعضے منع کرده اند و بعضے متوقف مانده اند

اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنے کو سلف سے نقل کرتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں اور بعض اس سلسلہ میں توقف سے کام لیتے ہیں۔

لعن یزید میں اختلافِ علماء کی بابت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کی تحقیق

یزید پر لعنت کرنے نہ کرنے کے بارے میں علماء میں جو اختلاف ہے اُس کی وجہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی میں یہ بیان فرمائی ہے

و در لعن یزید توقف از این جہت است که روایات متعارضه و متخالفه از ان پلید در مقدمہ شہادت امام حسینؓ وارد شدہ۔ از بعض روایات رضا و استبشار و اہانت اہل بیت و خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفہوم میگردد و کسانیکہ این روایات در نظر آنہا مرجح واقع شده حکم بلعن او نمودند چنانکہ احمد بن حنبل و کیا ہراسی از فقہائے شافعیہ و دیگر علمائے کثیر۔ و از بعضے روایات کراہت این امر و عتاب بر ابن زیاد و اعوان او و ندامت بر این کار که از دست او بوقوع آمده معلوم می شود کسانیکه این روایات نزد ایشان مرجح شد از لعن او

یزید پر لعنت میں توقف کی وجہ یہ ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کے بارے میں اس پلید کے متعلق متضاد و مخالف روایتیں آئی ہیں بعض روایات سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یزید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور آپ کے اہل بیت کی اہانت پر شاداں و فرحاں تھا جن حضرات کی نظر میں یہ روایات راجح قرار پائیں انہوں نے اس پر لعنت کا حکم دیا چنانچہ امام احمد بن حنبل اور فقہائے شافعیہ میں سے کیا ہراسی اور دوسرے بہت سے علماء کی یہی رائے ہے۔ اور بعض روایات سے اس امر کی کراہت اور ابن زیاد اور اس کے اعوان و انصار پر عتاب اور اس کام پر ندامت کہ جو اس کے ماتحتوں کے ہاتھوں وقوع میں آیا معلوم ہوتا ہے۔ سو جن لوگوں کے نزدیک یہ روایتیں قابلِ ترجیح ہوئیں انہوں نے اس پر لعنت کرنے سے منع کیا۔

---

[1] تکمیل الایمان ص ۱۰۰ - ۱۰۱ مطبع مجتبائی دہلی

منع نمودند چنانچہ امام حجة الاسلام امام غزالی رحمة اللہ علیہ و دیگر علمائے شافعیہ و اکثر علمائے حنفیہ، و جماعتے از علماء کہ نزد آنہا ہر دو روایت متعارض شدند و ترجیح یک طرف بر دیگر حاصل نشد بنا بر احتیاط توقف نمودند ہمین است واجب بر علماء عند التعارض و ہو قول ابی حنیفة آرے در لعن شمر و ابن زیاد کہ رضا و استبشار آنہا باین فعلِ شنیع قطعی است من غیر التعارض ہیچکس را دران توقف نیست[2]

چنانچہ امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے علماء شافعیہ اور اکثر علمائے حنفیہ ہیں (کہ ان کی رائے یہی ہے، اور علماء کی ایک جماعت کہ جن کے نزدیک دونوں روایتوں میں تعارض تھا اور ایک طرف کی روایت کو دوسری پر ترجیح حاصل نہ تھی انہوں نے احتیاط کی بنا پر توقف کیا اور تعارض کے وقت علماء پر یہی واجب بھی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے[1]۔ ہاں شمر اور ابن زیاد پر لعنت کرنے میں کہ ان کا اس فعلِ شنیع کے ارتکاب پر راضی و خوش ہونا روایات میں کسی قسم کے تعارض کے بغیر قطعی طور پر معلوم ہے، کسی شخص کو توقف نہیں ہے۔

یزید پر جب لوگوں نے پھٹکار کی تو قتلِ حسین پر اظہارِ ندامت کیا۔

اگر چہ ہمارے نزدیک یزید کے بارے میں ان روایات میں جو کتبِ تاریخ میں مذکور ہیں سرے سے کوئی تعارض ہے ہی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ پہلے یزید قتلِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت خوش تھا۔ بعد کو جب مسلمانوں نے ہر طرف سے اس پر لعنت اور پھٹکار شروع کی اور اہلِ اسلام کی نظر میں وہ حقیر ہونے لگا تو پھر اس نے اظہارِ ندامت شروع کر دیا۔ چنانچہ حافظ سیوطیؒ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:

ولما قتل الحسين وبنو أبيه بعث ابن زياد برؤوسهم إلى يزيد فسر بقتلهم أولاً ثم ندم لما مقته المسلمون على ذلك وأبغضه الناس وحق لهم أن يبغضوه[1]

جب حضرت حسین اور ان کے بھائی شہید کر دیے گئے تو ابن زیاد نے ان شہداء کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا۔ وہ اول تو اس پر سخت ہی خوش ہوا، پھر جب مسلمانوں نے اس حرکت پر پھٹکار شروع کی اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے اظہارِ ندامت کیا اور مسلمانوں کو تو اس سے نفرت کرنا ہی چاہیے تھی۔

---

[1] غلط فہمی نہ ہو امام ابو حنیفہ سے یزید پر لعنت کے بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں بلکہ ان سے جو کچھ منقول ہے وہ تعارضِ روایات کے وقت توقف کا قول ہے۔ یزید کے بارے میں خود ان کی تصریح آگے آرہی ہے کہ اس پر لعن جائز ہے

[2] ۱۲ ص ۱۰۰ طبع مجتبائی دہلی

خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں بھی یزید ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہے۔ چنانچہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں:

و بعضے قتلِ انبیاء و پیغمبر زادہا مینمایند مثلِ یزید و اخوانِ او[2]

اور بعض انبیاء اور پیغمبر زادوں تک کو قتل کر دیتے ہیں جیسے کہ یزید اور اس کے معنوی بھائی ہوئے ہیں۔

یزید پر لعنت کے بارے میں شاہ عبد العزیز صاحبؒ کا فیصلہ

اور یزید پر لعنت کے بارے میں بھی خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کی جو رائے ہے وہ ان کے مشہور شاگرد مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی نے "تحریر الشہادتین" میں نقل کر دی ہے، فرماتے ہیں:

دریں شکے نیست کہ یزید پلید آمر و راضی و مستبشر از قتلِ حسینؓ بود و ہمین است مذہب مختار جمہور اہلِ سنت و جماعت۔ چنانچہ در کتبِ معتبرہ مثلِ "مفتاح النجا" مرزا محمد بدخشی و "مناقب السادات" ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی و "شرح عقائد نسفی"

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلید ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا اور یہی جمہور اہلِ سنت و جماعت کا پسندیدہ مذہب ہے۔ چنانچہ معتبر کتابوں میں جیسے کہ مرزا محمد بدخشی کی "مفتاح النجا" اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی "مناقب السادات" اور ملا سعد الدین تفتازانی کی "شرح عقائد نسفیہ" اور شیخ عبد الحق محدث

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۸

[2] ص ۳۰۔ طبع لکھنؤ [illegible]

ملا سعد الدین تفتازانی و "تکمیل الایمان" شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیر آن از اسفار معتبرہ باشواہد و دلائل مذکور و مسطور است و لہذا لعن آں ملعون بہ حجج قاطعہ و براہین ساطعہ ثابت کردہ اند۔ و مختار راقم الحروف و اساتذہ صوری و معنوی ما ہمین است کہ یزید آمر و راضی و مستبشر بقتل حسینؓ بودہ و مستحق لعنت ابدی و وبال و نکال سرمدی است و اگر تامل بکار رود تصریح بمجرد لعنت در حق آن ملعون قصوریست کہ مقصود برآن نباید بود چنانچہ استاذ البریہ صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" علیہ الرحمۃ در رسالہ "حسن العقیدہ" در حاشیہ کہ بر کلمہ "علیہ ما یستحقہ" تعلیق فرمودہ اند افادہ میفرمایند کہ "علیہ ما یستحقہ" کنایہ است از لعنت۔ "والکنایۃ ابلغ من التصریح" از قواعد مشہورہ عربیت است مع ہذا در ابہام ما یستحقہ تفخیم و تشنیع است کہ در تصریح بلفظ لعنت فوت میگردد، چنانچہ در تفسیر فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ مذکور می شود

دہلوی کی "تکمیل الایمان" اور ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابوں میں مع دلائل و شواہد مذکور و مرقوم ہے اور اسی لیے اس ملعون پر لعنت کے روا ہونے کو قطعی دلائل اور روشن براہین سے ثابت کر چکے ہیں۔ اور راقم الحروف اور ہمارے اساتذہ صوری و معنوی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ یزید ہی قتل حسینؓ کا حکم دینے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا اور وہ لعنت ابدی و وبال و نکال سرمدی کا مستحق ہے اور اگر سوچا جائے تو اس ملعون کے حق میں صرف لعنت ہی پر اکتفا کرنا بھی کمی کی بات ہے کہ اس پر بس نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ استاذ البریہ صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" (شاہ عبد العزیز صاحب) علیہ الرحمۃ نے رسالہ "حسن العقیدہ" کے حاشیہ میں جملہ "علیہ ما یستحقہ" پر جو تعلیق (نوٹ) سپرد قلم فرمایا ہے اس میں افادہ فرماتے ہیں کہ "علیہ ما یستحقہ" لعنت سے کنایہ ہے اور یہ بات کہ کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے عربیت کا مشہور قاعدہ ہے اسی کے ساتھ ما یستحقہ یعنی (جس کا وہ مستحق ہے) کے ابہام میں اس پر تشنیع اور اس کی حد درجہ خرابی جو پنہاں ہے وہ صراحتاً لعنت کے

در حق اینست کہ اکتفا بر محض لعنت در حق یزید قصور است زیرا کہ این قدر جزا مطلق قتل مومن مقرر کردہ اند قال اللہ تعالیٰ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا[1] و یزید را درین عمل زیادتیست کہ غیر او را دست نداده و آن زیادت را جز بر استحقاق او حوالہ نتوان کرد کہ علم بشر از معرفت خصوصیت آن عاجز است۔ واللہ اعلم و علمہ احکم

انتہی کلام الشریف[2]

لفظ کے استعمال سے فوت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ "فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ" کی تفسیر میں یہ بیان آتا ہے اور حق یہ ہے کہ یزید کے حق میں محض لعنت پر اکتفا کرنا کوتاہی ہے اس لیے کہ اس قدر تو مطلق مومن کے قتل کی سزا مقرر کر چکے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے "اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اس میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی، اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب" اور یزید نے تو اس عمل کے ارتکاب میں وہ زیادتی کی ہے کہ جو دوسرے کو میسر ہی نہ ہو سکی، اس لیے اس زیادتی کو بجز اس کے استحقاق کے اور کسی امر پر حوالہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ انسان کا علم اس کے خصوصی استحقاق کی معرفت سے عاجز ہے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم۔

(یہاں حضرت شاہ صاحب کا ارشاد ختم ہوا)

معلوم ہوا کہ کربلا میں جو مظالم کیے گئے ان کی بنا پر شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے نزدیک "یزید" حق تعالیٰ کے اس قدر قہر و غضب کا سزاوار ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے اس پر لعنت کرنا تو کچھ بھی نہیں لہذا بہتر یہ ہے کہ اس کے معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کر کے اس کے بارے میں یوں کہنا چاہیے "علیہ ما یستحقہ" کیونکہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ وہ اس کے کس قدر غضب کا مستحق ہے۔

بعض لعنت کرنے سے اس لیے رُکتے ہیں کہ کہیں اس کے گناہ کم نہ ہوں۔

اور بعض حضرات یزید پر اس لیے لعنت کرنا مناسب خیال نہیں کرتے کہ اس طرح اس کے گناہ اور کم ہوں گے۔ چنانچہ مولانا غلام ربانی آزاد الخطیب ا

---

[1] سورۃ النساء آیت ۹۳

[2] تحریر شہادتین ص ۹۶-۹۷ مطبع [illegible]

"فی رد کشف الغطاء" میں لکھتے ہیں :

وظاہر است کہ گفتن لعن وطعن برحب مقصود وزر از ملعون میگردد لہذا زبان خود را آلودہ نمی کنند ورو با یزید پلید را تخفیف وزر شادمان نمی سازند بلکہ می خواہند کہ آن حامل وزر گران بود مقصود لعنت باشد[1]	اور ظاہر ہے کہ لعن طعن کرنے سے اس کے وبال میں کمی آتی ہے جس کے بارے میں لعن طعن کیا جاتا ہے۔ لہذا زبان کو لعنت سے آلودہ نہیں کرتے اور تخفیف عذاب کے سبب یزید پلید کی روح کو شاد نہیں کرتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح گناہ کا بھاری بوجھ لادے اسی طرح گرفتہ رہے

بعض کے پیش نظر مصلحت ہے کہ کہیں سلسلہ آگے تک بڑھ جائے

اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے "شرح مقاصد" میں تصریح کی ہے کہ جو حضرات یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں ان کے پیش نظر یہ مصلحت بھی ہے کہ کہیں عوام یزید پر لعنت کرتے کرتے بزرگوں تک نہ پہنچ جائیں جیسا کہ رافضیوں کا شعار ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں :

فان قیل من علماء المذہب من لم یجوز اللعن علی یزید مع علمھم بانہ یستحق ما یربو علی ذلک ویزید، قلنا تحامیا عن ان یرتقی الی الاعلیٰ فالاعلیٰ کما ھو شعار الروافض[2]	پھر اگر یہ کہا جائے کہ بعض علماء مذہب شافعی میں ایسے بھی ہیں کہ جو یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ ان کو یہ علم ہے کہ وہ لعنت سے بھی بڑھ کر اور زیادہ وبال کا مستحق ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ منع کرنا اس احتیاط کی بنا پر ہے کہ کہیں یہ سلسلہ ترقی کرکے اعلیٰ سے اعلیٰ تک نہ پہنچ جائے جیسا کہ روافض کا شعار ہے۔

---

[1] ص ۳۵ - ۳۶ طبع مطبع صاحب کشن چند میرٹھ ۱۲۸۱ھ

[2] ص ۳۰۷ ج ۲ طبع قسطنطنیہ

مگر جیسا کہ ہم نے سابق میں تحریر کیا ہے یزید کی فرد جرم میں صرف قتل حسین ہی کا اندراج نہیں بلکہ اس کے گناہوں کی فہرست بڑی طویل ہے آخر اس کے کس کس جرم کا انکار کیا جائے گا۔ پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے ایک بار پھر پڑھ لیجیے معلوم ہو جائے گا کہ اس امت کے ہلاکووں میں اس کا نام سرفہرست ہے۔

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

یہ تو بات ہوئی اس کے جرائم اور قبائح کی، رہا اس پر لعن کا مسئلہ تو اس تفصیلی بحث سے آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ جن علماء نے بھی یزید پر لعن سے روکا ہے وہ اس لیے نہیں کہ یزید کوئی اچھا آدمی تھا بلکہ دوسرے مصالح کے پیش نظر اس کو مناسب نہیں سمجھا۔

یزید پر لعن کے بارے میں امام احمدؒ کی تصریح

ائمہ اہل سنت میں امام احمد بن حنبلؒ کا جو مقام ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں اسلامی دنیا میں جن چار اماموں کی فقہ کو قبولیت عام اور شہرت دوام نصیب ہوئی اور جن کے مذہب پر آج تک عمل در آمد چلا آتا ہے۔ ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ یزید کے بارے میں ان کی تصریحات آپ پانچویں شبہ کے جواب میں پڑھ چکے ہیں۔

(۱) لاینبغی أن یروی عنہ	اس سے کوئی روایت نہیں کرنا چاہیے۔
(۲) وھل یحب یزید احد یؤمن باللہ والیوم الآخر	کوئی بھی شخص جس کا ایمان اللہ اور روز آخرت پر ہو بھلا وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے؟
(۳) لم لا یلعن رجل لعنہ اللہ فی کتابہ	آخر اس شخص پر کیوں لعنت نہ کی جائے کہ جس پر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے؟

پھر یزید کے ملعون ہونے کی دو وجہیں بیان کیں (۱) ایک فساد فی الارض۔

(۲) دوسرے قطع رحمی، پھر فساد فی الارض کی تفصیل میں فرمایا :

اولیس ھو الذی فعل باھل المدینۃ ما فعل۔	کیا یہ وہی نابکار نہیں جس نے اہل مدینہ پر وہ ظلم توڑا جو بیان سے باہر ہے۔

اور قطع رحمی کے بارے میں تو سب کو معلوم ہے کہ میدانِ کربلا میں اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیا بیتی ذرا بھی قرابت کا پاس و لحاظ نہیں کیا گیا۔

یزید پر لعن کے بارے میں امام اعظمؒ اور دوسرے ائمہ حنفیہ کی تصریحات

یزید پر لعن کے سلسلے میں امام احمدؒ کی جو رائے ہے وہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مطالب المومنین میں منقول ہے[1]۔ اکابر حنفیہ میں امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی رحمہ اللہ المتوفی ۳۷۰ھ نے "احکام القرآن" میں یزید کو لعین ہی لکھا ہے چنانچہ اُن کی تصریح پہلے شبہ کے جواب میں گزر چکی ہے۔

امام جصاص

امام جصاص کا شمار مجتہدین فقہاء حنفیہ میں ہے۔ صاحب ہدایہ ان کی تحریرات کو اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں اور صاحب "الاختیار لتعلیل المختار" نے کتاب الشہادات[2] میں امام ممدوح کے متعلق لکھا ہے:

ولقد تصفحت كثيرا من كتب أبي بكر الرازي فما رأيته رجح على قول أبي حنيفة قول غيره إلّا في هذه المسئلة[3]

میں نے ابوبکر رازی کی کتابوں کو بہت کھنگالا ہے مگر سوائے اس ایک مسئلہ کے میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے قول پر دوسرے کے قول کو ترجیح دی ہو۔[3]

ائمہ بخارا کا فتویٰ

بعد کے اکابر علماء حنفیہ میں امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری المتوفی ۵۴۲ھ "خلاصۃ الفتاویٰ" میں رقمطراز ہیں:

اللعن على يزيد بن معاوية لا ينبغي ان يفعل وكذا على الحجاج قال رحمه الله سمعت عن الشيخ الامام الزاهد قوام الدين الصفاري انه كان يحكي عن أبيه أنه يجوز ذلك و يقول ... لابأس باللعن على يزيد[1]

یزید بن معاویہ اور اسی طرح حجاج پر لعن نہ کرنا چاہئے (مصنف کتاب) امام طاہر بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ امام زاہد قوام الدین صفاری سے سنا ہے وہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے، فرماتے تھے: یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو "زجر الشبان والشیبہ عن ارتکاب الغیبۃ" مولانا عبد الحی فرنگی محلی ص ۲۰ طبع ۱۳۰۹ھ شائع کردہ مکتبہ عارفین کراچی۔

[2] الاختیار ج ۲ ص ۱۴۲

[3] یعنی یہاں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دے دیا کہ شہود کا تزکیہ تمام حقوق میں ہونا چاہئے ورنہ امام صاحبؒ کے مذہب میں صرف حدود و قصاص میں تزکیہ ضروری ہے۔

امام قوام الدین صفاری کا تعارف علامہ لکھنوی نے ان لفظوں میں کیا ہے:

وشيخ الاسلام وامام الأئمة أوحد عصره في العلوم الدينية أصولاً وفروعاً مجتهد زمانه: شیخ الاسلام، امام الائمہ اپنے زمانہ میں علوم دینیہ میں خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے یکتا اور مجتہد عصر تھے[2] اور ان کے والد ماجد رکن الاسلام ابراہیم بن اسماعیل زاہد صفار امام غزالی کے معاصر ہیں۔ ان کے بارے میں حافظ سمعانی نے "کتاب الانساب"[3] میں لکھا ہے کہ "کان اماما ورعا زاهدا" (یہ امام تھے اور زہد و ورع سے موصوف) فقہ میں امامت کے ساتھ ساتھ بڑے پایہ کے محدث بھی تھے۔ قاضی خان کے استاذ ہیں۔ انہوں نے فقہ کی تعلیم انہی سے حاصل کی، ان کی وفات ۵۳۴ھ میں ہوئی۔ نسلاً انصاری واقع ہیں۔ ان کا پورا خاندان اہل علم و فضل کا خاندان ہے۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی نے "الجواہر المضیئہ" میں ان کے ترجمہ میں لکھا ہے: أهل بيت علماء وفضلاء

چونکہ صاحب خلاصہ نے ان کے فتویٰ کو آخر میں نقل کیا ہے اور اس سے اپنے اختلاف کا اظہار نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں ائمہ بخارا (۱) امام طاہر افتخار الدین بخاری صاحب خلاصہ المتوفی ۵۴۲ھ (۲) امام قوام الدین حماد بن ابراہیم صفار بخاری المتوفی ۵۷۶ھ (۳) امام رکن الدین ابراہیم صفار بخاری المتوفی ۵۳۴ھ

---

[1] ج ۴ ص ۳۹۰ طبع نول کشور۔

[2] ملاحظہ ہو "الفوائد البہیہ فی طبقات الحنفیہ" از مولانا عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی

[3] کتاب الانساب بنسبت صفار

کے نزدیک یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بالکل جائز ہے لیکن چاہیے نہیں کیونکہ ایسا کرنا فرض واجب یا مستحب نہیں محض مباح ہے۔

امام کردری کا فتویٰ

اور امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز کردری حنفی المتوفی سنہ ۸۲۷ھ فتاویٰ بزازیہ میں رقمطراز ہیں:

اللعن على يزيد يجوز ولكن ينبغي ان لا يفعل وكذا على الحجاج ويحكى عن الامام قوام الدين الصفاري انه قال لا بأس باللعن على يزيد ... والحق أن يلعن يزيد بناءً على اشتهار كفره وتواتر فظاعة شره على ما عرف تفاصيله[1]

یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے مگر کرنا نہ چاہیے۔ اور امام قوام الدین صفاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں"۔ کردری کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یزید پر اس کے کفر کی شہرت نیز اس کی گھناؤنی شرارت کی متواتر خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معلوم ہیں، لعنت بھی کی جائے گی۔

خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ بزازیہ کا شمار فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں میں ہے

یاد رہے کہ "فتاویٰ بزازیہ" کا بھی "خلاصۃ الفتاویٰ" کی طرح فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں شمار ہے۔ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ علامہ ابو السعود مفتی روم سے جب یہ فرمائش کی گئی کہ مہم مسائل کے بارے میں آپ کوئی کتاب کیوں تالیف نہیں فرماتے؟ تو جواب دیا کہ

أنا أستحيي من صاحب البزازية مع وجود كتابه لأنه مجموعة شريفة جامعة للمهمات كما ينبغي۔

مجھے "فتاویٰ بزازیہ" کے مصنف سے شرم آتی ہے کہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے یہ جرأت کروں، کیونکہ یہ فتاویٰ کا ایک قابل قدر مجموعہ ہے جس میں مہمات مسائل کو جیسا کہ چاہیے تھا جمع کر دیا ہے۔

---

[1] ج ۴ ص ۳۲۳ طبع میریہ بولاق مصر سنہ ۱۳۱۰ھ برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ

لعن کے باب میں کتاب العالم والمتعلم کی عبارت

متاخرین علمائے حنفیہ میں سے جن حضرات نے بھی لعن یزید سے روکا ہے وہ امام غزالی کی رائے سے متاثر ہیں ورنہ اصل مذہب میں مرتکب کبیرہ کے حق میں اگرچہ استغفار افضل ہے مگر اس پر بددعا اور لعنت کی جا سکتی ہے جیسا کہ امام اعظم "کتاب العالم والمتعلم" میں فرماتے ہیں۔ متعلم سوال کرتا ہے:

أخبرني عن الاستغفار لصاحب الكبيرة أفضل أو الدعاء عليه أو انت بالخيار فيما بين الدعاء عليه باللعنة والاستغفار فبيّن لي هذا كله۔

یہ تو فرمائیے کہ جو شخص کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا افضل ہے یا اس کے حق میں بددعا کرنا یا اختیار ہے خواہ اس کے حق میں استغفار کرے خواہ لعنت۔ یہ سب مجھے صاف بتائیے۔

امام صاحب جواب دیتے ہیں:

الذنب على منزلتين غير الاشراك بالله تعالى فأي الذنبين ركب هذا العبد فان الدعاء له بالاستغفار أفضل وإن دعوت عليه باللعنة لم تأثم وذلك بانه إذا ركب ذنباً منك وعفوت عنه ولم تدع عليه كان أفضل وان ركب ذنباً فيما بينه وبين خالقه بعد أن كان لم يشرك بالله فرحمته ودعوت له

شرک کے علاوہ گناہ کے دو درجے ہیں جس درجے کے گناہ کا بھی یہ بندہ مرتکب ہو اس کے حق میں استغفار کرنا افضل ہے اور اگر اس پر لعنت کی بددعا کرو جب بھی تمہیں گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر اس نے تمہارے ساتھ گناہ کا معاملہ کیا اور تم نے اس کو معاف کر دیا اور اس پر بددعا نہ کی تو یہ افضل ہے اور اگر اس نے اللہ میاں کا گناہ کیا مگر شرک کا مرتکب نہیں ہوا اور پھر تم نے اس کے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے اس کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا کی تو یہ بھی افضل اور اگر اس کے لیے بربادی و ہلاکت کی دعا کی تب بھی گنہگار نہ ہوگے

بالمغفرة لحرمة الشهادة كان هذا أفضل وإن دعوت عليه بالهلاك لم تأثم وذلك بأنك تقول يا رب خذه بذنبه وإنما تكون آثما إذا أنت قلت يا رب خذه بغير ذنب[1]

کیونکہ اس صورت میں تو تم یوں کہہ رہے ہو کہ یا اللہ تو اس کو اس گناہ کی سزا دے۔ گنہگار تو تم جب ہوتے جبکہ گناہ کیے بغیر اس کے حق میں بد دعا کرتے، اور یوں کہتے کہ یا اللہ بغیر گناہ ہی اس کو پکڑ لے۔

مسلمان کے حق میں لعنت کرنے کا مطلب جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہو اس کے حق میں لعنت کرنے کا یہی مطلب ہے جو امام صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ امام نوویؒ نے بھی شرح صحیح مسلم میں حدیث

من أحدث فيها حدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين

جو مدینہ منورہ میں گناہ کا ارتکاب کریگا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

کے تحت یہی لکھا ہے۔

قالوا ان المراد باللعن هنا العذاب الذى يستحقه على ذنبه والطرد عن الجنة أول الأمر وليس هى كلعنة الكفار الذين يبعدون من رحمة الله كل الابعاد[2]

علماء نے بیان کیا ہے کہ لعنت سے مراد یہاں وہ عذاب ہے جس کا وہ اس گناہ کے سبب مستحق ہے اور ابتداء میں جنت سے محرومی ہے یہ لعنت کفار پر لعنت کی طرح نہیں کہ جو بالکلیہ حق تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیے گئے ہیں کہ کبھی جنت میں جائیں گے ہی نہیں۔

یزید پر بھی لعنت کرنے کے یہی معنی ہیں کہ حق تعالیٰ اس کے ان بُرے کرتوتوں پر اس کو سزا دے جس کا وہ مستحق ہے۔ اور اس کے حق میں ایسا کہنا خواہ افضل نہ ہو لیکن اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ یزید کا صالح اور متقی ہونا تو کجا اس کی جو حیثیت علماء کی نظر میں

---

[1] ص ۱۰ طبع مصر ۱۳۵۱ھ

[2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۱ طبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۹ھ

ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ ان میں باہم اس امر پر اختلاف ہے کہ اس کی موت اسلام پر ہوئی یا کفر پر اور آیا اس پر لعنت کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ بس اتنی ہی بات اس کی شخصیت کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہے

ساتواں اور آٹھواں شبہ

یہ ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تایازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اُم محمد اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی ام مسکین سے نکاح کیا تھا۔

ان شبہوں کا منشا کیا ہے؟ کیا یہ کہ ان دونوں بیبیوں کا نکاح یزید سے کیوں کر؟ تو یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ ام محمد اور ام مسکین سے یزید نے کب نکاح کیا تھا؟ اس کے فسق و فجور کے الم نشرح ہو جانے کے بعد یا اپنی ابتدائی عمر میں جبکہ اس کا فسق ظاہر نہ ہوا تھا اس لیے پہلے تاریخ سے یہ ثابت کیا جائے کہ یہ دونوں خواتین شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یزید کے حبالہ عقد میں آئیں تب کچھ بات بنے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یزید نے ان سے نکاح اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں اس وقت کیا جبکہ اس کی بری شہرت نہ تھی اور اس وقت تک اس سے ان مظالم کا ظہور بھی نہ ہوا تھا کہ جن پر امت اس کو آج تک لعنت ملامت کرتی چلی آتی ہے تو پھر اس سے نکاح میں کیا قباحت تھی؟ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یزید اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ہی کھل کھیلا ہے ورنہ اگر ان کی زندگی ہی میں اس کا فسق اس طرح عالم آشکارا ہو جاتا تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو ولی عہد ہی کیوں بناتے؟

اور اگر شبہ کا منشا یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تایازاد بھائی کی لڑکی چونکہ اس کے حبالہ عقد میں تھی اس لیے وہ بھتیجی داماد ہونے کی بنا پر اپنے سسر کو کس طرح قتل کر سکتا تھا؟ تو اس شبہ کا پوچ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ آئے دن اخبارات میں سسر اور داماد کے قتل کے واقعات آتے رہتے ہیں اور یزید تو حضرت حسینؓ

کا حقیقی داماد بھی نہ تھا۔ برادران یوسف علیہ السلام کا قصہ تو ہر شخص کو معلوم ہی ہے۔

نواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت زین العابدین نے یزید سے بیعت کی اور واقعہ حرہ کے موقع پر اس کا حسن سلوک دیکھ کر اس کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے۔

اس شبہ کا جواب اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ سیدنا علی بن حسین المعروف بہ زین العابدین، دمشق اپنی خوشی سے نہیں گئے ان کو تو پابہ زنجیر اسیران کربلا کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد نے دمشق بھیجا تھا۔ وہاں یزید نے ان سے سخت کلامی کی اور انہوں نے بھی اس کو ویسے ہی سخت جواب دیے۔ یزید سے بطوع و رغبت ان کا بیعت کرنا اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنا، خصوصاً واقعہ حرہ کے بعد ان سے ثابت نہیں۔ طبقات ابن سعد میں جو کچھ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسرف (مسلم بن عقبہ) نے حضرت زین العابدین سے یہ کہا تھا کہ امیرالمومنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے (إن أمير المؤمنين أوصاني بك خيرا) اور اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ وصل الله أمير المؤمنين (اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کو اس کا صلہ دے) لیکن اس کی اسناد یہ ہے: أخبرنا محمد بن عمر قال حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة عن يحيى بن سبل عن أبي جعفر[1] اس کا پہلا راوی محمد بن عمر واقدی ہے جو مشہور ضعیف الروایہ ہے، دوسرا ابی بکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ ہے جو وضع حدیث میں متہم ہے۔ یزید کی منقبت ایسے ہی ناکارہ لوگوں کی روایت سے ثابت کی جا سکتی ہے۔ صحیح روایت کہاں مل سکتی ہے اور اتنی بات کسی کافر کے بارے میں کہی جائے تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ یزید کے حسن سلوک کا یہی بہتر جواب ہو سکتا تھا

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۵

در یہ کی الفاظ کا ترجمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امیرالمومنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے۔ ری اور طبقات ابن سعد کی اصل عبارت پیش کی جائے کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا باعث شرم ہے۔

یزید کے کمانڈر کی حضرت زین العابدینؓ کے ساتھ بدتمیزی واقعہ حرہ میں حضرت زین العابدین اگرچہ بالکل الگ رہے کیونکہ کربلا میں خاندان اہل بیت پر یزیدی لشکر نے جو قیامت ڈھائی تھی وہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے مگر پھر بھی یزیدی فوج کے کمانڈر مسلم بن عقبہ نے (جس کو مورخین سلف "مجرم یا مسرف بن عقبہ" کے برے نام سے یاد کرتے ہیں) ان کے ساتھ جس بے ہودگی کا مظاہرہ کیا اس کی تفصیل حافظ ابن کثیر کی زبانی سنیے وہ لکھتے ہیں:

استدعى بعلي بن الحسين يمشي بين مروان بن الحكم وابنه عبد الملك ليأخذا له ما عنده أمانا ولم يشعر أن يزيد أوصى به فلما جلس بين يديه استدعى مروان بشراب وقد كان مسلم بن عقبة حمل معه من الشام ثلجا إلى المدينة فكان يشاب له بشرابه فلما جيء بالشراب شرب مروان قليلا ثم أعطى الباقي لعلي بن الحسين ليأخذ له بذلك أمانا وكان مروان موادا لعلي بن الحسين فلما نظر إليه مسرف بن عقبة قد أخذ

مسلم بن عقبہ نے حضرت علی ابن حسین (زین العابدین) کو طلب کیا وہ مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان پاپیادہ چل کر اس کے پاس پہنچے تاکہ ان دونوں کے ذریعہ اس سے امان لے سکیں ان کو علم میں یہ بات نہ تھی کہ یزید نے ان کا خیال رکھنے کے بارے میں مسلم کو تاکید سے کہہ دیا تھا چنانچہ جب آپ اس کے سامنے آکر بیٹھ گئے تو مروان نے کچھ پینے کے لیے مانگا۔ مسلم بن عقبہ جب شام سے مدینہ کی طرف چلا تھا تو اپنے ساتھ وہاں سے برف لیکر آیا تھا اور وہ برف اس کے مشروب میں ڈال دی جاتی تھی چنانچہ جب پینے کے لیے لایا گیا تو مروان نے اس میں سے تھوڑا سا پی کر باقی حضرت علی بن حسینؓ کو دے دیا تاکہ اس ذریعہ سے ان کے لیے امان حاصل کر لی جائے۔ مروان حضرت علی بن حسینؓ کا دوست تھا۔ مسلم بن عقبہ کی جیسے ہی اس پر نظر

الإناء في يده قال له: لا تشرب من شرابنا ثم قال له: إني جئت مع هذين لتأمن بهما فارتعدت يد علي بن الحسين وجعل لا يضع الإناء من يده ولا يشربه ثم قال له: لولا أمير المؤمنين أوصاني بك لضربت عنقك ثم قال له: إن شئت أن تشرب فاشرب وإن شئت دعونا لك بغيرها فقال: هذا الذي في كفي أريد فشرب ثم قال له مسلم بن عقبة: قم إلى ههنا فاجلس فأجلسه معه على السرير وقال له: إن أمير المؤمنين أوصاني بك وإن هؤلاء شغلوني عنك ثم قال لعلي بن الحسين لعل أهلك فزعوا فقال إي والله، فأمر بدابته فأسرجت ثم حمله عليها حتى رده إلى منزله مكرماً[1]

پڑی کہ حضرت زین العابدین نے برتن اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا تو کہنے لگا ہمارا پانی نہ پیو اور پھر کہا، تو ان دونوں کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ ان کے ذریعہ امان حاصل کر سکے۔ یہ سن کر آپ کا ہاتھ کانپنے لگا اور نہ برتن ہی ہاتھ سے رکھا جا سکتا تھا اور نہ ہی اسے پی سکتے تھے۔ تب اس شقی نے آپ کو کہا کہ اگر امیر المومنین تمہارا خیال رکھنے کی مجھے تاکید نہ کرتے تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔ اس کے بعد کہنے لگا، اچھا اب تم پینا چاہتے ہو تو پی لو اور چاہو تو ہم تمہارے لیے اور منگا دیں، حضرت نے فرمایا: بس جو میرے ہاتھ میں ہے وہی پینا چاہتا ہوں چنانچہ آپ نے وہ پی لیا۔ پھر مسلم بن عقبہ آپ سے کہنے لگا ادھر اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور آپ کو اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا اور کہنے لگا امیر المومنین نے تو مجھے تمہارے بارے میں تاکید کر دی تھی مگر ان لوگوں نے مجھے اتنا مشغول رکھا کہ تمہاری طرف توجہ ہی نہ کی۔ پھر حضرت سے کہنے لگا شاید تمہارے گھر والے تمہاری طرف سے پریشان ہوں۔ حضرت نے فرمایا: بخدا ایسا ہی ہے۔ چنانچہ مسلم نے اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیا اور پھر اس پر سوار کر کے باعزت طور پر آپ کو اپنے گھر پہنچا دیا۔

---

[1] البداية والنهاية ۸ ص ۲۲۰

اہل شام کا حضرت زین العابدین کو ستانا اور طبقات ابن سعد میں ہے:

أخبرنا الفضل بن دكين قال: أخبرنا حفص بن جعفر عن أبيه أن علي بن حسين كان يمشي إلى الجمار وكان له منزل بمنى وكان أهل الشام يؤذونه فتحول إلى قرين الثعالب أو قريب من قرين الثعالب وكان يركب فإذا أتى منزله مشى إلى الجمار[1]

حضرت علی بن حسین کنکریاں مارنے کے لیے پیدل جایا کرتے۔ منیٰ میں آپ کا ایک مکان تھا۔ اہل شام آپ کو ستایا کرتے تھے اس لیے آپ اپنے مکان سے قرین الثعالب یا اس کے قریب اٹھ کر آ گئے اب آپ سواری پر آنے لگے اور جب اپنے گھر پہنچتے تو پھر کنکریاں مارنے کے لیے پاپیادہ جایا کرتے۔

اہل بیت کی حق تلفی اور اسی میں ہے:

أخبرنا مالك بن إسمعيل قال: حدثنا سهل بن شعيب النهمي وكان نازلاً فيهم يؤمهم عن أبيه عن المنهال، يعني ابن عمرو قال دخلت على علي بن حسين فقلت كيف أصبحت أصلحك الله؟ فقال ما كنت أرى شيخاً من أهل المصر مثلك لا يدري كيف أصبحنا فأما إذا لم تدر أو تعلم فسأخبرك أصبحنا في قومنا بمنزلة بني إسرائيل في آل فرعون إذ كانوا يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نساءهم وأصبح شيخنا وسيدنا يتقرب إلى عدونا بشتمه

سہل بن شعیب نہمی جو بنی نہم میں امامت کرنے کی وجہ سے رہا کرتے تھے اپنے باپ شعیب اور شعیب منہال بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت سے رکھے صبح کس حال میں ہوئی، فرمایا میں نہ سمجھتا تھا کہ شہر میں آپ جیسا بزرگ بھی یہ نہیں جانتا کہ ہم نے صبح کس حال میں کی۔ اور جب آپ یہ نہیں جانتے یا اس کا علم آپ کو نہیں تو پھر سنئے اب بتائے دیتا ہوں کہ ہم نے اپنی قوم کے ساتھ اس حال میں صبح کی جس طرح بنی اسرائیل نے قوم فرعون کے ساتھ کی تھی کہ وہ ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر دیتے تھے اور ان کی عورتوں کو جینے دیتے تھے۔ اور ہمارے شیخ اور ہمارے سردار (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے ساتھ یہ معاملہ ہوا؟

---

[1] ج ۵ ص: ۲۱۹ مطبوعہ بیروت [illegible]

أو سبه على المنابر وأصبحت قريش تعد أن لها الفضل على العرب لأن محمدا صلى الله عليه وسلم منها لا يعد لها فضل إلا به وأصبحت العرب مقرة لهم بذلك وأصبحت العرب تعد أن لها الفضل على العجم لأن محمدا صلى الله عليه وسلم منها لا يعد لها فضل إلا به وأصبحت العجم مقرة لهم بذلك فلئن كانت العرب صدقت أن لها الفضل على العجم وصدقت قريش أن لها الفضل على العرب لأن محمدا صلى الله عليه وسلم منها أن لنا أهل البيت الفضل على قريش لأن محمدا صلى الله عليه وسلم منا فأصبحوا يأخذون بحقنا ولا يعرفون لنا حقا فهكذا أصبحنا إذ لم تعلم كيف أصبحنا قال فظننت أنه أراد أن يسمع من في البيت۔[1]

کہ برسرِ منبر ان پر سب و شتم کرکے ہمارے دشمن کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور قریش نے اس حال میں صبح کی کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو عرب پر اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی ہیں اور ان کے بغیر ان کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور اہل عرب نے اس حال میں صبح کی کہ وہ بھی قریش کی اس فضیلت کے معترف ہیں، نیز اہل عرب نے اس حال میں صبح کی کہ وہ بھی اہل عجم پر اپنی فضیلت کو اسی لیے شمار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے اور آپ کے بغیر عرب کی فضیلت شمار نہیں ہو سکتی۔ اور اہل عجم نے اس حالت میں صبح کی کہ انہیں بھی عرب کی اس فضیلت کا اعتراف ہے۔ پس اگر عرب اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ ان کو عجم پر فضیلت ہے اور قریش بھی سچے ہیں کہ ان کو عرب پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب بھی تھے اور قریشی بھی تو ہم اہل بیت کو بھی قریش پر اسی لیے فضیلت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تھے۔ اب قریش (وقت کے حکمران بنی امیہ مراد ہیں) نے اس حال میں صبح کی ہے کہ خود تو ہمارا حق لے چکے ہیں مگر اپنے اوپر ہمارا کوئی حق نہیں سمجھتے۔ اب تو جب تمہیں یہ علم ہی نہیں ہے کہ ہم نے صبح کس حال میں کی تو اس حال میں کی ہے۔ منہال کا بیان ہے کہ مجھے خیال یہ پڑتا ہے کہ حضرت ان لوگوں کو سنا رہے تھے جو اس وقت گھر میں آئے ہوئے تھے۔

---

[1] ج ۵ ـ ص : ۲۱۹ ـ ۲۳۰

دسواں شبہ

یہ ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اموی سادات سے ہوتی رہی ہیں۔

اس شبہ کا جواب

واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد میں کوئی رشتہ نہیں ہوا

یہ ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد کے درمیان کوئی رشتۂ مناکحت قائم نہیں ہوا، کتبِ تواریخ و انساب کا پڑھنا تو بڑی بات ہے اس سلسلہ میں ایک قربت کا ذکر بھی کتبِ تاریخ و انساب سے ثابت نہیں۔ محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کی بہت سی قرابتوں کا ذکر کیا ہے لیکن اس سلسلہ میں ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے اور امویوں کو سادات میں شامل کرنا مصیبت ہے، امویہ کا شمار اہل بیت میں نہیں ہے۔

عبدالملک کا زوالِ یزید سے عبرت پکڑنا

یہ بھی واضح رہے کہ بنو امیہ اور بنی ہاشم کے بہت سے خاندان تھے۔ عبدالملک مروانی جب تختِ حکومت پر براجمان ہوا تو اس نے یزید کے زوال سے عبرت پکڑ کر حجاج بن یوسف کو یہ تاکید کر دی تھی کہ بنو ہاشم سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا جائے کیونکہ آلِ ابی سفیان نے جب ان پر زیادتی کی تو ان پر زوال آ گیا چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فإن الحجاج مع كونه مبيرا سفاكا للدماء قتل خلقا كثيرا لم يقتل من أشراف بني هاشم أحدا قط بل سلطانه عبدالملك بن مروان نهاه عن التعرض لبني هاشم وهم الأشراف

بلاشبہ حجاج نے باوجودیکہ وہ بڑا ظالم اور سخت خونریز تھا اور اس نے ایک خلقِ کثیر کو قتل کر دیا تھا تاہم اشرافِ بنی ہاشم میں سے کبھی کسی کو قتل نہ کیا بلکہ اس کے سلطان عبدالملک نے بنی ہاشم سے جو اشراف کہلاتے ہیں کسی قسم کا بھی تعرض کرنے سے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ بنو حرب جب

و ذکر انه أُف إلی بنی الحرب لما تعرضوا لهم یعنی لما قتل الحسینؓ

ان سے تعرض کیا تو ان کی شامت آگئی مطلب یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کو جب قتل کیا تو ان پر ادبار آگیا۔

اس لیے بنو ہاشم اور بنو امیہ میں اگر تعلقات قرابت بعد میں بھی قائم رہے اور ایک دوسرے سے رشتہ مناکحت کا سلسلہ چلتا رہا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ یزید کے مظالم کے مرثیہ خواں بھی اموی ہی تھے

گیارہواں شبہ

یہ ہے کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد کوفہ کے شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسینؓ کو یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا اور جب آپ نے یہ جان لیا کہ یزید کی بیعت پر تمام امت متفق ہے تو آپ اپنے ارادہ سے دستبردار ہو گئے۔

اس کا جواب

یہ ہے کہ یہ محض ہرزہ سرائی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن الاثیر، الاصابہ لابن حجر اور تاریخ الخلفاء یہ سب کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان میں کہیں یہ مذکور نہیں جو مستفتی نے سوال میں ذکر کیا ہے۔

کیا العیاذ باللہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض نِرے نادان عقل سے کورے، احکام شرع سے بالکل ناواقف اور دینی تقاضوں سے سرے سے ناآشنا تھے کہ بس مل کو تو اس حقیقت کا پتہ چل گیا مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور ان شریر النفس لوگوں کے بہکانے میں آ کر جن کے

> ”نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضؓ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوئے اور کبھی جنگ جمل و صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور حسنؓ کی توہین و تحقیر سے بھی نہیں کے نامۂ اعمال سیاہ اور دامن داغدار ہیں“

آپ نے یہ باور کر لیا کہ امیر یزید امامت کے متفق علیہ خلیفہ نہیں اور پھر ان کے خلاف خروج پر

---

[1] مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۴ ص ۵۰۲۔

آمادہ ہو گئے۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ اور کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیر و تجہیل میں کہا جا سکتا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ نہ صرف حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے بعد ساری امتِ اسلامیہ پر آج تک یہ حقیقت منکشف ہی نہ ہو سکی جو مستفتی پر واضح ہوئی ہے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ جھوٹ بولنے کی حد ہو گئی۔

فاروق اعظمؓ کی شہادت میں کسی کوفی کا ہاتھ نہ تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی کوفی کا ہاتھ نہ تھا یہ محض جھوٹ ہے۔ نہ ان کی شہادت کسی سازش کے تحت عمل میں آئی۔ ان کی شہادت کے بارے میں سازش کا افسانہ موجودہ دور کے علمی ناصبیوں کے ذہن کا ساختہ و پرداختہ ہے۔

بعض غلط باتوں پر تنبیہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین میں بھی کسی کوفی کا نام نہیں لیا جاتا۔ محاصرین میں بھی اکثریت اہل مصر کی تھی۔ جنگ جمل و صفین میں کیا طرفین سے سارے صحابہ کرام (نعوذ باللہ) دیوانے ہو گئے تھے کہ وہ بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان شریر النفس لوگوں کی شرارت کو بالکل نہ سمجھ سکے اور قتل و قتال کا ہنگامہ کارزار جاری رکھا۔ ایک ملحد تو ایسی بات سوچ سکتا ہے لیکن کسی مسلمان کا ذہن اس خرافات کو باور نہیں کر سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی پکا خارجی تھا، خارجیوں کا گروہ کوفہ نہیں نہروان تھا۔ ابن ملجم قاتل بھی کوفی نہیں مصری تھا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین و تحقیر میں خوارج اور نواصب پیش پیش رہے ہیں۔

یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کا اقدام للّٰہ فی اللہ تھا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف اس کی نااہلی کی بنا پر دوسروں کے کہنے سے نہیں بلکہ دینی بصیرت کے مطابق محض للّٰہ فی اللہ بغرض اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

قسم خرجوا غضبا للدین من أجل جور الولاة وترك عملهم بالسنة النبوية فهؤلاء أهل الحق ومنهم الحسين بن علي و

ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام کے ظلم و ستم اور سنتِ نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بنا پر دینی غیرت و حمیت میں نکلے یہ سب اہل حق تھے اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اہل مدینہ جنہوں نے واقعہ حرہ

أهل المدينة في الحرة والقراء الذين خرجوا على الحجاج[1]

میں جہاد کیا اور وہ تمام علماء جو حجاج کے خلاف نکلے سب کا شمار اہل حق ہی میں ہے ۔

جن حضرات نے یزید و حجاج کے خلاف اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا

شرعی نقطۂ نظر سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اصحاب حرہ سے یزید کا جنگ کرنا کسی طرح بھی قطعاً جائز نہیں تھا چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں رقمطراز ہیں :

من خرج عن طاعة إمام جائر أراد الغلبة على ماله أو نفسه أو أهله فهو معذور ولا يحل قتاله وله أن يدفع عن نفسه وماله وأهله بقدر طاقته ۔

جو کسی ایسے حکمران کی اطاعت سے نکلے کہ جو ظالم ہو اور اس شخص کے جان یا مال یا اہل وعیال پر تغلب کرنا چاہتا ہو تو ایسا شخص معذور ہے اور اس سے قتال حلال نہیں اور اس شخص کو اپنی طاقت کے مطابق اپنی جان مال اور اپنی اہل وعیال کی طرف سے دفاع کا حق حاصل ہے ۔

وقد أخرج الطبري بسند صحيح عن عبد الله بن الحارث عن رجل من بني مضر عن علي، وذكر الخوارج فقال إن خالفوا إماما عدلا فقاتلوهم وإن خالفوا إماما جائرا فلا تقاتلوهم فإن لهم مقالا ۔

چنانچہ امام طبری نے بسند صحیح عبد اللہ بن حارث سے روایت کیا ہے اور وہ بنی مضر کے ایک شخص کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے جو خلیفہ کے خلاف خروج کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف خروج کریں تو ان سے قتال کرو اور اگر ظالم حکمران کی مخالفت کریں تو ان سے قتل و قتال نہ کرو کیونکہ ان کو کچھ کہنے کا حق حاصل ہے (اس لیے معذور ہیں)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

وعلى ذلك يحمل ما وقع للحسين بن علي ثم أهل المدينة في الحرة ثم لعبد الله بن الزبير

اور اسی صورت پر محمول ہوگا جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پیش آیا اور پھر واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کے ساتھ پھر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] فتح الباری ج ۱۳

ثم للقراء الذين خرجوا على الحجاج في قصة عبد الرحمن بن محمد بن الأشعث والله أعلم[1]

عنہ کے ساتھ اور ان علماء کے ساتھ کہ جنہوں نے عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث کے واقعہ میں حجاج کے خلاف خروج کیا تھا کہ ان سب حضرات سے قتال ناجائز تھا ۔ واللہ اعلم ۔

حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے حضرت حسینؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا ۔

چوتھے شبہ کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ خط جو یزید کے نام لکھا گیا تھا درج کیا جا چکا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید کے عمال نے حرمین میں چین سے بیٹھنے ہی نہ دیا۔ مدینہ ہی تھے تو بیعت یزید پر اصرار تھا، مکہ معظمہ گئے تو وہاں بھی یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام خط لکھ کر اپنے قطعہ اشعار میں حضرت حسینؓ کو دہشت کی دھمکی دی[2]۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے حرم مکہ میں خونریزی ہو اور حرم کی عزت خاک میں ملے[3]۔ اس لیے آپ نے کوفہ کا رخ کیا کہ وہاں آپ کے اعوان وانصار تھے ۔

جن حضرات نے کوفہ جانے سے حضرت حسینؓ کو روکا برنبائے شفقت روکا ۔

اور جن حضرات نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا وہ بھی برنبائے شفقت تھا نہ اس بنا پر کہ آپ کا یہ اقدام معاذ اللہ خلاف شرع تھا، ورنہ روکنے والے آپ سے صاف صاف کہہ دیتے کہ آپ مرتکب معصیت ہو رہے ہیں یزید جیسے خلیفہ برحق کے خلاف خروج کرنے سے آپ شریعت کی رو سے باغی مباح الدم اور واجب القتل ہو جائیں گے اس لیے خلیفہ برحق سے بغاوت کرنا آپ کے شایان شان نہیں۔ غور فرمائیے یہ حضرات کوفیوں کی بیوفائی کا اندیشہ تو ظاہر کرتے ہیں مگر آپ کے اس اقدام کو گناہ قرار نہیں دیتے ۔

کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے

کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے، ان میں مخلصین کی

---

[1] ج ۱۳ ص ۲۵۳ - ۲۵۴

[2] ملاحظہ ہو تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۶۳

[3] ایضاً ص ۱۶۱ و ۱۶۵

کثیر جماعت تھی حضرت حسین کو مرتبۂ شہادت پر فائز ہونا تھا اس لیے لاکھ جتن کیے جاتے ہونا یہی تھا جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت میں ازل سے شہادت مقدر تھی۔ بہت سے صحابۂ کرامؓ نے آپ کی نصرت میں اپنی خدمات پیش کیں اور محاصرین سے جنگ کی اجازت مانگی بظاہر خیال ہوتا ہے کہ اگر محاصرین سے جنگ کی جاتی تو ان کا فرار یہ قرار ضروری تھا لیکن آپ نے اسے پسند ہی نہ فرمایا۔ اور آخر جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انجام سے ناواقف نہ تھے راہِ حق میں شہادت مطلوبِ مومن ہے اس لیے آپ نے جو قرینِ مصلحت سمجھا اسی پر عمل کیا۔

کوفہ کی گورنری پر ابن زیاد کا تقرر اور حضرت حسینؓ کی شہادت

کوفہ کے گورنر اس وقت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ یزید کو جیسے ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عازمِ کوفہ ہونے کی اطلاع ملی اُس نے فوراً حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں کی گورنری سے معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو جسے یزید اپنا چچا زاد بھائی بتاتا تھا، کوفہ کا گورنر بنا کر روانہ کر دیا۔ اس نے آتے ہی جو ظلم و ستم ڈھایا اس سے تاریخ کے اوراق پُر ہیں۔ بڑے بڑے سرکردہ لوگوں کو داد و دہش سے سر کیا۔ اور عوام کو جبر و قہر سے کوفہ کی چاروں طرف سے ناکہ بندی کر دی کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ہو، اور کوئی کہیں نہ جا سکے صورتحال میں اس اچانک تبدیلی سے مخلصین کو آپ کی نقل و حرکت کی خبر نہ ملنے کے سبب مدد کا موقع نہ مل سکا۔ حضرت حسینؓ ابھی کوفہ سے پچیس میل دور ہی تھے کہ ابن زیاد کے حکم سے راہ ہی میں حر بن یزید تمیمی کے دستہ فوج نے جو ایک ہزار سواروں پر مشتمل تھا آپ کا محاصرہ کر لیا۔ پھر عمر بن سعد کی سرکردگی میں مزید چار ہزار سپاہ روانہ کر کے پہلے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارواں کا پانی بند کیا پھر ان سب حضرات پر حملہ کر کے ان کو شہید کر ڈالا۔ چنانچہ امام بخاریؒ "تاریخ صغیر" میں لکھتے ہیں:

حدثنا موسیٰ ثنا سلیمان بن مسلم ابو المعلی العجلی قال

ہم سے موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم کو سلیمان بن مسلم ابو المعلی عجلی نے بتایا کہ میں نے اپنے والد

سمعت أبي أن الحسين لما نزل كربلا فأول من طعن في سرادقه عمر بن سعد فرأيت عمر بن سعد و ابنيه قد ضربت أعناقهم وعلقوا على الخشب ثم ألهبت فيهم النار۔[1]

سے سُنا فرماتے تھے کہ حضرت حسینؓ جب کربلا میں فروکش ہوئے تو سب سے پہلے جس شخص نے ان کے سراپردہ میں نیزہ مارا وہ عمر بن سعد تھا پھر میں نے (کچھ عرصہ بعد یہ منظر بھی) دیکھا کہ عمر بن سعد اور اس کے دونوں بیٹوں کی گردنیں ماری گئیں اور انہیں شہتیر پر لٹکا کر نذرِ آتش کر دیا گیا۔ اور ان سب شہداء کربلا کے سر کاٹ کر ان کو کوفہ روانہ کر دیا گیا۔

حضرت حسینؓ کے سر مبارک کے ساتھ ابن زیاد کی گستاخی

حضرت حسینؓ کا سر مبارک جب عبید اللہ بن زیاد کے سامنے طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو اس ابن زیاد بدنہاد نے آپ کے سر مبارک کے ساتھ جو گستاخی کی اس کی تفصیل "صحیح بخاری"[2] میں ان الفاظ میں مذکور ہے:

حدثنا محمد بن الحسين بن ابراهيم ثنا حسين بن محمد ثنا جرير عن محمد عن انس بن مالك قال أتي عبيد الله بن زياد برأس الحسينؓ فجعل في طست فجعل ينكت وقال في حسنه شيئا فقال أنس كان أشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم وكان مخضوبا بالوسمة۔

محمد بن سیرین حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک طشت میں رکھ کر پیش کیا گیا تو وہ مردود چھڑی سے اس کو چھیڑتا رہا اور آپ کے حسن کے بارے میں بدزبانی کی۔ اس پر حضرت انسؓ نے فرمایا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر اس وقت وسمہ کا خضاب تھا۔

اور جامع ترمذی میں یہ روایت ان الفاظ سے آئی ہے۔

حدثنا خلاد بن اسلم البغدادي

حفصہ بنت سیرین کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت انس

---

[1] تاریخ صغیر ص ۸۸

[2] صحیح بخاری ج ۱ - ص ۵۳۰

عن النضر بن شميل نا هشام بن حسان عن حفصة بنت سيرين قالت ثنا انس بن مالك قال كنت عند ابن زياد فجيء برأس الحسين فجعل يقول بقضيب في أنفه ويقول ما رأيت مثل هذا حسناً لم يذكر قال قلت اما انه كان اشبههم برسول الله صلى الله عليه وسلم۔ هذا حديث حسن صحيح غريب۔ [1]

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا اتنے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے لایا گیا تو وہ چھڑی سے آپ کی ناک کو چھیڑ کر (طور حسن) کہنے لگا میں نے تو ایسا حسین ہی نہیں دیکھا پھر اس کے حسن کا کیوں چرچا ہے میں نے کہا خبردار! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی مشابہ تھے۔

عمر بن سعد کا حشر

عمر بن سعد کا جو حشر ہوا وہ بھی تاریخ طبری کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے کہ وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد ہی قتل کر دیا گیا اور پھر اس کی لاش کو آگ میں جلا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۶۶ھ کا ہے۔

ابن زیاد کے سر کے ساتھ کیا عبرتناک معاملہ ہوا

اور ۶۷ھ میں بروز عاشورا ہی ابن زیاد بدنہاد بھی ابراہیم بن الاشتر کے ہاتھ سے مارا گیا اور اسی قصر میں جہاں ۶۱ھ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا اس کا سر نامبارک بھی رکھا گیا پھر اس کے سر پر جو گذری وہ سننے کے لائق ہے امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں :

عن عمارة بن عمير قال لما جيء برأس عبيد الله بن زياد واصحابه نضدت في المسجد في الرحبة فانتهيت اليهم وهم يقولون قد جاءت قد جاءت

عمارہ بن عمیر کا بیان ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے سب ساتھیوں کے سر لاکر کوفہ کی مسجد میں بالترتیب رکھے گئے تو میں بھی وہاں پہنچا اس وقت لوگوں کی زبان پر تھا وہ آیا وہ آیا

---

[1] ج ۲ ص ۲۱۹

فاذا حية قد جاءت تخلل الرؤس حتى دخلت في منخري عبيد الله بن زياد فمكثت هنيهة ثم خرجت فذهبت حتى تغيبت ثم قالوا قد جاءت قد جاءت ففعلت ذلك مرتين او ثلاثا۔ هذا حديث حسن صحيح [1]

دیکھا تو ایک سانپ سروں میں سے گھستا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا پھر ذرا دیر رہ کر باہر غائب ہو گیا اب پھر لوگوں نے کہنا شروع کیا وہ آیا وہ آیا۔ غرض اس سانپ نے دو تین بار ایسا ہی کیا۔

یزید کا دنیا سے ناکام و نامراد جانا

اور یزید کا جو حشر ہوا وہ حافظ ابن کثیر کے الفاظ میں یہ ہے :

وقد أخطأ يزيد خطأ فاحشاً في قوله لمسلم بن عقبة أن يبيح المدينة ثلاثة أيام وهذا خطأ كبير فاحش مع ما انضم إلى ذلك من قتل خلق من الصحابة وابنائهم وقد تقدم أنه قتل الحسين وأصحابه على يدي عبيد الله بن زياد وقد وقع في هذه الثلاثة أيام من المفاسد العظيمة في المدينة النبوية ما لا يحد ولا يوصف مما لا يعلمه إلا الله عز وجل

یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ کہہ کر کہ وہ تین دن تک مدینہ نبوی میں قتل و غارت گری جاری رکھے بڑی خطاء فاحش کی۔ یہ بڑی سخت اور فحش غلطی ہے اور اس کے ساتھ صحابہ اور صحابہ زادوں کی ایک خلقت کا قتل عام اور شامل ہو گیا۔ اور سابق میں گزر چکا کہ حضرت حسین اور ان کے اصحاب عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کر ڈالے گئے۔ مدینہ منورہ میں ان تین دنوں میں ، وہ مفاسد عظیمہ واقع ہوئے کہ جو حد و حساب سے باہر ہیں اور بیان کیے ہی نہیں جا سکتے۔ بس اللہ عزوجل ہی کو ان کا علم ہے۔ یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر یہ چاہا تھا کہ اس کی سلطنت و اقتدار کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس سے

---

[1] ج ۲ ص ۲۱۹

وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطيد سلطانه و ملكه و دوام ايامه من غير منازع فعاقبه الله بنقيض قصده وحال بينه وبين ما يشتهيه فقصمه الله قاصم الجبابرة و اخذه اخذ عزيز مقتدر [1] وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ [2]

ایام حکمرانی کو بلا نزاع دوام حاصل ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف مراد اس کو سزا دی اور اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان آڑے آگیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے جو سب ظالموں کی کمر توڑ دیتا ہے اس کی بھی کمر توڑ کر رکھ دی اور اسے اسی طرح دھر پکڑا جس طرح کہ غالب اور باقتدار پکڑا کرتا ہے اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جبکہ وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں بے شک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی)

ان کی نسل کا منقطع ہو جانا

اور خواجہ محمد پارسا محدث نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ "فصل الخطاب" میں فرماتے ہیں:

روز طف باقی نماند از اولاد وے مگر زین العابدینؓ۔ پس حق تعالیٰ از صلب وے آنقدر کہ خواست از اہل بیت نبوت بیرون آورد و در شرق و غرب منتشر گردانید چنانچہ ہیچ ناحیہ و ہیچ شہرے از وجود شان خالی نیست و نباشد و از یزید و اخلاف وی یک تن نگذاشت کہ خانہ آبادان کند و آتش افروزد واللہ تعالیٰ راست ترین گویندہ گان است بہ حبیب خود کہ فرمود اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ٥

کربلا کے دن حضرت حسینؓ کی اولاد نرینہ میں بجز حضرت زین العابدینؓ کے کوئی مرد باقی نہ بچا پھر حق تعالیٰ نے آپ کی پشت سے خانوادۂ نبوت کے جتنے افراد کو بھی پیدا کرنا چاہا پیدا فرمایا اور ان کو شرق و غرب میں پھیلا دیا چنانچہ کوئی نواح اور کوئی شہر ایسا نہیں کہ جو ان حضرات کے وجود سے خالی ہو اور نہ کبھی خالی ہوگا اور یزید اور اس کی نسل سے ایک شخص کو بھی تو باقی نہ چھوڑا کہ جو گھر کو آباد رکھے اور اس میں دیا جلا سکے (نہ کوئی نام لیوا رہا نہ پانی دیوا) اور اللہ تعالیٰ سب سے سچا ہے کہ جس نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا دم کٹا۔

---

[1] ج ۸۔ ص ۲۲۲

[2] سورہ ہود آیت ۱۰۲/۱۱

یہ صحیح نہیں کہ آخیر وقت میں حضرت حسینؓ یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے

اور ہمارے نزدیک یہ بات بھی محل نظر ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخیر وقت میں عمر بن سعد کے سامنے جو تین شرطیں رکھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ مجھے دمشق بھیج دیا جائے تاکہ میں اپنے ابن عم (چچازاد بھائی) امیر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر معاملہ اس طرح طے کرلوں جس طرح میرے بھائی حسنؓ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ کیا تھا۔ سائل نے فاضع یدی فی یدہ کے الفاظ تو نقل کیے بقیہ الفاظ تاریخ کی کس کتاب میں منقول ہیں۔

اس پر درایت کے اعتبار سے تفصیلی بحث

یہاں سب سے پہلے غور طلب بات یہ ہے کہ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے کسی دور میں بھی یزید کی خلافت منعقد ہونے پر اپنی رضامندی ظاہر کی؟

سب سے پہلے جب یزید کی ولیعہدی کی تقریب عمل میں آئی تو کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ولی عہدی کی بیعت کی اور اس کو درست بتایا؟ پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر یزید کے عامل مدینہ ولید بن عتبہ نے آپ سے بیعت کا سوال کیا تو کیا آپ نے اس مطالبہ کو منظور فرمایا؟ کیا آپ نے مدینہ طیبہ کو صرف اسی بنا پر خیرباد نہیں کہا کہ یزید کے مقرر کردہ عامل مدینہ کی طرف سے اس سلسلہ میں آپ پر ناجائز دباؤ ڈالا جا رہا تھا؟ کیا آپ اسی وجہ سے وہاں سے چل کر حرم کہ میں نہیں آگئے تھے؟ حرم مکہ میں بھی آپ نے یزید کی بیعت پر کبھی یک لمحے کے لیے بھی اظہار رضامندی کیا تھا؟ پھر آخیر وقت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت پر کس طرح راضی ہو سکتے تھے جبکہ وہ اس بیعت کو بیعت ضلالت بھی سمجھتے تھے چنانچہ حافظ ابن حزم ظاہری "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" میں رقمطراز ہیں:

إذ رأى أنها بيعة ضلالة [2]

حضرت کی رائے یہ تھی کہ اس کی بیعت بیعت ضلالت ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو "الفرع النامی من الاصل السامی" نواب صدیق حسن خاں۔ ص ۱۰۰۔ فیض عام کانپور

[2] ج ۴۔ ص ۱۰۵

آپ کا آخری خطبہ جو آپ نے میدان کربلا میں دیا، آپ کے موقف کو صاف صاف بتارہا ہے یہ خطبہ احیاء العلوم امام غزالیؒ کے حوالے سے نقل کیا جاچکا۔ حضرت ابن عباس کا وہ خط بھی پڑھ لیجئے جو آپ نے یزید کے نام لکھا تھا اور جو سابق میں تاریخ الکامل ابن اثیر کے حوالے سے ہم نقل کرچکے ہیں ان میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کرکے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے راضی ہوگئے تھے حالانکہ یہ دونوں مواقع ایسے تھے کہ جہاں ایسی اہم بات کا ذکر ضروری تھا۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء یا حضرات انصار مدینہ میں سے کسی ایک فرد نے بھی جب سے وہ یزید کے خلاف کھڑے ہوئے کبھی اپنے موقف سے رجوع کیا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے۔ حضرت تو عزم و ہمت اور عزیمت کے اعتبار سے ان سب حضرات سے برتر اور بڑھ کر تھے۔ اور کمالات و فضائل کے اعتبار سے اپنے تمام معاصرین میں اس وقت کوئی ان کا ہمسر نہ تھا وہ بھلا کس طرح اپنے صحیح موقف سے رجوع فرماسکتے تھے وجہ یہ ہے کہ ان حضرات صحابہ و تابعین کے نزدیک یزید کی شخصیت ناپسندیدہ تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں

إنما أنكر من الصحابة رضي الله تعالى عنهم ومن التابعين بيعة يزيد بن معاوية والوليد وسليمان لأنهم كانوا غير مرضيين[1]

صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ، ولید اور سلیمان کی بیعت سے انکار فرمایا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ شخصیتیں تھیں۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ یزید نے اپنی حرکات سے توبہ کی، نہ ان حضرات میں سے کسی نے اس سے بیعت کا ارادہ فرمایا۔ بہرحال اگر اہل سنت کی کتابوں میں یہ روایت حاضرین واقعہ سے بسند صحیح مذکور ہو تو ضرور پیش کی جائے ہم بعد شکریہ اس تحقیق کو قبول کریں گے۔

---

[1] الفصل ج ۴، ص ۱۶۹ طبع مصر ۱۳۲۱ھ

حضرت حسینؓ کا شمار نجباء صحابہ میں ہے

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اعلیٰ طبقے میں ہے جن کو حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے "نجباء" (خاص برگزیدہ اصحاب) اور "رقباء" (جو آپ کے احوال کے نگراں ہوں) میں داخل فرمایا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے:

عن علي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن لكل نبي سبعة نجباء ورقباء وأعطيت أنا أربعة عشر قلنا من هم؟ قال أنا وابناي وجعفر وحمزة وأبوبكر وعمر ومصعب بن عمير وبلال وسلمان وعمار وعبدالله بن مسعود وأبوذر والمقداد[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے سات نجباء اور رقباء ہوئے ہیں اور مجھے حق تعالیٰ نے چودہ عنایت فرمائے ہیں ہم نے عرض کیا یہ کون کون حضرات ہیں آپ نے فرمایا میں (یعنی حضرت علی) اور میرے دونوں بیٹے (حسن و حسین) جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

"نجیب" کے معنی برگزیدہ اور "رقیب" کے معنی نگران احوال کے ہیں، شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات" میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ازیں معلوم میشود کہ دریں چہاردہ بحسب نجابت و رقابت خصوصیتے ہست کہ در دیگراں نیست۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چودہ کے چودہ بزرگوں کو نجابت و رقابت کے اعتبار سے وہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔

---

[1] رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۸۰ ج ۲

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ علی و حسین اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے۔

اب غور فرمائیے کہ جو حضرات شرفِ صحابیت سے ممتاز ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات کے نگراں ہوں ان کے مزاج شناسِ نبوت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کا جو اقدام بھی ایسے مواقع پر ہوگا وہ جادۂ شریعت سے ذرا بھی ادھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے وقت میں مخالفین کے ساتھ جنگ و صلح کا جو اقدام بھی کیا وہ امت کے عین مفاد میں تھا اور تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف بالکل صحیح تھا۔ چنانچہ علامہ عبدالحی بن عماد حنبلی رحمہ اللہ "شذرات الذہب" میں لکھتے ہیں

والعلماء مجمعون على تصويب قتال علي لمخالفيه لأنه الإمام الحق ونقل الاتفاق أيضا على تحسين خروج الحسين على يزيد وخروج ابن الزبير وأهل الحرمين على بني أمية وخروج ابن الأشعث ومن معه من كبار التابعين وخيار المسلمين على الحجاج ثم الجمهور رأوا جواز الخروج على من كان مثل يزيد والحجاج ومنهم من جوز الخروج على كل ظالم[1]	اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مخالفین سے قتال کرنے میں حق پر تھے کیونکہ آپ خلیفہ برحق تھے۔ نیز اس پر بھی اتفاق منقول ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خروج یزید کے خلاف اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اہل حرمین کا بنی امیہ کے خلاف اور ابن الاشعث اور ان کے ساتھ کبار تابعین اور بزرگانِ مسلمین کا خروج حجاج کے خلاف مستحسن تھا۔ پھر جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ یزید اور حجاج جیسے (ظالم اور فاسق) حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا جائز ہے اور بعض حضرات کا مذہب تو یہ ہے کہ ہر ظالم کے خلاف خروج کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] ج ۱ ص ۶۸ طبع مصر ۱۳۵۰ھ

حسین اگر یزید کی بیعت پر راضی تھے تو پھر بیعت کیوں نہ کی؟

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت پر آخر وقت میں راضی ہو گئے تھے تو پھر ان کو عمر بن سعد یا عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لینے سے آخر کونسا امر مانع تھا کیا وہ بھی (نعوذ باللہ) حُبِّ جاہ میں گرفتار تھے کہ صرف بادشاہِ وقت ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اس کے عمال کے ہاتھ پر بیعت کرنا ان کی کسرِ شان ہے اسی طرح ایسی صورت میں خود یزیدی عمال کو انہیں دمشق پہنچانے میں، آخر کیا عذر تھا؟ اور جب یہ اطاعت کے لیے تیار تھے تو پھر انہیں ناحق قتل کرنے سے کیا فائدہ تھا؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بیعت پر آمادہ تھے مگر عبید اللہ بن زیاد نے زبردستی آپ کو قتل کر دیا تو سوال یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد کو آخر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی کونسی ذاتی عداوت تھی جس نے ان لوگوں کو آپ کے قتل پر مجبور کیا تھا؟

اور اگر یہ لوگ اس قدر خود سر تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت پر آمادہ تھے مگر پھر بھی وہ ان کے قتل سے باز نہ رہے تو یزید کیا برائے نام خلیفہ تھا کہ جو عضوِ معطل بنا بیٹھا تھا اور جو کچھ کرتے تھے اس کے عمال بداعمال ہی کرتے تھے۔ اور اگر واقع میں یزید با اقتدار خلیفہ تھا اور اس کے منشا کے بغیر شہدائے کربلا کو قتل کیا گیا تو پھر اس نے اس بارے میں اپنے عمالِ بد سے باز پرس کیوں نہ کی؟

اتنی بحث درایت کے اعتبار سے اس روایت کے ناقابلِ قبول ہونے کے لیے کافی ہے جو مستفتی نے نقل کی ہے کہ "فاضع یدی فی یدہ" اور یہ کسی قابلِ وثوق سند سے ثابت بھی نہیں ہے۔

مزید یہ کہ اس کے برخلاف عقبہ بن سمعان کی صاف تصریح کتبِ تواریخ میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ عز الدین ابن الاثیر جزری اپنی تاریخ الکامل میں فرماتے ہیں:

وقد روي عن عقبة بن سمعان انه قال صحبت	اور بلاشبہ عقبہ بن سمعان سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

الحسين من المدينة إلى مكة ومن مكة إلى العراق ولم أفارقه حتى قتل وسمعت جميع مخاطباته الناس إلى يوم مقتله فوالله ما أعطاهم ما يتذاكر به الناس من انه يضع يده في يد يزيد[1]	مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر ساتھ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے کہیں جدا نہ ہوا۔ میں نے یوم شہادت تک آپ کی وہ تمام گفتگو سنی ہیں جو آپ نے لوگوں سے فرمائی ہیں۔ سو بخدا یہ بات آپ نے لوگوں کے سامنے رکھی ہی نہیں جس کا لوگ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیں گے اور اس سے بیعت کرلیں گے۔

یہ عقبہ بن سمعان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رباب کے غلام تھے عمر بن سعد نے غلام ہونے کے باعث ان کو زندہ چھوڑ دیا تھا۔[2]

خضری کی تحقیق ”محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ“ کے مصنف محمد خضری کی تحقیق بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں:

وليس بصحيح أنه عرض عليهم أن يضع يده في يد يزيد فلم يقبلوا منه تلك العودة وعرضوا عليه ان ينزل على حكم ابن زياد[3]	یہ بات صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدی لشکر کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ وہ بیعت کے لیے یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے لیے تیار ہیں مگر ان لوگوں نے آپ کی یہ پیش کش قبول نہ کی اور آپ کے سامنے یہ بات رکھی کہ ابن زیاد کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کریں۔

غرض یہ دعویٰ کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخیر وقت میں یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے۔ نہ درایت کے اعتبار سے صحیح ہے نہ روایت کے اعتبار سے۔ اور جو اس

---

[1] ج ۴ ص ۲۲ ۔ طبع مصر

[2] ملاحظہ ہو الکامل ج ۵ ص ۲۲

[3] ج ۵ ص ۱۲۸ ۔ طبع مصر

امر کی صحت کا مدعی ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس بارے میں صحیح سند کے ساتھ کوئی روایت پیش کرے تاکہ اس کا مدعا ثابت ہو۔

بارھواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خروج بغاوت نہیں بلکہ ایک اجتہادی سیاسی خطا تھی جس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا

اس شبہ کا جواب

یہ شبہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلوائیوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کر کے سیاسی غلطی کی تھی اور یہ خطاء آپ کی اجتہادی تھی۔ بہرحال بغاوت ہو یا ”اجتہادی سیاسی خطاء“ جب بقول مستفتی حضرت نے اپنے پہلے موقف سے رجوع فرما لیا تھا تو اب اُن کو شہید کرنے کا کیا جواز تھا؟ اور خیر حضرت کو تو خاک بدہن گستاخ بقول مستفتی شریر النفس لوگوں نے امیر یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا تھا اور اس کا سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور ان کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا مگر ان ناصبی قاتلانِ حسینؓ کو خاندانِ نبوت کا چراغ گل کرنے کے لیے کس شیطان نے کہا تھا اور انہوں نے اپنا دین و ایمان کس خبیث کے کہنے میں آ کر برباد کیا؟ اس پر مستفتی نے کچھ روشنی نہ ڈالی۔

سبائی کون تھے اور یہ ایک بھی خوب ہے کہ ”اس کا اصل سبب سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی ہے“ سبائیوں کو تو خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلایا تھا۔

صحیح بخاری میں آتا ہے کہ

أتي علي رضي الله عنه بزنادقة فأحرقهم[1]	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ زنادقہ لائے گئے آپ نے ان کو نذر آتش کر دیا۔

---

[1] ج ۲ ص ۱۰۲۳

یہ زنادقہ کون تھے ان کے بارے میں علامہ محمد بن یوسف کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ "الکوکب الدراری شرح بخاری" میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام ابو المظفر الاسفرائنی کی کتاب "التبصرہ" سے ناقل ہیں:

هم طائفة من الروافض تدعى السبائية ادعوا ان علياً اله و كان رئيسهم عبد الله بن سبا و كان أصله يهودياً[1]	یہ روافض کا وہ گروہ تھا جس کو سبائی کہا جاتا ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ حضرت علی خدا ہیں ان کا سردار عبد اللہ بن سبا تھا جو اصل میں یہودی تھا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں:

و أخبار عبد الله بن سبا شهيرة في التواريخ و ليست له رواية ولله الحمد وله أتباع يقال لهم السبائية يعتقدون إلاهية علي بن أبي طالب وقد أحرقهم عليؓ بالنار في خلافته[2]	عبد اللہ بن سبا کے واقعات تواریخ میں مشہور ہیں بحمد اللہ اس سے کوئی روایت نہیں ہے۔ اس کے متبعین کو "سبائیہ" کہا جاتا ہے یہ لوگ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کے قائل تھے۔ ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلا دیا تھا۔

اب ذرا غور فرمائیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سبائیوں کے ساتھ جو عبرت انگیز معاملہ کیا وہ سب کچھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے سامنے ہوا پھر یہ کیسی لغویات ہے کہ یہ سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے بعد بھی ان سے دھوکہ کھانے کے لیے خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو تجویز کیا جائے اس سے زیادہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور کیا غلط بیانی ہو سکتی ہے۔ ناصبی اور رافضی دونوں کا شمار خلق خدا میں بدترین جھوٹ بولنے والوں میں ہے۔

یہ افتراء ہے کہ کوئی سبائیوں نے لڑائی میں پہل کر کے صلح نہ ہونے دی	اور یہ قطعاً افتراء ہے کہ یہ "کوئی سبائیوں کی کی محض سوچی سمجھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے

---

[1] ۲۲۵ ص ۴۵ طبع مصر

[2] ج ۳ ص ۲۸۹ و ۲۹۰

صلح کو پورا نہ ہونے دیا جائے۔ جنگ میں پہل کرنے والے ناصبی تھے سبائی نہیں۔

مستفتی نے ابن زیاد اور ابن سعد کے سبائی ہونے پر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔

اس دور کے ناصبی ملحدوں نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اب یہ جھوٹا من گھڑت افسانہ تیار کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف یزید کی بیعت پر بالکل تیار ہو گئے تھے بلکہ اس سے بیعت کرنے کے لیے دمشق کی طرف بھی چل پڑے تھے اور عمر بن سعد، حر بن یزید اور شمر ذی الجوشن اپنی اپنی سپاہ کے ساتھ قافلہ حسینی کی نگرانی کے لیے ان کے ساتھ تھے جو مخدرات حرم کے احترام کی وجہ سے قافلے سے پیچھے رہتے تھے کہ اسی اثناء میں ان سبائی کوفیوں نے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ سے کربلا تک ساتھ رہے تھے ایک روز عصر کی نماز کے بعد موقع پا کر جھٹپٹے کے وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیمپ پر حملہ کر کے ان کو مع ان کے رفقاء کے ایک ایک شہید کر ڈالا۔ اور عمر، شمر اور عمر بن سعد کے دستہ فوج نے ان قاتلوں کو پکڑ پکڑ کر قتل کر دیا۔" یہ وہ افسانہ ہے جو "مجلس عثمان غنیؓ" کے ارکین نے اپنے دل سے گھڑ کر "داستان کربلا" اور "حادثہ کربلا" نامی دو کتابچوں میں لکھ کر شائع کیا ہے اور پھر ان کو بار بار طبع کرا کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا ہے حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس کا ذکر صحیح تو درکنار کسی جھوٹی اور موضوع روایت میں بھی موجود نہیں، اس سے پہلے محمود احمد عباسی نے اس سلسلہ میں یہ داستان لکھی تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے درمیان صلح کی گفتگو جاری تھی اور معاملہ باہمی طے ہونے کو تھا کہ جب مزید احتیاط کی غرض سے قافلہ حسینی سے ہتھیار لینے کا مطالبہ کیا گیا تو ان کوفیوں نے اور مسلم بن عقیل کی اولاد نے اچانک عمر بن سعد کی فوج پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس کی بنا پر عمر بن سعد کی فوج کو حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا پڑا۔ یہ دونوں باتیں محض جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ خدا تعالیٰ ان جھوٹوں کا منہ کالا کرے۔ اس جھوٹ کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو ہمارے رسالہ "شہدائے کربلا پر افتراء" کا مطالعہ کرنا چاہیے

صحابہ کی جماعت حضرت حسین کے موقف کی حامی تھی	اور یہ کہنا کہ کسی صحابی نے اس

خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا حالانکہ اس وقت خاصی تعداد صحابہ کرامؓ کی موجود تھی بالکل غلط ہے صحابہ کرام کی جو تھوڑی بہت تعداد اس وقت باقی رہ گئی تھی وہ آپ کے موقف کی حامی تھی۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ "سیر أعلام النبلاء" میں جہاں یہ لکھتے ہیں کہ "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرزدق شاعر کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت کے لیے ترغیب دے کر روانہ کیا تھا" وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں:

قلت: هذا يدل على تصويب عبد الله بن عمرو للحسين في مسيره وهو رأي ابن الزبير وجماعة من الصحابة شهدوا الحرة[1]۔

میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ کی مہم پر جانے کو صحیح سمجھتے تھے اور یہی رائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحابہ کرام کی اس جماعت کی تھی جو واقعہ حرہ میں شریک ہوئے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصریحات اس بارے میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں اور حافظ ابن کثیرؒ "البدایۃ والنہایۃ" میں لکھتے ہیں:

بل الناس إنما ميلهم إلى الحسين لأنه السيد الكبير وابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فليس على وجه الأرض يومئذ أحد يساميه ولا يساويه ولكن الدولة اليزيدية كانت كلها تناويه[2]۔

بلکہ سب لوگوں کا میلان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرف تھا کیونکہ وہ سید کبیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان دنوں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو ان کے مماثل و مساوی ہو لیکن یزیدی حکومت سب کی سب آپ کی عداوت پر تلی ہوئی تھی۔

یہاں "الناس" کا لفظ قابل غور ہے کہ جس میں یزیدی ارکان سلطنت کے علاوہ اس عہد کے سارے ہی حضرات آجاتے ہیں اس لیے یہ شبہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ رافضی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پیش کیا کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ اس وقت صحابہ کرامؓ سے بھرا ہوا تھا مگر کسی ایک صحابیؓ نے بھی اس وقت ان کا ساتھ نہ دیا۔

---

[1] ج ۳ ص ۱۲۰ - مطبوعہ مصر

[2] ج ۸ ص ۱۶۱

آخر نہایت بے کسی کی حالت میں حرم نبوی میں گھر کے اندر گھس کر ان کو قتل کر ڈالا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ معظمہ سے نکلتے وقت یہ کس کو معلوم تھا کہ اسی سفر میں آپ کو منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں شہید کر ڈالا جائے گا۔

صحابیِ رسول کا معرکۂ کربلا میں شہید ہونا

پھر بھی حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ ہی کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے ہیں چنانچہ امام بخاری "التاریخ الکبیر" میں فرماتے ہیں:

انس بن الحارث قتل مع الحسين بن علي سمع النبي صلى الله عليه وسلم[1]۔

انس بن الحارث یہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شہید ہوئے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے

احادیث کی رُو سے حضرت حسینؓ کے موقف کی صحت

حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی اس کا متن یہ ہے:

ان ابني يعني الحسين يقتل بارض يقال لها كربلا فمن شهد منكم ذلك فلينصره۔

میرا بیٹا حسین مقام کربلا میں قتل کیا جائے گا تم میں سے جو کوئی اس موقع پر موجود ہو اس کی مدد کرے۔

اسی حدیث کی بنا پر یہ صحابی معرکہ کربلا میں آپ کے ساتھ رہے۔ اس روایت کو حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایۃ والنہایۃ" میں امام بغوی کی "معجم الصحابہ" کے حوالے سے بسند نقل کیا ہے[2]۔

اس روایت سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی صحت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی اور جیسا کہ سابق میں بھی گزرا حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس امت کے "نجباء و رقباء" میں سے تھے اور اس منصب کی ذمہ داری تھی کہ امت میں جب بھی کوئی خرابی پیدا ہو وہ اس کا بر وقت تدارک کریں خواہ اس

---

[1] قسم ثانی ج ۱ ص ۳۰ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن

[2] ج ۸ ص ۱۹۹

سلسلہ میں جاہ کی قربانی دینی پڑے یا جان کی یا جان و مال دونوں کی۔ اس لیے ان تینوں بزرگوں نے اپنے اپنے وقت میں اصلاحِ امت کے سلسلہ میں جو بھی قدم اٹھایا وہ عین رضائے الٰہی اور شریعت کے مطابق تھا۔ اور حدیثِ نبوی سے ثابت ہے کہ ان ہر سہ حضرات کا جنگ و صلح کے بارے میں جو اقدام بھی ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے عین مطابق ہوگا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے:

عن زيد بن أرقم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعلي وفاطمة والحسن والحسين أنا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم[1]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرمایا "جو ان سے لڑے میری اُن سے لڑائی ہے اور جو ان سے صلح کرے میری اُن سے صلح ہے"

اور سنن ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے "باب فضائل الحسن والحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم" کے تحت ان الفاظ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي وفاطمة والحسن والحسين أنا سلم لمن سالمتم وحرب لمن حاربتم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا جس سے تم صلح کرو میری ان سے صلح ہے اور جس سے تمہاری لڑائی ہو ان سے میری لڑائی ہے۔

جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے علاوہ صحیح ابن حبان میں بھی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موجود ہے[2] اور مسند احمد میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں آئی ہے:

عن أبي هريرة قال نظر النبي صلى الله عليه وسلم إلى علي والحسن والحسين وفاطمة فقال أنا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی و حسن و حسین و فاطمہ کی طرف دیکھ کر فرمایا "جو تم سے جنگ کرے ان سے میری جنگ ہے اور جو تم سے صلح کرے ان سے میری صلح ہے"

---

[1] رواه الترمذي مشكوٰة ج ٢ ص ٥٧٠

[2] موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان" باب فضل اہل البیت

اس لیے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کو خطا کہنا بہت بڑی خطا ہے۔

اہل بیت سے جنگ کرنا باجماعِ امت مذموم ہے

اہل بیت سے جنگ کرنا ایسی مذموم حرکت ہے کہ جس کی مذمت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے

چنانچہ محدث ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح "مرقاۃ" میں لکھتے ہیں:

فضل أهل البيت وذم من حاربهم أمر مجمع عليه عند علماء أهل السنة وأكابر أئمة الأمة[2]

اہل بیت کی فضیلت اور ان سے جنگ کرنے والوں کی مذمت علماء اہل سنت اور اکابر ائمہ امت کے نزدیک متفق علیہ ہے

یزید کے بارے میں اُس کے بیٹے کی شہادت

یزید کے بارے میں سب سے بڑی شہادت خود اُس کے گھر والوں کی موجود ہے۔ حقیقی بیٹے سے زیادہ باپ کے حالات سے اور کون واقف ہو سکتا ہے اور پھر بیٹا بھی وہ جو نہایت صالح ہو۔ اب دیکھیے معاویہ بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے باپ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں۔ یزید کے یہ سعادت مند بیٹے جب متولی خلافت ہوئے تو انہوں نے برسرِ منبر اپنے باپ یزید کے بارے میں جو اظہارِ خیال کیا وہ یہ ہے:

قلد أبي الأمر وكان غير أهله ونازع ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقصف عمره وانبتر عقبه وصار في قبره رهينا بذنوبه ثم بكى وقال إن من أعظم الأمور

میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا، اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سے نزاع کی آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر رونے لگے

---

[1] مسند احمد ج ٢ ص ٤٤٢

[2] ج ١١ ص ٣٨٠

علينا علنا السوء مصرعه وبئس مقلبه وقد قتل عترة رسول الله صلى الله عليه وسلم وأباح الخمر وخرب الكعبة ولم أذق حلاوة الخلافة فلا أتقلد مرارتها فشأنكم وأمركم والله لئن كانت الدنيا خيرًا فقد نلنا منها حظًا ولئن كانت شرًا فكفى ذرية أبي سفيان ما أصابوا منها۔[1]

پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہ ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے (اور کیوں نہ ہو جبکہ) اس نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو قتل کیا، شراب کو مباح کیا، بیت اللہ کو برباد کیا اور میں نے خلافت کی حلاوت ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لیے اب تم جانو اور تمہارا کام، خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابو سفیان کی اولاد نے دنیا سے کما لیا وہ کافی ہے۔

یزید کے بارے میں ابن زیاد کی شہادت

اور یزید کے خاص الخاص شریک کار اس کے برادر عمزاد (بشرطیکہ استلحاق زیاد صحیح ہو) عبید اللہ بن زیاد کے الفاظ ملاحظہ ہوں جن کو امام اہل السنۃ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ بسند ذیل نقل فرمایا ہے:

حدثنا ابن حميد قال: حدثنا جرير عن مغيرة قال: كتب يزيد إلى ابن مرجانة أن اغز ابن الزبير فقال: لا أجمعهما للفاسق أبدًا أقتل ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأغزو البيت. قال: وكانت

یزید نے ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) کو لکھا کہ جا کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جنگ کرو تو ابن زیاد نے کہا کہ میں اس فاسق (یزید) کی خاطر دونوں برائیاں اپنے نامہ اعمال میں کبھی جمع نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکا اب خانہ کعبہ پر بھی چڑھائی کر دوں،

---

[1] الصواعق المحرقہ ص ۱۳۴ مطبوعہ مصر

أمه مرجانة امرأة صدق فقالت لعبيد الله حين قتل الحسين عليه السلام ويلك ماذا صنعت وماذا ركبت۔[1]

مغیرہ کا بیان ہے کہ مرجانہ اس کی ماں بھلی عورت تھی جب عبید اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا تو اس نے اس سے کہا تھا کہ تجھ پر افسوس تو نے یہ کیا کیا اور کیا کر ڈالا۔

یزید کا فسق اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے

اس لیے علماء اہل سنت والجماعت میں جو حضرات اکابر یزید علیہ ما یستحقہ پر لعن طعن یا اس کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں وہ بلاوجہ نہیں کرتے۔ یزید کا فسق تمام اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس بارے میں دو رائے نہیں ہیں اور کسی ناصبی کی بات اس سلسلے میں درخور اعتنا نہیں البتہ اس کی تکفیر کے بارے میں اہل سنت میں اختلاف ہے۔ امام صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی نے کیا خوب لکھا ہے:

وأما يزيد بن معاوية كان ظالمًا ولكن هل كان كافرًا تكلم الناس فيه بعضهم كفروه لما حكي عنه من أسباب الكفر وبعضهم لم يكفروه وقالوا لم يصح منه تلك الأسباب ولا حاجة بأحد إلى معرفة حاله فإن الله تعالى أغنانا عن ذلك۔[2]

رہا یزید بن معاویہ، وہ ظالم تھا لیکن آیا کافر بھی تھا یا نہیں اس بارے میں علماء میں گفتگو ہے بعض اس کو کافر بتلاتے ہیں کیونکہ اس کے بارے میں وہ باتیں کہی جاتی ہیں جو کفر کا سبب بن سکتی ہیں اور بعض اس کی تکفیر نہیں کرتے وہ کہتے ہیں یہ باتیں صحیح نہیں اور کسی کو اس کا حال معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے مستغنی فرما دیا۔

بہرحال اگرچہ احتیاط اسی میں ہے کہ حتی الوسع اس کی تکفیر سے گریز کیا جائے مگر بہرصورت اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جس کو علامہ ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ"

---

[1] تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۰۲ - ۳۰۳

[2] اصول الدین ص ۹۸۔ طبع مصر

میں بصراحت لکھا ہے :

وعلى القول بانه مسلم فهو فاسق شرير سكير جبار[1]

اور اس کو مسلمان کہنے کے باوجود (یہ حقیقت ہے) کہ وہ فاسق تھا شریر تھا نشہ کا متوالا تھا ظالم تھا

یزید کی حمایت میں اس سرگرم ہو کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استخفاف کرنا ان کی شہادت کی اہمیت کو نظر انداز کرنا اور اس کی وقعت گرانا ایسی بیہودہ حرکت ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

شہادتِ حسین پر حضور علیہ السلام کا قلق

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام اور ملک القطر (بارش کا فرشتہ) کے ذریعہ اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں ہو چکی تھی جس سے آپ کو سخت رنج و اضطراب ہوا تھا اور بعد وفات بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر آپ کے رنج و قلق اور سخت پریشانی و اضطراب کا ذکر احادیث میں وارد ہے۔ چنانچہ :

عن ام الفضل بنت الحارث أنها دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله إني رأيتُ حلماً منكرا الليلة قال وما هو؟ قالت إنه شديد قال وما هو؟ قالت رأيتُ كأنّ قطعة من جسدك قطعت ووضعت في حجري فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت خيرا تلد فاطمة ان شاء الله

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج رات ایک برا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا کیا؟ عرض کیا بہت ہی سخت ہے (بیان سے باہر ہے) آپ نے پھر فرمایا کیا دیکھا ہے؟ عرض کیا میں نے دیکھا گویا کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے تو بہت اچھا خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو فاطمہ کے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ بچہ تمہاری گود میں رہے گا

---

[1] ص ۱۳۲

غلاما يكون في حجرك فولدت فاطمة الحسين فكان في حجري كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فدخلتُ يوما على رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعته في حجره ثم كانت مني التفاتة فاذا عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تهريقان الدموع قالت فقلت يا نبي الله بأبي أنت وأمي مالك قال أتاني جبريل عليه السلام فأخبرني ان أمتي ستقتل ابني هذا فقلت هذا، قال نعم واتاني بتربة من تربته حمراء

(چنانچہ ایسا ہی ہوا) حضرت فاطمہ کے یہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی اور وہ جیسا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا میری گود میں آئے پھر ایک روز میں ان کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئی اور ان کو آپ کی آغوش میں دے دیا اسی اثنا میں میری توجہ ذرا دیر کے لیے دوسری طرف ہوئی تو (کیا دیکھتی ہوں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو رواں تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر نثار آپ کو کیا ہو گیا، فرمایا جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے کو عنقریب قتل کر دے گی میں نے عرض کیا، ان کو، فرمایا ہاں! اور مجھے ان کے مقتل کی سرخ ریت بھی لا کر دی ہے .

واضح رہے کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ اور بڑی قدیم الاسلام صحابیہ ہیں صاحب مشکوٰۃ نے "اسماء رجال المشکوٰۃ" میں لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یہ مشرف باسلام ہو گئی تھیں۔

وعن ابن عباس انه قال رأيتُ النبي صلى الله عليه وسلم فيما يرى النائمُ ذات يوم بنصف النهار

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ بال بکھرے ہوئے ہیں چہرۂ مبارک

أشعث أغبر بيده قارورة فيها دم فقلت بأبي أنت وأمي ما هذا؟ قال هذا دم الحسين وأصحابه لم أزل ألتقطه منذ اليوم فأحصى ذلك الوقت فأجد قتل ذلك الوقت۔ رواهما البيهقي في دلائل النبوة وأحمد الأخير۔[1]

غبار آلود ہے اور آپ کے دست مبارک میں ایک شیشے کی بوتل ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ کیا حالت ہے؟ یہ بوتل کیسی ہے؟ فرمایا یہ حسین اور ان کے رفقاء کا خون ہے جس کو آج دن نکلے سے سمیٹ رہا ہوں۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ اس وقت کا میں حساب لگاتا ہوں تو یہ وہی وقت تھا جس وقت ان کو شہید کیا تھا ام الفضل اور ابن عباس دونوں کی روایتوں کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے۔ اور امام احمدؒ نے اپنی "مسند" میں اخیر کی روایت نقل کی ہے۔

وعن سلمى قالت دخلتُ على أم سلمة وهي تبكي فقلتُ ما يبكيكِ؟ قالت رأيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم تعني في المنام وعلى رأسه ولحيته التراب، فقلتُ ما لك يا رسول الله؟ قال شهدتُ قتل الحسين آنفًا۔ رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب۔[2]

اور حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا وہ رو رہی تھیں میں نے عرض کیا آپ کیوں رو رہی ہیں فرمانے لگیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپ کی ریش اور سر مبارک پر خاک پڑی ہوئی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کیا ہو گیا فرمایا میں نے ابھی ابھی حسین کو قتل ہوتے دیکھا ہے اس روایت کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں نقل کیا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۷۲ ج ۲

[2] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۷۰

اب غور فرمائیں کہ احادیث کیا بتاتی ہیں مگر ناصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شماتت پر خوش اور مسرور ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طنز و طعن اور ان کا استخفاف ان کا شیوہ ہے۔

شہادتِ حسینؓ کے بارے میں ابن تیمیہؒ کا بیان

حافظ ابن تیمیہؒ نے خوب لکھا ہے

والحسين رضي الله عنه أكرمه الله تعالى بالشهادة في هذا اليوم وأهان بذلك من قتله أو أعان على قتله أو رضي بقتله، وله أسوة حسنة بمن سبقه من الشهداء فإنه وأخوه سيدا شباب أهل الجنة وكان قد تربيا في عز الإسلام لم ينالا من الهجرة والجهاد والصبر على الأذى في الله ما ناله أهل بيته، فأكرمهما الله تعالى بالشهادة تكميلاً لكرامتهما ورفعاً لدرجاتهما وقتله مصيبة عظيمة۔[1]

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق تعالیٰ نے اس دن شہادت سے معزز و مکرم فرمایا اور اس کے ذریعے جس نے بھی ان کو قتل کیا یا ان کے قتل میں اعانت کی یا ان کے قتل سے راضی ہوا اس کی اہانت فرمائی۔ حضرت تو اگلے شہداء کا اچھا نمونہ تھے کیونکہ بلاشبہ حضرت حسین اور ان کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں ان دونوں حضرات کی نشو و نما چونکہ اس عہد میں ہوئی تھی جبکہ اسلام کا غلبہ تھا اس لئے دوسرے بزرگانِ اہل بیت کی طرح ان دونوں کو ہجرت جہاد اور راہِ خدا میں اذیت پر صبر کا موقع نہ مل سکا جو ان حضرات کو ملا تھا لہٰذا حق تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کو بھی مرتبۂ شہادت پر فائز فرما کر معزز فرمایا تاکہ ان کے اعزاز و تکریم کی تکمیل ہو اور ان کے درجات بلند ہو جائیں۔ حضرت حسینؓ کی شہادت بڑی عظیم مصیبت ہے۔

حضرت حسینؓ سے حضور علیہ السلام کا محبت کرنا اور خلفاء ثلاثہ کا ان کا احترام کرنا

یہ ناصبی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا قدر کر سکتے ہیں ان کی قدر

---

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۵ ص ۵۱۱۔ مطبوعہ ریاض ۱۳۸۱ھ

و حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دل سے کوئی پوچھے۔ حافظ ابن کثیرؒ «البدایہ والنہایہ» میں فرماتے ہیں

وقد أدرك الحسين من حياة النبي صلى الله عليه وسلم خمس سنين أو نحوها وروى عنه أحاديث .... وسنذكر ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكرمهما به وما كان يظهر محبتهما والحنو عليهما والمقصود أن الحسين عاصر رسول الله صلى الله عليه وسلم وصحبه إلى أن توفي وهو عنه راض ولكنه كان صغيرا ثم كان الصديق يكرمه ويعظمه وكذلك عمر وعثمان وصحب أباه وروى عنه وكان معه في مغازيه كلها في الجمل وصفين وكان معظما موقرا ولم يزل في طاعة

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے پانچ سال یا اس کے لگ بھگ پائے اور آپ سے حدیثیں روایت کیں..... اور ہم عنقریب ذکر کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں بھائیوں کی کس طرح عزت افزائی فرمایا کرتے تھے اور ان دونوں کے بارے میں کس قدر محبت و شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ اور مقصود تو یہ بتانا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ مبارک پایا تھا اور وفاتِ نبوی تک آپ کی صحبت اٹھائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی تو اس وقت آپ حضرت حسین سے خوش ہو کر گئے تھے لیکن ابھی یہ کم سن تھے پھر حضرت ابوبکر صدیق اور اسی طرح حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ان کا اکرام و تعظیم فرماتے رہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے ان سے حدیثیں بھی روایت کیں اور تمام غزواتِ حیدری میں جن میں جمل و صفین بھی شامل ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے

أبيه حتى قتل۔

یہ ہر زمانے میں معظم و موقر تھے اور برابر اپنے والد ماجد کی اطاعت میں سرگرم رہے تاآنکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شہادت پائی۔

اس لیے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں وقعت دینا حد درجہ گستاخی و خیرہ چشمی ہے اور اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ سنت کو اس فتنے سے محفوظ رکھے آمین۔

یاد رہے کہ یزید کی مذمت میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں بعض میں صراحت کے ساتھ اس کا نام لے کر مذمت آئی ہے اور بعض میں اس کے عہدِ نحوست عہد کی نشاندہی کی گئی ہے اور بعض میں اس کی حرکاتِ شنیعہ پر نکیر ہے اور بعض میں اس کے افعالِ قبیحہ پر لعنت کی تصریح ہے۔ ان میں سے بعض حدیثوں کا ذکر سابق میں ہو بھی چکا ہے۔ ان احادیث کی تفصیل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ مستقل رسالہ میں قلم بند کریں گے۔ واللہ الموفق۔

مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف فتویٰ کا انتساب مشکوک ہے

اور یہ جو مستفتی نے لکھا ہے کہ "اسی استفتاء کا جواب مذکورہ بالا امور کی تائید میں ۱۲ محرم ۱۳۸۰ھ میں دار العلوم کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی ماتحتی میں دیا جا چکا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

تو الحمد للہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا دار العلوم بھی موجود ہے اور وہاں کا دار الافتاء بھی، وہاں سے دریافت کیا جا سکتا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان بارہ سوالاتِ مذکورہ کی تائید و تصحیح حضرت مفتی صاحب مرحوم کے قلم سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا رسالہ "شہید کربلا" کہیں چھپا نہیں۔ چھپا ہوا موجود ہے پڑھ کر دیکھ لیجیے اس رسالہ کے مطالعہ سے ان سوالات کی تردید ہوتی ہے یا تائید؟

یزید کے بارے میں مفتی صاحبؒ کے اکابر کی تصریحات

بہرحال مفتی صاحبؒ کا انتساب علماء دیوبند کی طرف ہے وہ وطناً تلمذاً مشرباً مسلکاً دیوبندی ہیں یہ اکابر علماء دیوبند جن حضرات علماء کی طرف انتساب میں فخر محسوس کرتے ہیں ان میں شیخ اجل عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خلفِ رشید شاہ عبد العزیز صاحبؒ محدث کی تصریحات یزید کے بارے میں ان اوراق میں ناظرین کی نظر سے گزر چکی ہیں۔

یزید کے بارے میں مجدد الف ثانیؒ کی تصریحات

حضرت مجدد الف ثانیؒ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے معاصر اور شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے اکابر ہیں۔ یزید کے بارے میں ان کے "مکتوبات شریفہ" میں جو کچھ مرقوم ہے وہ یہ ہے:

یزید بے دولت از زمرہ فسقہ است، توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نکردہ اند مگر آنکہ بیقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لہب الجہنمی وامرأتہ، نہ آنکہ او شایانِ لعنت نیست اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ[1]	یزید بدنصیب فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس پر لعنت کرنے میں توقف اہل سنت کے اس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ کسی شخص معین پر اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کی تجویز نہیں کیا کرتے اِلّا یہ کہ بالیقین یہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسا کہ ابولہب جہنمی اور اس کی بیوی تھی۔ یزید پر لعنت کرنے سے توقف کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں۔ ارشاد باری ہے کہ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا میں بھی لعنت کی اور آخرت میں بھی۔

مکتوبات کے ایک دوسرے نسخے میں "از زمرۂ فسقہ" کی بجائے "از مَرَدۂ فسقہ" کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہوئے "یزید سرکش فاسقوں میں سے ہے" اور اسی مکتوب میں سائل کے اس جواب میں کہ:

اگر او مستحق لعنت است (الخ)	اگر وہ (جس کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے) مستحق لعنت ہے۔
اگر ایں سخن در باب یزید می گفت گنجائش داشت۔	اگر یہ بات یزید کے بارے میں کہی جاتی تو اس کی گنجائش تھی

اور "دفتر اول" کے مکتوب (۲۴۹) میں فرماتے ہیں:

ایں منکر قریبی یزید بے دولت	یہ فضیلت شیخین کا منکر یزید بدنصیب کا

---

[1] دفتر اول مکتوب ۲۵۱ حصہ چہارم ص ۴۰ طبع مطبع مجددی امرتسر ۱۳۴۱ھ

است کہ بواسطہ احتیاط در لعن وے توقف کردہ اند ایذائیکہ بحضرت پیغمبر از راہ ایذاء خلفائے راشدین او میرسد در رنگ ایذائے است کہ از راہ ایذائے امامین بوے میرسد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات[1]	ساتھی ہے کہ احتیاط کے خیال سے اس پر لعنت کرنے سے رکتے ہیں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذا آپ کے خلفائے راشدین کی ایذا رسانی کے سبب ہوتی ہے وہ اسی رنگ کی ایذا ہے کہ جو حضرات امامین حسنینؓ کی ایذا رسانی کی بنا پر آپ کو ہوتی ہے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

بحر العلوم کی تصریح یزید کے بارے میں

اور علامہ بحر العلوم لکھنوی علیہ الرحمۃ "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں ارقام فرماتے ہیں:

و یزید ابنہ مع انہ کان من أخبث الفساق وکان بعیدًا بمراحل من الامامۃ بل الشك فی ایمانہ خذلہ اللہ تعالیٰ۔ والصنیعات التی صنعہا معروفۃ من انواع الخباثت[2]	اور ان کا بیٹا یزید اگرچہ فاسقوں میں بڑا خبیث تھا اور منصبِ خلافت سے بمراحل (کوسوں) دور تھا بلکہ اس کے تو ایمان میں بھی شک ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھلا نہ کرے اور جو طرح طرح کی خبیث حرکتیں اس نے کی ہیں سب جانی پہچانی ہیں۔

اور حضرت سید احمد صاحب شہید بریلویؒ اپنے "مکتوبات" میں فرماتے ہیں

رفیق من از جنود حسین بن علی است ورفیق مخالف من از زمرۂ یزید شقی[3]	میرا رفیق حضرت حسین بن علیؓ کی سپاہ میں داخل ہے اور میرے مخالف کا رفیق یزید شقی کے زمرہ میں۔

---

[1] حصہ چہارم ص ۱۳۰ ۔ [2] ج ۲ ص ۲۲۳ طبع مصر ۱۳۲۴ھ

[3] ملاحظہ ہو مکتوبات سید احمد شہیدؒ ص ۱۳۹ شائع کردہ کتب خانہ رشیدیہ لاہور۔

اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں،

بلا ریب مشارک ما یا غازی است	بلا شبہ ہمارا شریک یا غازی ہے
یا شہید و مقابل ما یاں ابوجہل است	یا شہید اور ہمارا مقابل ابوجہل
یا یزید[1]	ہے یا یزید۔

ہندوستان کے اکابر علما جب یزید کا نام لیتے ہیں تو اس کے نام کے ساتھ پلید کا لفظ بڑھا دیتے ہیں۔ یا یوں لکھتے ہیں: "یزید علیہ ما ہو اہلہ"[2] یا "یزید علیہ ما یستحقہ"[3] اور یزید بن معاویہ علیہ من اللہ ما یستحقہ[4] یعنی یزید کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے یوں لکھا کرتے ہیں کہ یزید جس معاملہ کا مستحق ہے اس کے ساتھ وہی معاملہ ہو۔

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے مرشد و شیخ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے فتاویٰ یزید کے بارے میں "امداد الفتاویٰ" میں طبع شدہ موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جائے وہ یزید کو فاسق ہی بتاتے ہیں[5]۔

غیر مقلد مفتیوں کے فتویٰ کی تنقیح

مطبوعہ استفتاء، جو "بشارت مغفرت کے امین حضرت یزید بن معاویہؓ سے متعلق ایک اہم استفتاء اور اس کا جواب" کے نام سے شائع ہوا ہے اس میں مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے فتویٰ کے بعد غیر مقلدین کے دو مفتیوں کا فتویٰ بھی یزید کے بارے میں ان الفاظ میں درج ہے۔

---

[1] ورق ۱۵۱۔ ان دونوں حوالوں کے بارے میں ہم مولانا سید لعل شاہ بخاری عم فیوضہم کے ممنون ہیں۔ [2] تیسیر القاری ج ۷ ص ۲۹۹ [3] تیسیر القاری ج ۸ ص ۱۵۶۔ [4] تاج العروس، مادہ حمر [5] ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۶۵

"الجواب۔ امیر یزید علیہ الرحمۃ کے متعلق علاوہ تاریخی حوالجات کے صحیح بخاری کی حدیث مذکورہ سوال بین طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر دال ہے۔ پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور فرمائیں اور ہم یزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس میں کفر کی وجہ نہ ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پیشگوئی میں اس کو مغفور فرمائیں یہ کافر فاسق دغا جو کہنے والا خود اس کا مستحق بن رہا ہے۔ ایسے خیالات و نظریات بابت یزید علیہ الرحمۃ رکھنے والے کے پیچھے نماز کی ممانعت کہاں؟ واللہ اعلم بالصواب۔"

مفتیانِ بالا کی رائے صحیح ہے

ابو الفضل عبد الحنان

۵۳۱ھ

مولانا
محمد یوسف خاں
سعی پاکستان کراچی
کلکتہ والے

نواب صدیق حسن خاں کا فیصلہ یزید کے بارے میں

صحیح بخاری کی حدیث پر تفصیلی بحث گذر چکی، اور ان دونوں مفتیوں کا غیر مقلدین میں جو مقام ہے وہ جانیں، ہندوستان میں نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم سے بڑھ کر اہل حدیث میں کوئی کثیر التصانیف نہیں گزرا۔ ان کا جو فیصلہ یزید کے بارے میں ہے وہ ہم اُن کی کتاب "بغیۃ الرائد فی شرح العقائد" سے جو "عقائد نسفیہ" کی شرح ہے، پیش کئے دیتے ہیں۔ اور چونکہ اس کتاب کا تعلق علم عقائد سے ہے اس لئے اہل حدیث حضرات کو یزید کے بارے میں جو عقیدہ رکھنا چاہئے

نواب صاحب اسی کو بیان کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

وبعضے براہ غلو و افراط در شان وے روند و گویند امارت او باتفاق مسلمانان شد و طاعت وے بر امام حسین رضی اللہ عنہ واجب بود، و بخدا پناہ ازیں قول و اعتقاد کہ وے با وجود امام حسین امام و امیر شود، و اتفاق مسلمانان کجا است، جمعے از صحابہ و اولاد ایشان کہ در زمان آں پلید بودند انکارش کردند و از طاعت او بیروں رفتند، و بعضے از اہل مدینہ بعد دریافت حال خلع بیعت کردند۔

اور بعض لوگ یزید کے بارے میں غلو و افراط کا راستہ اختیار کر کے کہتے ہیں کہ اس کو تو مسلمانوں نے بالاتفاق امیر بنایا تھا لہذا اس کی اطاعت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر واجب تھی، اس بات کے زبان سے نکالنے اور اس پر اعتقاد رکھنے سے اللہ کی پناہ کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے امام اور امیر ہو اور مسلمانوں کا اتفاق کیسا۔ صحابہ کی ایک جماعت اور ان کی اولاد کہ جو اس پلید کے زمانہ میں تھی ان سب نے اس کا انکار کیا اور اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے۔ اور اہل مدینہ کے بعض حضرات کو جب اس کے حال کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کی بیعت توڑ ڈالی۔

و وے تارک صلوٰۃ و شارب خمر و زانی و فاسق و مستحل محارم بود، و بعضے بروے اطلاق لعن کردہ مثل امام احمد و امثال ایشان، و ابن جوزی لعن وے از سلف نقل نمودہ زیرا کہ وے وقت امر بقتل حسین کافر شد و کسے کہ قتل

اور وہ تو تارک صلوٰۃ، شرابخوار، زانی، فاسق اور محرمات کا حلال کرنے والا تھا۔ اور بعض علماء جیسے کہ امام احمد اور ان جیسے دوسرے لوگ ہیں اس پر لعنت کو روا رکھتے ہیں حافظ ابن جوزی نے سلف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کیا ہے کیونکہ جس وقت اس نے حضرت حسین کے قتل کا حکم دیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے بھی حضرت حسین کو قتل کیا

وے کردہ یا امر بداں نمودہ بر جواز لعن وے اتفاق کردہ اند تفتازانی گفتہ حق آنست کہ رضائے یزید بقتل حسین و استبشار وے بداں و اہانت نمودن اہل بیت متواتر المعنی است اگرچہ تفاصیل آحاد باشد فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ و اعوانہ انتہی و بالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد اکثر مردم و کارہائے کہ آں بے سعادت دریں امت کردہ از دست ہیچ کس ہرگز نیاید۔

یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا اس پر لعنت کے جواز پر اتفاق ہے۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ قتل حسین پر یزید کی رضامندی اور اس پر اس کا خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا متواتر المعنی ہے گو اس کی تفصیلات کا ثبوت اخبار احاد سے ہو لہذا ہم اس کے بارے میں تو کیا اس کے ایمان کے بارے میں بھی توقف سے کام نہیں لیتے اللہ تعالیٰ کی اس پر بھی لعنت ہو اور اس کے یاروں کی اعوان و انصار پر بھی۔ (تفتازانی کا کلام یہاں ختم ہو گیا) بہر حال وہ اکثر لوگوں کے نزدیک انسانوں میں سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اور جو برے کام اس منحوس نے اس امت کے اندر کیے ہیں وہ ہرگز کسی کے ہاتھوں نہیں ہو سکتے۔

بعد قتل امام حسین لشکر بتخریب مدینہ منورہ فرستادہ و بقیہ صحابہ و تابعین را امر بقتل کردہ و با محاصرہ حرم مکہ و قتل عبداللہ بن الزبیر پرداخت و ہم دریں حالت ناپسندیدہ از دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع او کجا

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے بعد اس نے مدینہ منورہ کی تخریب کے لیے لشکر بھیجا اور جو صحابہ و تابعین وہاں باقی رہ گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر حرم مکہ کی حرمت کو پامال کر کے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کرنے کے درپے ہو گیا۔ اور اسی ناپسندیدہ حالت میں دنیا سے چل بسا اب اس کے توبہ کرنے اور پلٹنے کا

امت[1]	احتمال ہی کہاں رہا۔

علامہ مقبلی کی رائے یزید کے بارے میں

اور علامہ صالح بن مہدی مقبلی کوکبانی نزیل مکہ جن کے مجتہد ہونے کی قاضی شوکانی نے "البدر الطالع" میں تصریح کی ہے اپنی کتاب "العلم الشامخ فی تفضیل الحق علی الآباء والمشائخ" میں رقمطراز ہیں۔

واعجب من ذلك من يحسن ليزيد المريد[2] الذي فعل بخيار الامة ما فعل، وهتك مدينة الرسول صلى الله عليه وآله وسلم وقتل الحسين السبط واهل بيته وهتكهم وفعل مالو استمكن من مثل فعله من هو من النصارى ما كان ارفق منه	اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید سرکش[3] کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے۔ (یہ یزید وہی ہے) جس نے بزرگانِ امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ کیا مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو خاک میں ملایا سبط پیمبر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو شہید کیا اور ان کی بے حرمتی کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنانِ اسلام نصاریٰ کا بھی ان پر قابو چلتا تو شاید ان کا برتاؤ بھی ان حضرات کے ساتھ اس سے نرم ہی ہوتا۔
ومن جملة المحسنين له حجة الاسلام الغزالي ولكنه في تصرفاته كلها كحاطب	اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں حجۃ الاسلام غزالی بھی ہیں۔ لیکن وہ اپنی تمام کارگزاری میں حاطب اللیل رات کے اندھیرے میں

---

[1] ص ۹۳ - طبع مطبع علوی لکھنؤ ۱۲۸۸ھ

[2] مطبوعہ نسخہ میں المرید کے بجائے المرتد ہے۔ [3] "مرید" کے معنی سرکش کے ہیں۔

ليل يجمع في حطبه الحية والعقرب ولا يدري.	لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہیں کہ جو اپنی لکڑیوں میں سانپ بچھو بھی جمع کر لیتا ہے اور اسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔
وما يهون صنع يزيد الا مخذول ادركته الشقاوة في مشاركته بطواعيه المرويات فيالله والتفريط والافراط، ولكن الصبر عنهما كالقبض على الجمر سيما مع تراكم الجهل كزمننا هذا، اسأل الله العافية والسلامة آمين	اور یزید کی حرکت کو وہی معمولی سمجھے گا جو توفیق الٰہی سے محروم ہو اور جس کو شقاوت نے گھیر لیا ہو اس طرح وہ بھی اس کے ہلاک کوشوں میں اس کا شریک بن گیا۔ لہٰذا ہمیں تفریط و افراط سے بچنا چاہیئے۔ لیکن اس سلسلہ میں صبر سے کام لینا ایسا ہی ہے جیسے انگارے کو مٹھی میں پکڑ لینا خصوصاً جبکہ جہالت امنڈی چلی آ رہی ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی کے خواہاں ہیں۔ آمین
ومن غريب الفقه ما ذكره ابن حجر الهيتمي في صواعقه أنه لا يجوز لعن يزيد وان كان يجوز بالاجماع لعن من شرب الخمر ومن قطع الارحام ومن هتك مدينة الرسول صلى الله عليه وسلم ومن قتل الحسين او امر بقتله او رضي بقتله. قال واما يزيد	اور فقہ کا نرالا مسئلہ جس کو ابن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں بیان کیا ہے یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں اگرچہ بالاجماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے جو میخوار ہو اور جو قطع رحمی کا مرتکب ہو اور جو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال کرے۔ اور جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم دے یا ان کے قتل سے راضی ہو فرماتے ہیں۔ لیکن خود یزید پر لعنت نہیں

بموت فلان ان كان قد فعل هذه الاشياء فهو فاسق قطعًا . ويجب في نفسهم نحو كلامه اعني انه لا يجوز لعن المعين في كليته فيقال لهم قياس الدلالة على نفعكم هذا ان لا يجوز شارب الخمر المعين والزاني المعين الغير وذلك في جميع احكام الشريعة لان الطريقة واحدة قطعًا ؟ ايضًا مسلككم ان هذا الشكل الاول هو ضروري خالف فيه فاي برهان يقام بعده وصورته :

هذا اليزيد شرب الخمر وشارب الخمر ملعون هذا اليزيد ملعون .

ولو قال اليافعي تعالى بذلك من باب قوله صلى الله عليه وآله وسلم "ليس المؤمن باللعان" لكان فيه مندوحة للمتقين . والله اعلم (ص ۲۰۰ طبع مصر ۱۳۲۲ھ)

کر سکتے ۔ اگر چہ اس نے ان تمام امور کا ارتکاب کیا تھا اور وہ قطعاً فاسق تھا اور جیسا کہ ان کا بیان ہے ایسا ہی ان کی نفر میں پاتے ہیں کہ کسی معین شخص پر لعنت کرنا روا نہیں یہاں کلیہ ہے ۔ تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ تمہاری اس نفر میں تو قیاس الدلالۃ کی بنا پر یوں ہونا چاہیے تھا کہ نہ کسی معین شرابخور پر حد لگائی اور نہ کسی معین زانی پر ، اور اسی طرح اور سارے احکام شرعیہ میں بھی یہی ہونا چاہیے تھا ، کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے ۔

اور اس صورت میں تمہاری منطق بھی ہوا میں اڑ گئی ، کیونکہ تم تو منطق کی اس شکل اول کی بھی جو بدیہی الانتاج ہے مخالفت کر رہے ہو ۔ لہٰذا اب اس کے بعد اور کون سی دلیل تمہارے سامنے ٹھہر سکتی ہے کیونکہ قیاس کی شکل اول کی صورت یہ ہے (۱) یہ یزید جس نے شراب پی ہے اور (۲) شراب کا پینے والا ملعون ہے ۔ (۳) لہٰذا یہ یزید ملعون ہے ۔

ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کرنے سے اس لئے بچنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "مومن لعنت کا ڈھیر نہیں لگایا کرتا" تو بیشک اس صورت میں اہل تقویٰ کے لئے اس سے بچنے کی گنجائش ہوتی ۔ واللہ اعلم

اب نواب صدیق حسن خان اور علامہ مقبل کے مقابلہ میں ان دونوں نام نہاد غیر معروف مفتیوں کے فتویٰ کی جو وقعت ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔

یزید کی طہارت و مغفرت کی بحث

اور "صحیح بخاری" کی اس حدیث کے بارے میں جو استفتاء میں مذکور ہے ان غیر معقول مفتیوں کا یہ کہنا کہ

> "حدیث مذکورہ در سوال بیّن طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر دال ہے، پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مغفور فرمائیں اور ہم یزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں"

اور پھر مکرر اس بات پر زور دینا اور یہ کہے جانا کہ

> "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو پیش گوئی میں اس کو مغفور فرمائیں"

اور اسی طرح مولوی محمد صابر نائب مفتی کا یہ لکھنا کہ

> "امیر یزید . . . . از روئے حدیث بخاری شریف مغفور لہم میں داخل ہیں"

محض غلط ہے۔ اگر یہ لوگ خود تحقیق کرتے یا محققین اہل علم سے دریافت کرتے تو ہرگز ایسی شدید غلطی میں مبتلا نہ ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا تحقیق ایک غلط بات کو منسوب کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیتے۔

غور فرمائیے "صحیح بخاری" کی جو حدیث استفتاء میں درج ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لهم۔

میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر پر جنگ کرے گا اس کی بخشش کر دی گئی ہے۔

اس کے بارے میں پہلے سوال کے جواب میں تفصیل سے یہ بحث گزر چکی ہے کہ

یزید کی نیت جہاد کی تھی ہی نہیں وہ تو زبردستی باپ کے دباؤ کی وجہ سے غازیانِ روم میں شامل ہو گیا تھا ورنہ اسے جہاد سے کیا سروکار۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ یزید نے جیسے ہی تختِ حکومت پر قدم رکھا اپنی پہلی ہی تقریر میں بحری اور سرمائی جہاد کی معطلی کا اعلان کیا۔

یزید کا جزیرہ رودس اور جزیرۂ ارواد سے مجاہدین کو واپس بلا لینا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں ۵۳ھ میں جزیرۂ "رودس" فتح ہوا اور وہاں مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی قائم کر دی گئی۔ اس چھاؤنی کی وجہ سے بحرِ روم میں عیسائی فوجوں کی نقل و حرکت خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مجاہدینِ اسلام کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ہر وقت ان کی مدد پر کمر بستہ رہتے تھے۔ مگر ان کے نالائق بیٹے نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ان مجاہدین کو اس جزیرے سے منتقل کے فوری احکام بھیجے آخر وہ بیچارے پیچھے سے رسد اور کمک کے منقطع ہو جانے کے ڈر سے شاہی حکم کے مطابق "رودس" کو خالی کر کے اپنی زمین جائداد، کھیت اور باغات کو خیرباد کہہ کر بادلِ ناخواستہ وہاں سے چلے آئے اور یوں بغیر لڑے بھڑے مفت میں یہ مسلمانوں کا مفتوحہ جزیرہ نصاریٰ کے ہاتھ آ گیا۔[1]

اسی طرح ۵۴ھ ہجری میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ "ارواد" فتح کیا تھا وہاں بھی مسلمان سات سال تک قابض رہے مگر یزید کو وہاں بھی مسلمانوں کا قبضہ ایک آنکھ نہ بھایا اور اپنے دورِ حکومت کے پہلے ہی سال میں مسلمانوں کو وہاں سے واپسی کا حکم دے کر بلوا لیا۔[2]

ظاہر ہے کہ جب یزید نے بحری جنگ بند کر دی تھی تو وہ ان دونوں جزیروں پر

---

[1] ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ از ابن کثیر بسلسلہ واقعات وحوادث ۵۳ھ ہجری۔

[2] تاریخ طبری بضمن واقعات ۵۴ھ ہجری۔

اپنا قبضہ کیسے برقرار رکھ سکتا تھا۔

اس امر پر بھی بحث ہو چکی ہے کہ اس حدیث میں مغفرت سے "مغفرتِ عام" مراد نہیں ہے۔ کہ سارے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا پروانہ مل گیا ہو، بلکہ تمام اعمالِ صالحہ میں جہاں مغفرت کا ذکر آتا ہے وہاں بالاتفاق سابقہ گناہوں کی مغفرت مراد ہوتی ہے اور وہ بھی عام طور پر صغائر کی مغفرت، کبائر کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ بغیر توبہ کے معافی لازمی نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مشیت پر معاملہ موقوف رہتا ہے کہ وہ رب کریم چاہے تو اپنے فضل سے معاف کر دے اور چاہے تو ازراہِ عدل اس گناہ کی پاداش میں عذاب فرمائے۔

"مدینہ قیصر" سے کیا مراد ہے اس حدیث میں "مدینہ قیصر" کے جو الفاظ ہیں وہ بھی غور طلب ہیں "مدینہ قیصر" یعنی شہرِ قیصر کی تعیین کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ اس سے کونسا شہر مراد ہے۔ اس لئے اس کی تعیین میں تین شہروں کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(۱) "مدینہ قیصر" سے مراد وہ شہر ہے جہاں قیصر اس وقت مقیم تھا جبکہ زبانِ رسالت سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ یعنی "حمص" جو کہ شام کا مشہور شہر ہے۔ اور جو یزید کی پیدائش سے بہت پہلے ۱۵ھ ہجری میں عہدِ فاروقی ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ چنانچہ سابق میں گزر چکا ہے۔ کہ بعض علماء نے اس حدیث میں "مدینہ قیصر" سے "حمص" ہی کو مراد لیا ہے۔

(۲) شہر "رومہ" جو قدیم زمانہ سے قیاصرۂ روم کا دار السلطنت چلا آ رہا تھا "رومہ" پر بھی اگرچہ مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں لیکن یہ حملہ یزید کی حیات میں نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اس کے مرنے کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔

(۳) شہر "قسطنطنیہ" جو قسطنطین اعظم کا پایۂ تخت تھا۔

حدیث "مدینہ قیصر" کا مصداق سلطان محمد فاتح اب اگر "مدینہ قیصر" کو

قسطنطنیہ ہی مراد ہے پر اصرار ہے تو انصاف یہ ہے کہ اس بشارت نبوی کا مصداق یزید جیسا نہیں بلکہ سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ علیہ الرحمۃ اور ان کی افواج ظفر موج ہے۔ یہی وہ مجاہدین اسلام ہیں جن کی شمشیر خارا شگاف نے عیسائیت کے اس مرکز کو فتح کر کے اس کو قلمرو اسلامی میں داخل کیا۔ اور پھر وہ "بغداد" کے بعد صدیوں تک مسلمانوں کا دار الخلافہ رہا تا آنکہ مصطفےٰ کمال نے اپنی حماقت سے خلافت ہی کے سلسلے کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی مرکزیت اور یک جہتی کا شیرازہ منتشر ہو کر رہ گیا اور اب شاید امام مہدی کے آنے پر ہی خلافت کا دوبارہ قیام عمل میں آئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جن احادیث میں کسی غزوہ پر بشارت آتی ہے اس میں عام طور پر فتح و کامرانی ہی مراد ہوتی ہے اس لئے اس حدیث کے صحیح مصداق اگر "مدینۂ قیصر" سے "قسطنطنیہ" ہی مراد لیا جائے تو فاتحین "قسطنطنیہ" ہی ہو سکتے ہیں۔ بھلا یزید اس بشارت کا مصداق کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ وہ تو قریش کے ان شریر النفس لونڈوں میں سرفہرست ہے جن کے متعلق زبان رسالت سے پیش گوئی کی جا چکی ہے کہ امت کی تباہی ان کے ہاتھوں ہونی ہے۔

یزید قسطنطنیہ کی پہلی مہم میں شریک نہ تھا

یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ حدیث میں اول جیش من امتی (میری امت کا پہلا لشکر) کے الفاظ آئے ہیں اور یزید کے زیر کمان جو لشکر "قسطنطنیہ" کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ "قسطنطنیہ" پر حملہ آور ہونے والا پہلا لشکر قطعاً نہ تھا۔ بلکہ اس سے بہت پہلے اسلامی لشکر "قسطنطنیہ" پر جا کر جہاد کر چکے تھے۔ یزید کس سن میں "قسطنطنیہ" پر حملہ آور ہوا اس کے بارے میں اگرچہ مورخین کے بیانات مختلف ہیں لیکن ۴۹ھ ہجری سے پہلے کوئی مورخ اس واقعہ کو بیان نہیں کرتا۔ ناصبیوں کے

شیخ التاریخ محمود احمد عباسی کا بھی "خلافت معاویہ و یزید" میں یہی بیان ہے وہ لکھتے ہیں۔

"۴۹ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد قسطنطنیہ کے لئے بری اور بحری حملوں کا انتظام کیا۔ بری فوج میں شامی عرب تھے خصوصاً بنو کلب جو امیر یزید کا ننھیالی قبیلہ تھا۔ ان کے علاوہ حجازی و قریشی غازیوں کا بھی دستہ تھا۔ جس میں صحابہ کرام کی ایک جماعت شامل تھی۔ اس فوج کے امیر اور سپہ سالار امیر المومنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے۔ یہی وہ پہلا اسلامی جیش ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا اسی اسلامی فوج کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت مغفرت دی تھی" (ص ۳۰ طبع چہارم)

اگرچہ خود بدولت نے بھی اسی کتاب میں (ص ۹۰) پر امیر شکیب ارسلان کی کتاب "حاضر العالم الاسلامی" کی تعلیقات سے بحوالہ "طبقات ابن سعد" اس غزوہ کی تاریخ ۵۰ھ ہجری ہی نقل کی ہے۔ بہر حال ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ کی کسی مہم میں یزید کی شرکت ثابت نہیں ہے۔

اور کتب حدیث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ۴۹ھ ہجری سے بہت پہلے غازیان اسلام قسطنطنیہ پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ چنانچہ "سنن ابو داؤد" میں مذکور ہے۔

حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا ابن وهب عن حيوة بن شريح وابن لهيعة عن يزيد بن ابي حبيب عن اسلم ابي عمران قال غزونا من المدينة نريد

اسلم ابی عمران کا بیان ہے کہ ہم مدینہ نبوی سے جہاد کے لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے، اس وقت امیر جیش حضرت عبدالرحمن بن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ رومی فوج شہر پناہ سے

القسطنطينية وعلى الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن الوليد والروم ملصقو ظهورهم بحائط المدينة فحمل رجل على العدو فقال الناس مه مه لا إله إلا الله يلقي بيديه إلى التهلكة فقال أبو أيوب إنما أنزلت هذه الآية فينا معشر الأنصار لما نصر الله نبيه صلى الله عليه وسلم وأظهر الإسلام قلنا هلم نقيم في أموالنا ونصلحها فأنزل الله عز وجل وَأَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ فالإلقاء بالأيدي إلى التهلكة أن نقيم في أموالنا ونصلحها وندع الجهاد قال أبو عمران فلم يزل أبو أيوب يجاهد في سبيل الله عز وجل حتى دفن بالقسطنطينية

پشت لگائے مسلمانوں سے آمادہ پیکار تھی اسی اثناء میں مسلمانوں کی صفوں سے نکل کر ایک شخص نے دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ لوگ کہنے لگے "رکو رکو لا الہ الا اللہ یہ شخص تو خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے" یہ سن کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے میں اتری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرمایا تو ہم نے کہا تھا کہ اب تو ہم کو مدینہ میں رہ کر اپنے اموال کی خبرگیری اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت شریفہ نازل فرمائی وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) لہذا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تو جہاد کو چھوڑ کر ہمارا اپنے اموال کی خبرگیری اور اس کی اصلاح کے خیال سے اپنے گھر میں بیٹھ رہنا تھا۔

ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل راہ خدا میں جہاد ہی کرتے رہے تا آنکہ آپ دفن بھی قسطنطنیہ ہی میں ہوئے۔

(باب في قوله عز وجل وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ)

اور اسی غزوہ کا وہ واقعہ ہے جس کو امام ابو داؤد ہی نے "کتاب السنن" کے "باب في قتل الأسير بالنبل" میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

حدثنا سعيد بن منصور ثنا عبد الله بن وهب قال أخبرني عمرو بن الحارث عن بكير بن الأشج عن ابن تعلى قال غزونا مع عبد الرحمن بن خالد بن الوليد فأتي بأربعة أعلاج من العدو فأمر بهم فقتلوا صبرا. قال أبو داود قال لنا غير سعيد عن ابن وهب في هذا الحديث قال بالنبل صبرا فبلغ ذلك أبا أيوب الأنصاري فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن قتل الصبر فوالذي نفسي بيده لو كانت دجاجة ما صبرتها فبلغ ذلك عبد الرحمن بن خالد بن الوليد فأعتق أربع رقاب

ابن تعلی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبد الرحمن بن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جہاد میں شریک تھے (اسی مہم میں) ان کے سامنے دشمن کے چار بچے کچے شخص پیش کئے گئے جن کے قتل کرنے کا انہوں نے حکم دیا۔ اور تعمیل حکم میں ان کو باندھ کر قتل کروا ڈالا ۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاذ سعید بن منصور کے علاوہ ایک دوسرے صاحب نے ابن وہب سے اس حدیث میں یوں نقل کیا ہے کہ ان چاروں کو باندھ کر تیروں کا ہدف بنایا گیا تھا جب اس امر کی خبر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ اس طرح باندھ کر قتل کرنے سے منع فرماتے تھے پس قسم ہے اس ذات عالی کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی مرغی بھی ہو تو میں اس کو اس طرح باندھ کر نشانہ نہ بناؤں۔ پھر آپ کے اس فرمانے کی اطلاع جب حضرت عبد الرحمن بن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے اس کے کفارہ میں چار غلام آزاد کئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض محدثین نے صغار صحابہ میں ذکر کیا ہے یہ بھی اپنے والد بزرگوار حضرت سیف اللہ خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح شجاع و دلیر تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

اخرج ابن عساکر من طرق کثیرة انه کان یؤمر علی غزو الروم ایام معاویة

حافظ ابن عساکر نے بہت سی سندوں سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں ان کو روم سے جو جنگیں لڑی جاتی تھیں ان میں امیر بنایا جاتا تھا۔

امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ۴۴ھ اور ۴۶ھ کے واقعات کے ضمن میں اور حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں ۴۴ھ اور ۴۶ ہجری کے واقعات کے ذیل میں بلاد روم میں ان کی زیر امارت و سرکردگی مسلمانوں کے سرمائی جہاد کا ذکر کیا ہے افسوس ہے کہ ۴۶ ہجری ہی میں ان کو حمص میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا تھا۔ یہ اپنے غزوات و جہاد کی وجہ سے شامی مسلمانوں میں بڑے محبوب و با اثر تھے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ یزید تو ۴۹ ہجری یا اس کے بھی کئی سال بعد ۵۲ھ یا ۵۵ھ میں قسطنطنیہ کی مہم پر روانہ ہوا تھا۔ اور یہ اس سے برسوں پہلے قسطنطنیہ کی شہر پناہ پر جنگ کر چکے ہیں۔ سر دست ہم "غزوہ قسطنطنیہ" کے سلسلہ میں اسی قدر بحث پر اکتفاء کرتے ہیں۔ زندگی بخیر رہی اور حق تعالیٰ نے توفیق دی تو تفصیلی بحث اس حدیث پر ان شاء اللہ تعالیٰ آپ ہماری کتاب "یزید کی شکل و صورت حدیثوں کے آئینے میں" میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ شارح بخاری مہلب المتوفی ۴۳۵ھ مجوزین سے پہلے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ حدیث بخاری سے یزید کی منقبت نکلتی ہے۔ اندلس میں مالقہ کے قاضی تھے اور اندلس میں اس زمانہ میں خلفاء بنی امیہ کا آخری تاجدار ہشام بن محمد المعتد علی اللہ فرمانروا تھا۔ انہی کی مروت کی یہ ساری کارگزاری جیسا کہ محدث قسطلانی نے شرح بخاری میں [illegible] تصریح کی ہے بنی امیہ کی حمایت میں تھی۔

یزید کا عقیدہ و عمل دونوں خراب تھے

خلاصہ بحث یہ ہے کہ یزید علمائے اہل سنت و جماعت کی تحقیق کے مطابق عقیدہ و عمل دونوں کے اعتبار سے نہایت خراب آدمی تھا اس کے عقیدہ میں دو خرابیاں تھیں۔ (۱) ناصبیت یعنی حضرت علیؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عداوت۔ چنانچہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یزید کے بارے میں تصریح ہے کہ "از روسائے نواصب است"[1]

اور مؤرخ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:

یزید بن معاویة کان ناصبیاً فظاً غلیظاً جلفاً یتناول المسکر ویفعل المنکر، افتتح دولته بقتل الشهید الحسین رضی الله عنه واختتمها بوقعة الحرة فمقته الناس ولم یبارك فی عمره وخرج علیه غیر واحد بعد الحسین رضی الله عنه کاهل المدینة لله[2]

یزید بن معاویہ ناصبی تھا، سنگدل، بدزبان، غلیظ، جفاکار، مے نوش، بدکار، اس نے اپنی حکومت کا افتتاح حسین شہید رضی اللہ عنہ کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ (کے قتل عام) پر، اسی لیے لوگوں کی اس پر پھٹکار ہی رہی اور اس کی عمر میں برکت نہ ہوئی۔ حضرت حسینؓ کے بعد بہت سے حضرات نے اس کے خلاف محض للہ فی اللہ خروج کیا جیسے کہ حضرات اہل مدینہ نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۲) "ارجاء" یعنی "ناصبی" ہونے کے ساتھ ساتھ "مرجئی" بھی تھا۔ چنانچہ سوال اول کے جواب میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح اس کے بارے میں گزر چکی ہے اور "ارجاء" کی تفصیل بھی وہیں مذکور ہے۔ اور رہی اس کی بدعملی سو اس کے اعمال قبیحہ اور حرکات شنیعہ کی تفصیل اس مقالہ کے اوراق میں۔ اب خود ہی سمجھ لیجیے کہ ایسے نابکار و نالائق شخص کی محبت کا دم بھرنا اور اس کے گن گانا کیا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے؟

حافظ ابن تیمیہؒ کا فتویٰ یزید سے محبت کے بارے میں

حافظ ابن تیمیہؒ نے ٹھیک ہی لکھا ہے کہ:

واما ترك محبته فلان المحبة الخاصة انما تکون للنبیین والصدیقین والشهداء والصالحین ولیس واحداً منهم وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم المرء مع من احب ومن امن بالله والیوم

یزید سے محبت نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ محبت خاص تو انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین سے رکھی جاتی ہے اور یزید کا شمار ان میں سے کسی زمرہ میں بھی نہیں۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "انسان کا حشر انہی لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے محبت ہو گی" اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان

---

[1] مکتوب قاسمی دربارۂ شہادت حسینی۔ طبع ملتان ص ۳۹

[2] الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم ج ۲ ص ۳۶۔ طبع منیریہ مصر

الآخر لا يختار أن يكون مع يزيد ولا مع أمثاله من الملوك الذين ليسوا بعادلين.[1]

رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کریگا کہ اس کا حشر یزید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں تھے۔

روافض ونواصب دونوں راہ ہدایت سے دور ہیں

اخیر میں ہم اتنا اور عرض کریںگے کہ احادیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو "نجوم ہدایت" بتایا گیا ہے ارشاد ہے:

أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم. رواه رزين.[2]

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔ اس روایت کو رزین نے نقل کیا ہے۔

اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کو "کشتی نوح" سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو اس میں سوار ہوگا بحر ضلالت میں غرق ہونے سے بچے گا۔ ارشاد ہے۔

ألا إن مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها هلك. رواه احمد.[3]

یاد رکھو میرے اہل بیت کی مثال تمہارے لیے ایسی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تھی کہ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

مطلب صاف ہے جو لوگ "سفینہ اہل بیت" سے دور رہے جیسے خوارج اور نواصب کہ "اہل بیت" کے دشمن ہیں، ان کو کافر کہتے اور ان سے بغض وعناد رکھتے ہیں وہ اول ہی میں غرق دریائے ضلالت ہوئے اور جو کشتی میں تو سوار ہوئے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضیا پاشی سے کہ "نجوم ہدایت" ہیں انہوں نے رہنمائی حاصل نہ کی۔ جیسے روافض ہیں تو اندھیرے اور تاریکی کی وجہ سے عین منجدھار میں جاکر ان کی کشتی بحر ضلالت میں غرقاب ہوئی اور اہل سنت وجماعت امام فخر الدین رازی کے الفاظ میں:

---

[1] مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ - ص، ۴۸۴ -
[2] مشکوٰۃ، باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثالث
[3] باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفصل الثالث (مشکوٰۃ)

نحن معاشر أهل السنة بحمد الله ركبنا سفينة محبة أهل البيت واهتدينا بنجم هدى أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فنرجو النجاة من أهوال القيامة ودركات الجحيم والهداية إلى ما يوجب درجات الجنان والنعيم المقيم.

ہم گروہ اہل سنت "بحمد اللہ محبت اہل بیت" کے سفینہ میں سوار ہیں اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نجم ہدایت سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اس لیے امیدوار ہیں کہ قیامت کی ہولناکیوں اور جہنم کے طبقات سے ہمیں نجات ملے گی اور وہ ہدایت ہمیں عطا ہوگی جو جنت کے درجات اور دائمی نعمت کو واجب کرتی ہے۔

محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ نے "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں حدیث سفینہ نوح کی تشریح میں امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے ان کی یہ عبارت نقل کی ہے یزید پلید نے نہ اہل بیت نبوی کی لاج رکھی نہ صحابہ کرام کی، اس لیے اب جو اہل سنت کے زمرہ سے خارج ہوکر نواصب کے گروہ شقاوت پژوہ میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ شوق سے یزید پر اپنی جان نچھاور کرے اپنا مال نثار کرے اور اس کی مداحی کو اپنا شعار بنالے۔

ان ساری تفصیلات سے اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سائل نے استفتاء میں جو بارہ سوالات قائم کیے ہیں وہ سب واہی تباہی شبہات پر مبنی ہیں واقعہ میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور ان سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین وتذلیل اور تجہیل وتضلیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ اس لیے ایسے امور کو حقائق باور کرنے والا پکا ناصبی، فاسق اور بدعتی ہے اور اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور واجب التعزیر ہے ایسا شخص نہ امامت کے لائق ہے، نہ خطابت کے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ والله أعلم بالصواب والحمد لله أولاً وآخراً

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد عبد الرشید النعمانی غفر اللہ ذنوبہ
۲۰ر جمادی الثانیہ [illegible]

فہرست مراجع

ا

احکام القرآن۔ از جصاص
ص ؛ ۳۶ ۔ ۱۳۰

إحیاء علوم الدین۔ از غزالی
ص ۔ ۱۲۷ ۔ ۱۶۲

أخبار الدول۔ از ابو العباس کرمانی
ص ۔ ۱۲۸

الاختیار لتعلیل المختار۔ ص ۔ ۱۳۰

إرشاد الساری۔ از علامہ احمد قسطلانی
ص ۔ ۷۱ ۔ ۹۳ ۔ ۱۹۸

إزالۃ الخفاء فی رد کشف الغطاء۔
از مولانا غلام ربانی۔ ص ۔ ۱۳۸

أسماء الخلفاء والولاۃ وذکر مدد ھم
از ابن حزم۔ ص ۔ ۴۲

اسماء رجال مشکوٰۃ۔ از خطیب تبریزی
ص ۔ ۱۴۷

أشعۃ اللمعات۔ از شیخ عبد الحق دہلوی
ص ۔ ۱۶۳

الاصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی
ص ۔ ۹۱ ۔ ۱۵۲ ۔ ۱۹۸

أصول الدین ۔ از ابو الیسر بزدوی
ص ۔ ۱۷۵

الأغانی۔ از ابی الفرج اصبہانی
ص ۔ ۱۰۳

إفادۃ الأخیار ببراءۃ الأبرار۔
از محمد عربی تبانی۔ ص ۔ ۹۹

امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی۔
از مناظر احسن گیلانی۔ ص ۔ ۶۱

الامامۃ والسیاسۃ۔ ص ۔ ۱۰۳

إمداد الفتاوی۔ ص ۔ ۱۸۳

انساب الأشراف۔ از بلاذری
ص ۔ ۱۰۳ ۔ ۱۰۸

ب

البدایۃ والنہایۃ۔ از ابن کثیرؒ
ص ۔ ۳۳ ۔ ۳۶ ۔ ۵۹ ۔ ۶۰ ۔ ۶۱ ۔
۶۹ ۔ ۹۷ ۔ ۹۸ ۔ ۹۹ ۔ ۱۰۹ ۔ ۱۲۱ ۔
۱۳۸ ۔ ۱۵۲ ۔ ۱۶۰ ۔ ۱۶۱ ۔ ۱۸۰ ۔
۱۹۲ ۔ ۱۹۸

البدر الطالع۔ از قاضی شوکانی
ص ۔ ۱۳۰ ۔ ۱۸۸

بذل المجہود فی حل أبی داود۔ ص ۔ ۸۰

بشارت مغفرت کے امین یزید بن معاویہ
سے متعلق ایک اہم استفتاء۔
ص ۔ ۱۸۴

بغیۃ الرائد فی شرح العقائد۔
از صدیق حسن خاں صاحب۔
ص ۔ ۱۸۵

ت

تاج العروس۔ از زبیدی ص ۔ ۱۸۴

تاریخ ابن خلدون۔ ص ۔ ۲۳

تاریخ ابن خلکان۔
ص ۔ ۱۲۴ ۔ ۱۲۸ ۔ ۱۲۹

۔ تاریخ ابن عساکر۔ ص ۔ ۱۱۵

تاریخ ابن کثیر ص ۔ ۱۰۱ ۔ ۱۵۵

تاریخ الخلفاء از سیوطی۔
ص ۔ ۶۰ ۔ ۸۶ ۔ ۸۸ ۔ ۸۹ ۔ ۱۳۴
۱۳۵ ۔ ۱۵۲

تاریخ صغیر۔ از امام بخاری۔
ص ۔ ۱۵۶ ۔ ۱۵۷ ۔ ۱۵۸

تاریخ طبری
ص ۔ ۱۵۲ ۔ ۱۶۵ ۔ ۱۹۳ ۔ ۱۹۸

التاریخ الکبیر۔ از امام بخاری
ص ۔ ۱۷۱

التبصرہ۔ از ۔ ابو المظفر الاسفرائینی
ص ۔ ۱۶۸

تحریر الشہادتین۔ از سلامت اللہ کشفی
ص ۔ ۱۳۵ ۔ ۱۳۷

تحفۂ اثنا عشریہ۔ از شاہ
عبد العزیزؒ۔ ص ۔ ۱۳۵ ۔ ۱۳۶ ۔

تذکرۃ الحفاظ۔ للذہبی۔ ص ۔ ۱۲۳

۔ تعجیل المنفعۃ۔ از ابن حجرؒ
ص ۔ ۱۱۳ ۔ ۱۱۳

تفسیر ابن ابی حاتم۔ ص ۔ ۵۷

تفسیر کبیر۔ از امام رازیؒ۔ ص ۔ ۴۹

تفسیر مظہری۔ از قاضی ثناء اللہ
پانی پتیؒ۔ ص ۔ ۱۳۰ ۔ ۱۳۱

التفہیمات الالٰہیۃ۔ از شاہ ولی اللہؒ
ص ۔ ۲۷ ۔ ۲۸

تقریب التہذیب۔ از ابن حجر۔
ص ۔ ۱۰۱

تکمیل الایمان۔ از شاہ عبد الحق دہلویؒ
ص ۔ ۲۷ ۔ ۱۳۰ ۔ ۱۳۳ ۔ ۱۳۶

تہذیب التہذیب۔ ابن حجر۔
ص ۔ ۱۱۱ ۔ ۱۱۳

تہذیب الکمال۔ از ۔ مزی۔ ص ۱۱۱

تیسیر القاری۔ از شیخ نور الحق دہلوی
ص ۔ ۴۷ ۔ ۶۳ ۔ ۷۱ ۔ ۷۳ ۔
۷۴ ۔ ۱۸۴

ج

جامع الترمذی - ص - ۹۲ - ۱۵۷
۱۵۸ - ۱۶۳ - ۱۴۲ - ۱۷۸
جمہرة أنساب العرب - ص - ۳۲
جوامع السیرة - از - ابن حزم
ص - ۳۵
الجواہر المضیئة - از - عبدالقادر قرشی
ص - ۱۴۱

ح

حاضر العالم الاسلامی - از - امیر
شکیب ارسلان - ص - ۱۹۵
حجة اللہ البالغة - از - شاہ ولی اللہؒ
ص - ۲۹
حسن العقیدہ - از شاہ عبدالعزیزؒ
ص - ۱۳۶
حیوٰة الحیوان - از - ملا کمال الدین
دمیری - ص - ۱۲۸
حیات سیدنا یزید - ص - ۳۶

خ

خلاصة الفتاوٰی - از - امام طاہر بن
احمد بخاری - ص - ۱۳۰ - ۱۳۲
. خلافت معاویہؓ و یزید - محمود احمد عباسی
ص - ۱۲ - ۱۸ - ۱۵۱ - ۱۹۵

د

دلائل النبوة - از - بیہقی
ص - ۱۷۸
دول الاسلام - از ذہبی - ص ۸۸

ر

الروض الباسم فی الذب عن سنة
ابی القاسم - از - حافظ محمد بن
ابراہیم وزیر یمانی -
ص - ۱۳۵ - ۱۳۶ - ۱۹۹ -

ز

زجر الشبان والشیبة عن ارتکاب
الغیبة - از - مولانا عبدالحی فرنگی محلی
ص - ۱۴۰

س

سنن ابن ماجہ - ص - ۱۴۲
سنن ابی داؤد -
ص - ۷۹ - ۹۳ - ۱۹۵
سنن دارمی - ص - ۸۳
سنن نسائی - ص - ۵۱ - ۹۲
سیر أعلام النبلاء - از - ذہبی
ص - ۱۴۰ - ۱۹۹
شذرات الذہب - از - عبدالحی ابن
عماد حنبلی - ص - ۱۶۳ -

۶۶ - شرح تراجم ابواب البخاری -
از شاہ ولی اللہ الدہلوی
ص - ۳۸ - ۳۹
۶۷ - شرح سیر کبیر - از - شمس الائمہ سرخسی
ص - ۹۱
۶۸ - شرح صحیح مسلم - از - نووی
ص - ۶۸ - ۸۷ - ۱۲۳
۶۹ - شرح عقائد نسفیہ - از - ملا سعد الدینؒ
تفتازانی - ص - ۸۸ - ۱۳۵
۷۰ - شرح فارسی صحیح بخاری - از شیخ الاسلام
دہلوی ص - ۴۷ - ۹۳
۷۱ - شرح مقاصد - از تفتازانی -
ص - ۱۳۸
۷۲ - شہید کربلا - از مفتی محمد شفیع صاحبؒ
ص - ۱۸۱
۷۳ - شہدار کربلا پر افترا - از مصنف
ص - ۹۶ - ۱۶۹

ص

۱ - صحاح ستہ - ص - ۱۱۳
۲ - صحیح ابن حبان - ص - ۸۸ - ۱۴۲
۳ - صحیح بخاری - ص - ۳۰ - ۴۷ -
۴۸ - ۴۹ - ۵۵ - ۵۶ - ۶۱ - ۶۲ -
۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۳
۷۵ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۶ - ۸۷ -
۹۲ - ۹۵ - ۹۶ - ۱۱۱ - ۱۱۳ -
۱۸۵ - ۱۹۱
۴ - صحیح مسلم - ص - ۶۶ - ۶۷
۶۸ - ۸۰ - ۸۶ - ۱۵۷
۵ - الصواعق المحرقة - از ابن حجر مکی
ص - ۱۴۳ - ۱۴۵ - ۱۸۹

ط

طبقات ابن سعد - ص - ۱۳۶
۱۳۷ - ۱۳۹ - ۱۹۵

ع

۱ - العقائد الطحاویہ - ص - ۳۶
۲ - عقائد نسفیہ - ص - ۱۸۵
۳ - العلم الشامخ فی تفضیل الحق علی
الآباء والمشائخ - از صالح بن مہدی
مقبلی - ص - ۱۸۸
۴ - عمدة القاری شرح صحیح البخاری
ص - ۶۳ - ۷۳ - ۹۱
۵ - العواصم من القواصم - از ابن العربی
ص - ۱۰۸ - ۱۱۳
۶ - العواصم والقواصم فی الذب عن
سنة ابی القاسم - از وزیر یمانی
ص - ۱۳۰ -

ف

۱ - فتاوٰی بزازیہ - از ابن البزاز
ص - ۱۳۲
۲ - فتاوٰی عزیزی - از شاہ عبدالعزیزؒ
ص - ۱۱۰ - ۱۳۳

فتح الباری۔ از ابن حجرؒ
ص۔ ۳۶۔ ۴۹۔ ۵۱۔ ۵۲۔
۵۳۔ ۵۴۔ ۵۸۔ ۶۸۔ ۷۱۔
۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۸۔ ۸۰
۸۳۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔
۱۵۳۔ ۱۵۴
الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر
ص۔ ۴۰
الفرع النامی من الاصل السامی۔
از نواب صدیق حسن خان۔ ص ۱۶۱
فصل الخطاب۔ از خواجہ محمد پارسا
نقشبندی۔ ص۔ ۱۶۰
الفصل فی الملل والأهواء والنحل
از ابن حزم۔ ص۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲
الفوائد البہیۃ فی طبقات الحنفیہ۔
از مولانا عبدالحی فرنگی محلی۔ ص۔ ۱۳۱
فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔
از علامہ بحر العلوم رحمہ اللہ۔
ص۔ ۱۸۳

ک

کامل ابن اثیر۔
ص۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔
۱۰۸۔ ۱۶۲۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔

کتاب الاتحاف بحب الاشراف۔
از عبداللہ بن محمد شبراوی۔
ص۔ ۷۴
کتاب الأذکار۔ از نووی۔
ص۔ ۱۲۵
کتاب الأنساب۔ از سمعانی
ص۔ ۱۳۱
کتاب الثقات۔ از ابن حبان
ص۔ ۱۱۲
کتاب الزہد۔ احمد بن حنبل
ص۔ ۱۰۸۔ ۱۱۱۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔
۱۱۹۔ ۱۲۲
کتاب العالم والمتعلم۔ از امام
ابوحنیفہ۔ ص۔ ۱۴۳
الکوکب الدراری شرح صحیح بخاری
از علامہ محمد یوسف کرمانی ص ۱۶۵

ل

۹۴۔ لسان المیزان۔ از ابن حجر
ص۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۶۸

م

مجمع الزوائد۔ ص۔ ۱۰۶۔ ۱۲۷
مجموع فتاوی ابن تیمیہ۔
ص۔ ۱۱۳۔ ۱۲۰

محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ
از محمد خضری۔ ص۔ ۱۶۹
المحلی از ابن حزم۔ ص۔ ۴۲
مدارج النبوۃ۔ از شیخ عبدالحق
محدث دہلوی۔ ص۔ ۸۲
مراسیل ابی داود۔ ص۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵
المرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ از عبدالحق
محدث دہلوی ص۔ ۱۶۳۔ ۲۰۱
مستخرج اسماعیلی۔ ص ۵۶۔ ۶۸
مسند ابی یعلی۔ ص۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۱۱۷
مسند احمد۔ ص۔ ۳۲۔ ۵۱۔
۶۴۔ ۶۹۔ ۷۹۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔
۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۸
۔ مسند بزار۔ ص ۷۴
۔ مشکوٰۃ شریف از خطیب تبریزی
ص۔ ۲۶۔ ۳۰۔ ۹۲۔ ۹۳۔
۱۶۳۔ ۱۷۲۔ ۱۹۸۔ ۲۰۰
مطالب المؤمنین۔ ص۔ ۱۳۰
المعتمد فی الاصول۔ از ابی یعلی
ص۔ ۱۲۰
معجم البلدان۔ از یاقوت حموی
ص۔ ۸۵
معجم الصحابہ۔ از امام بغوی
ص۔ ۱۷۱
معجم طبرانی۔ ص۔ ۷۳۔ ۷۷۔ ۸۴
مفتاح النجا۔ از مرزا محمد بدخشی
ص۔ ۱۳۵

مقدمہ ابن خلدون۔ ص۔ ۱۱۰
مکتوبات سید احمد۔ از سید احمد شہید
ص۔ ۱۸۳
مکتوبات شریفہ۔ از مجدد الف ثانی
ص۔ ۱۸۲
مکتوبات قاسمی۔ دربارہ شہادت
حسین۔ ص۔ ۱۹۹
مناقب السادات۔ از قاضی
شہاب الدین دولت آبادی
ص۔ ۱۳۵
المنتقی۔ للذہبی۔ ص۔ ۹۸۔ ۹۹
منہاج السنۃ۔ از ابن تیمیہ
ص ۴۵۔ ۴۸۔ ۵۹۔ ۱۱۰
موارد الظمآن الی زوائد ابن حبانؒ
ص۔ ۱۷۲
میزان الاعتدال۔ للذہبی
ص۔ ۵۱۔ ۱۱۳

ن

النکت علی الأطراف۔
از ابن حجرؒ ص۔ ۱۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

SEMINAR ON
Islam and Orientalists
21 st to 23rd February, 1982
DARUL MUSANNIFEEN (Shibli Academy)
AZAMGARH (INDIA)

الإسلام والمستشرقون
ندوة علمية
دار المصنفين (اكاديمية شبلی) اعظم كره (الهند)

Ref. No ______

Date ______

الاشارة
التاريخ ۲۲ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

محب گرامی منزلت، و فاضل گرامی مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب زیدت مآثرہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا ۹ رجب کا مودت نامہ، جو غالباً کسی ذریعے بھیجا گیا تھا، اور ایک نسخہ "الحزب الاعظم" جس پر آپ کی تخریج ہے، اور ایک نسخہ "شہدائے کربلا پر افتراء" کا ایک مہینہ سے زائد تاخیر کے ساتھ مولانا منظور صاحب کے یہاں سے ملا۔ "شہدائے کربلا پر افتراء" کا ایک نسخہ اس سے پہلے مل چکا تھا، اور میں اس کی رسید دینے نہیں پایا تھا کہ دوسرا نسخہ مل گیا، میری طرف سے ان دونوں گرانقدر ہدیہ پر دلی شکریہ قبول کیجیے۔ خاص طور پر "شہدائے کربلا پر افتراء" آپ کی ایک بڑی خدمت ہے، اللہ تعالیٰ اہل بیت مظلومین کی طرف سے، اور عترۂ نبویہ کی طرف سے آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے، میں عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ ایک محقق فاضل کا قلم جس کو اللہ تعالیٰ نے حمیت دینی کے ساتھ توازن و اعتدال کی دولت بھی نصیب فرمائی ہے اس موضوع پر اٹھا، اللہ تعالیٰ آپ کی سعی مشکور فرمائے۔

عزیزی محمد ثانی مرحوم جو میری قوت بازو، اور فخر خاندان تھے، کے انتقال کے سلسلہ میں آپ کی مخلصانہ تعزیت کا شکر گزار ہوں، و دمکم اللہ کل مکروہ

برادر محترم پروفیسر محمد عبدالمغنی صاحب کی علالت کا حال سنکر تردد ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت عطا فرمائے، میرا سلام پہنچا دیں۔

آپ کا ہم استاذ اور محب
ابوالحسن علی

۱۵ جون ۱۹۸۲ء

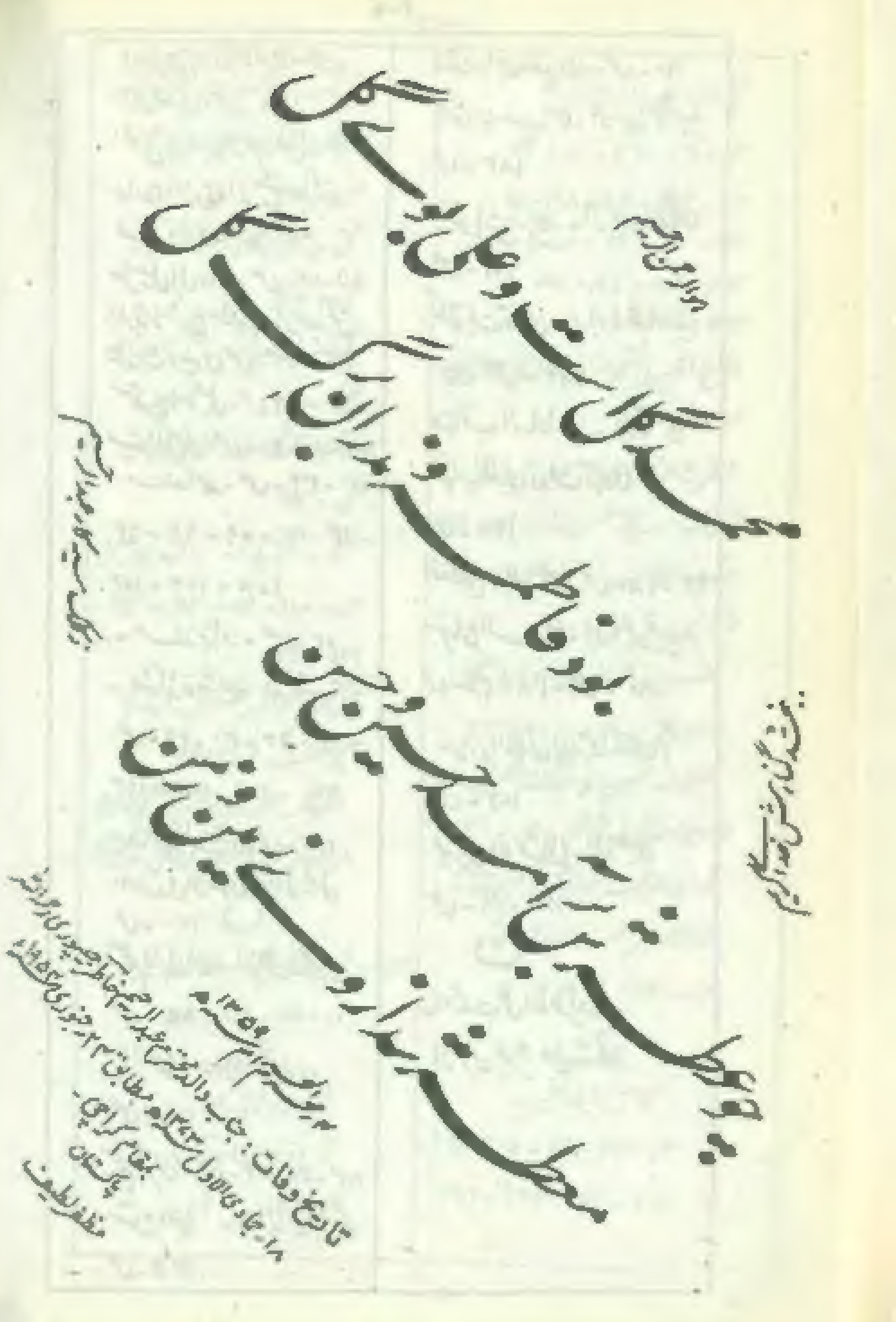
بسم اللہ الرحمن الرحیم
محمد گل است و علی بوئے گل
بود فاطمہ غنچہ زاں برگ گل
حسین و حسن
معطر شد از وے زمین و زمن
ز کلک سید کاظم عبدالرحیم
تاریخ وفات: جناب والد محترم عبدالرحیم صاحب
۱۸ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۵۳ء
بمقام کراچی۔ پاکستان
مظفر لطیف

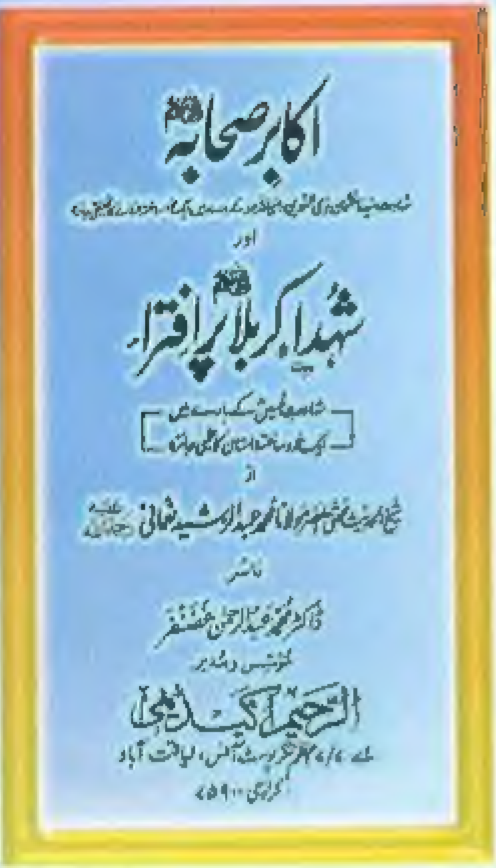

اکابر صحابہؓ

اور

شہداء کربلاؓ پر افتراء

ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ

از

شیخ الحدیث محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ

ناشر

ڈاکٹر محمد عبد الرحمن غضنفر

مؤسس و مدیر

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۱، ۶ نزد پوسٹ آفس، لیاقت آباد

کراچی ۷۵۹۰۰

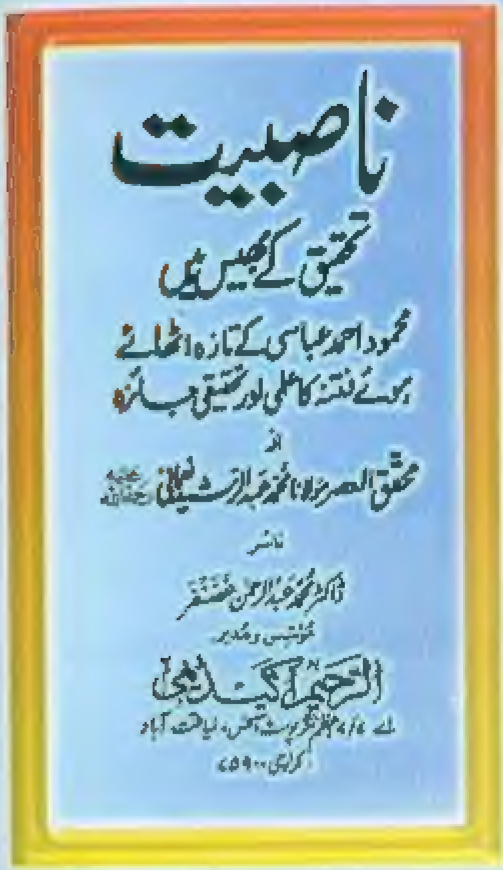

ناصبیت

تحقیق کے بھیس میں

محمود احمد عباسی کے تازہ اٹھائے
ہوئے فتنہ کا علمی اور تحقیقی جائزہ

از

محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ

ناشر

ڈاکٹر محمد عبد الرحمن غضنفر

مؤسس و مدیر

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۱، ۶ نزد پوسٹ آفس، لیاقت آباد

کراچی ۷۵۹۰۰

الإمام ابن ماجه
وكتابه السنن

تأليف

الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني

رحمه الله تعالى

ولد ١٣٣٣هـ وتوفي بكراتشي سنة ١٤٢٠هـ

اعتنى به

عبد الفتاح أبو غدة

الناشر

د. محمد عبد الرحمن غضنفر

الرحيم أكيدمي

المدخل
فی اصول الحدیث

تالیف الامام الحاکم ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ
النیسابوری المتوفی سنة ۴۰۵
رحمہ اللہ تعالیٰ

تبصرہ بر

المدخل فی اصول الحدیث للحاکم النیسابوری

جو علم اصول حدیث کی بہت سی نادر اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہے

از

محقق العصر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ

ناشر

ڈاکٹر محمد عبد الرحمن غضنفر

مؤسس و مدیر

الرحیم اکیڈمی

اے ۷/۱، ۶ نزد پوسٹ آفس، لیاقت آباد

کراچی ۷۵۹۰۰